الاتحاد الإسلامي العالمي
للمنظمات الطلابية



زنداں کے شب و روز

زینب الغزالی

33

زنداں کے شب و روز

أيام من حياتي

باللغة الأوردية

33

الطبعة الأولى

الاتحاد الإسلامي العالمي
للمنظمات الطلابية
١٤٠٣ هـ - ١٩٨٣ م



دار القرآن الكريم
للعناية بطبعه ونشر علومه

Produced by

The Holy Koran Publishing House
P.O.Box 7492, Beirut, LEBANON

Filmset by THE GRAPHIC ARTS SERVICES, Beirut
Printed in W. Germany by ERNST KLETT PRINTERS, Stuttgart

زنداں
کے
شب و روز

زینب الغزالی

I.I.F.S.O.
1403 — 1983

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

فہرست ابواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

ان پاکیزہ روحوں کی طرف

جو اپنے خالق کی خوشنودی و رضا کی خاطر کی، اپنا مقدس فریضۂ حیات انجام دیتی ہوئی اس کے جلو میں پہنچ گئیں۔

اس پاک و مقدس خون کی طرف

جو اس لئے بہا تا کہ تاریخ کے صفحات میں ایک موج رواں بن کر آئندہ نسلوں کو ان کے فریضۂ حیات سے غافل نہ ہونے دے۔

ان شہداء کی طرف

جو اپنے رب کے حکم پر اسلام کی سربلندی کے لئے لڑے یہاں تک کہ اس راہ میں انہوں نے اپنی جان جیسی متاعِ عزیز بھی قربان کر دی تو وہ زمین پر اپنے آقا کے وفادار اور آخرت میں کامران رہے۔

ان لوگوں کی طرف

جن سے ان کے ہم چشموں نے کہا :- ان الناس قد جمعوا لکم

فاخشوھم، فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل

ان جوانمردوں کی طرف

جنہیں راہِ حق کی صعوبتوں اور مشقتوں نے دل برداشتہ نہ کیا بادِ مخالف کے تند و تیز جھونکے ان کے پائے استقامت میں لرزش نہ لا سکے۔

اپنے شوہر کی طرف

جو اپنی زندگی کے آخری لمحات تک میرے حامی و مددگار رہے۔ اپنی زندگی کے تنگ و تاریک دور میں بھی ان کی حمایت و مدد میرے ساتھ رہی بالآخر اس حال میں انہوں نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

جملہ مسلمانانِ مشرق و مغرب کے لئے

میری یہ آپ بیتی کتابی شکل میں، ان کے لئے ایک تحفہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں، میری یہ کاوش عند اللہ مقبول ہو اور لوگوں کے لئے نفع بخش و مفید ثابت ہو۔ آمین

ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا، وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

زینب الغزالی

عرضِ ناشر

پہلی بار ادارہ زینب غزالی کی عربی کتاب 'ایام من حیاتی' کا اُردو ترجمہ پیش کر رہا ہے، جس میں طاغوت کی بہیمانہ کاروائیوں، مظالم و جبر کی المناک مثالوں کی تصویریں ہیں۔ اور جس میں مشہور اخوانی خاتون رہنما زینب غزالی کی روداد ابتلاء ہے، جو بذات خود پاسداران حق کی زندگی کے لئے مہمیز ہے۔

خدا کرے یہ کتاب قارئین کے لئے مفید و رہنما اور دلچسپ ثابت ہو۔

ناشر

~~ہندوستان پبلیکیشنز دہلی~~

مترجم کی زبانی

آج پہلی بار مجھے تحریک اسلامی کی ایک ایسی عظیم المرتبت ہستی کی زندگی کی سرگذشت کو صفحات پر منتقل کرنے کی سعادت نصیب ہورہی ہے جن کی زندگی گوں ناگوں بوقلموں صفات کی حامل ہے۔ جوایک طرف ایک ہمدرد ماں، سعادت مند وفاشعار بیوی، اور ہر ایک کے دکھ درد میں تڑپ اٹھنے والی مثالی بہن ہیں تو دوسری طرف ایک نہایت ہی بلند حوصلہ مجاہدہ ایک عظیم داعیہ حق، بلند پایہ کی خطیبہ اور قابل مصنفہ ہیں۔

خدا کی یہ صالحہ وعابدہ بندی زینب الغزالی ہیں۔ مصری سرزمین کی قابل صد افتخار بیٹی جنھوں نے قاید تحریک اسلامی امام حسن البنا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر خواتین میں سب سے پہلے بیعت کی اور تحریک کے کاز کو تقویت پہنچانے کے لئے مصر کی بیٹیوں کو منظم ومتحد کیا اور اوران میں تحریک کی نئی روح پھونک دی۔

ان کی اصل کتاب جس کا یہاں ترجمہ پیش کیا جارہا ہے " ایام من حیاتی " کے نام سے عربی میں ہے کتاب کی افادیت کو دیکھتے ہوئے اس کا ترجمہ تو بہت پہلے آجانا چاہیے تھا لیکن چند دنوں قبل میں نے اپنی دیگر مصروفیات ومشغولیتوں کے ساتھ ساتھ ترجمہ کا کام شروع کیا جس میں توقع سے زیادہ وقت لگ گیا اور کافی تاخیر ہوگئی۔ دوسری خامی ترجمہ میں یہ رہ گئی کہ

میں باوجود کوشش کے ترجمہ میں اس حسن و خوبی کا التزام نہ رکھ سکا جو اصل کتاب کا خاصہ ہے۔ ارباب علم و دانش سے گذارش ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے دوران انھیں جو خامیاں اور نقص نظر آئیں ان سے مترجم کو براہ راست مطلع کر کے عند اللہ ماجور ہوں تاکہ آئندہ ان کی تلافی کی جا سکے۔

اور آخر میں میں اپنے ان کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرنا اپنا ایک خوشگوار فریضہ سمجھتا ہوں جنھوں نے اس ترجمہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میرا تعاون کیا۔ اس سلسلے میں اپنی ہمشیرہ نعمت صالحہ عثمانی کا شکور ہوں جنھوں مسودہ نقل کرنے میں میری بڑی مدد کی ہے اور اصلاحات و مفید مشوروں کے لئے برادرم طارق بھوپالی کا احسان مند ہوں جنھوں نے اپنا قیمتی وقت لگا کر یہ فریضہ انجام دیا۔ اللہ تعالی انھیں بہترین جزا عطا فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ

امین عثمانی

۸۔ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

درود و سلام کے بعد

بارہا اپنے حالات زندگی قلم بند کرنے کا خیال میرے دل میں آیا، لیکن میرے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی جس کے سبب میں اس خیال کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر رہی۔ لیکن اس کی ضرورت و اہمیت اس وقت مجھ پر واضح ہوئی جب تحریک اسلامی سے وابستہ میرے بچوں نے بھائیوں اور بہنوں نے اسکی اہمیت جتائی اور زور ڈالا کہ یہ تو میری ایک دینی ذمہ داری ہے کہ میں ان دنوں کے حالات ضبط تحریر میں لاؤں جب کہ دعوت اسلامی کو مشرق و مغرب میں الحاد و باطل قوتوں سے سابقہ درپیش تھا۔ ان طاقتوں نے نہ صرف حق کو مٹا دینا چاہا بلکہ اس کی سربلندی کے خواہاں اس کے داعی اور سچائی کا جھنڈا بلند کرنے والے ان مجاہدوں کا نام و نشان مٹا دینے کا تہیہ کر لیا تھا جو پوری بہادری اور حقیقت پسندی کے ساتھ یہ اعلان کرتے رہے کہ اللہ کی کتاب اور سنت رسول دونوں معطل ہو کر رہ گئے ہیں جب کہ ملک میں عملاً ان کا نفاذ ضروری ہے۔ امت اسلامیہ کو اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ سرزمین اسلام کی طرف لوٹنا ہے تاکہ توحید، علم، معرفت اور تعلق باللہ والا معاشرہ عمل تشکل و صورت میں

نمایاں ہو سکے اور تمام جاہلی رسم و رواج کا جو انسان کو خدا تک پہنچنے کے سیدھے اور معروف راستے سے ہٹا کر مشکل اور پیچیدہ راستوں پر ڈال دیتے ہیں خاتمہ ہو سکے تاکہ لوگ زمین کو انسانوں کی خدائی اور زمین کے طاغوتوں اور سرکشوں سے جو اللہ کے قانون کو معطل کر کے اپنے بنائے ہوئے قانون کی پیروی کرتے ہیں پاک کر سکیں۔ تب ہی زندگی اس حقیقی وجود کی دھڑکنوں کے ساتھ نظر آئے گی جو نبی وصحابہ کرام کے زمانے میں امت کا خاصۂ زندگی تھا۔

دنیا اور اس میں بسنے والوں کی حقیقی کامیابی و کامرانی دعوت اسلامی ہی میں مضمر ہے۔ جیل کی تاریک کوٹھریاں اور وحشیانہ و مجرمانہ سزائیں، سنگ دل جلادوں اور کوڑے برسانے والوں کی قساوت، دعوت اسلامی کے بلند ہمت، مخلص کارکنوں کے صبر و ثبات اور قوت میں اضافہ ہی کا باعث بنی ہے۔

ہم سے پہلے راہ حق پر چلنے والے بھی اس ابتلاء و آزمائش سے دوچار ہو چکے ہیں"۔ ان کے دور کے فرعون اور نمرود بھی انھیں راہ راست سے نہیں ہٹا سکے تو ان سزاؤں، قید و بند کی اہمیت ہی کیا ہے ہاں، دلیل کو دلیل سے، رائے کو رائے سے اور گفتگو کو گفتگو کے ذریعہ ضرور رد کیا جا سکتا ہے۔ اندھی اور جابر طاقت کے لئے یہ تو آسان ہے کہ وہ پاگلوں کے ہاتھوں میں کوڑے دیدے۔ لیکن باطل پرستوں، ظالموں اور زمین میں خدا بن جانے والوں کو ان کی گمراہی جہالت سے ہٹا کر ہدایت کے راستے پر ڈالنا دشوار ہے۔

راہ حق صرف ایک ہے اور وہ ہے اللہ اور اس کے انبیاء و رسل اور ان کے وارثوں کی راہ۔ باطل کے راستے جداگانہ ہیں جس کے ہر نکڑ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو باطل کی تاریکیوں میں لوگوں کو گمراہی کے راستے پر اطمینان سے ڈال دیتا ہے۔

"اور یہ میرا راستہ سیدھا ہے تو تم اس کی اتباع کرو اور مختلف راستوں کو اختیار نہ کرو کہ تم سیدھے راستے سے ہٹ جاؤ گے"۔ (ق)

آج انسانیت کی گمراہی سے نجات اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ حق کا راستہ اختیار کرے اور اللہ کے راستے پر چلے اور قرآن وسنت کو اپنائے۔

میں ان حالات میں کامیابی کی وہ علامتیں دیکھ رہی ہوں جو معاشرے اور امت میں اس صورت میں نمایاں ہورہی ہیں کہ وہ متحد ہوکر الحاد کی لہروں کا مقابلہ کررہے ہیں میں اس کامیابی کو بہت قریب محسوس کرتی ہوں جس کی نشانیاں گمراہ انسانی افکار کو جاہلیت کے ڈھیر میں پھینک رہی ہیں اور میں دیکھوں گی کہ قوم اپنی وہ ذمہ داریاں ادا کررہی ہے جس کے لئے وہ وجود میں آئی تھی اور وہ ذمہ داری توحید ورسالت کی مسلسل گواہی ہوگی۔

ہاں مجھے زمانے، سال اور برس کی جلدی نہیں کیونکہ دعوت اور قوموں کی عمر میں اس کی کوئی قیمت نہیں البتہ قابل اعتبار چیز یہ ہے کہ ہم غلطیوں سے کس قدر محفوظ اور حقیقت سے کہاں تک آشنا ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ہر وہ شخص جو ہمارے اس مشن میں شریک ہوگا وہ تعمیر کی نئی اینٹوں میں اضافہ کرے گا۔ اہم بات یہ ہے کہ ہمیں اپنی دعوت میں سستی نہ آنے دینا چاہئے نہ پیچھے ہٹنا چاہئے اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے قید وبند کی مدت ایک تاریخی سچائی ہے اور یہ ان لوگوں کا حق ہے جو راہ حق پر اس لئے چلے ہیں تاکہ وہ باطل کے خلاف جہاد جاری رکھیں۔ اور ان کے حالات تاریخ کا کوئی قصہ یا کسی افسانے کا کردار یا کوئی دلچسپ گفتگو بن کر نہ رہ جائیں۔ اس کی ضرورت کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے میں نے اپنے مخلص بھائیوں اور بیٹیوں کی خواہش کا احترام کیا اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں اسے صفحات پر منتقل کرسکوں۔

حالانکہ اس میں ایسی وہ چیزیں بھی ہیں جن کا بار بار ذکر کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے اس حقیقت کی طرف اتنا اشارہ کافی ہوگا کہ مختلف قسم کے جلادوں اور سزاؤں کے ماہرین کا نام ہی جہنم رکھا گیا ہے۔ اس جہنم کی بھٹی سے جو لوگ نکلے انھوں نے بآواز بلند کہا کہ اے لوگو! اسلام نسبت وتعلق کا نام نہیں بلکہ اتباع والتزام کا راستہ ہے۔

مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ ان تمام حالات کو قلم بند کرنے میں میری مدد فرمائے گا جو مخلص اہل ایمان کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ ہماری راہ صراط مستقیم ہونی چاہیے اور مجھے اس پر اصرار ہے کہ انبیاء و رسل کا پیغام وہی ہے جس کی تکمیل رسالت محمدی و شریعت پر ہوئی۔

" تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے "

جو لوگ راہ حق کی دشواریوں کو برداشت کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں وہ اللہ کی مشیت سے کتاب و سنت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں۔

ہم تحریک اسلامی کے راستہ پر اس احساس کے ساتھ چل رہے ہیں کہ جو آزمائش بھی اللہ کی جانب سے ہوگی اسے ہنسی خوشی برداشت کریں گے کیونکہ اللہ نے مومنین سے ان کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے تاکہ وہ خدا کے راستہ میں جنگ کریں تو وہ قتل کریں اور شہید کیے جائیں، یہی سچا وعدہ ہے رب کا توریت و انجیل و قرآن میں۔

محبت و عرفان کا سلام ان شہداء کی روحوں کو جو ہم سے پہلے گذر چکے اس یقین کے ساتھ کہ ہم حق پر ہیں، سلام ان تمام لوگوں کو جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی خیر ہو۔ شاید اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دے۔

زینب الغزالی

باب اوّل

جمال عبدالناصر کو مجھ سے ذاتی نفرت تھی
میں اور سوشلسٹ یونین
طاغوت کے لئے نہیں
ہم کیا کریں
بھاؤ تاؤ اور دھوکہ
رات کے چمگادڑ
سب احمد راسخ ہیں

باب اوّل

جمال عبدالناصر کو مجھ سے نفرت تھی

یہ فروری ۱۹۶۴ء کی ایک شام کا ذکر ہے۔ میں اپنی گاڑی سے گھر واپس جا رہی تھی۔ اچانک مخالف سمت سے آتی ہوئی ایک کار میری کار سے اس زور سے ٹکرائی کہ میری گاڑی الٹ گئی، اس حادثہ میں مجھے کافی چوٹیں آئیں، تکلیف کی شدت سے میں تقریباً اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔ مجھے اپنے اردگرد کا کچھ پتہ نہ تھا۔ بس ایک مانوس سی آواز بار بار میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھی کوئی بار بار میرا نام لے کر پکار رہا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو پولیس ہسپتال میں پایا ایک طرف میرے شوہر اور اعزہ و اقربا کھڑے تھے دوسری طرف دعوت اسلامی کے کچھ بھائی و بہنیں تھیں جن کے چہروں سے رنج و گھبراہٹ صاف نمایاں تھی، میں نے اپنی آنکھیں پہلی بار کھولیں تو میرے ہونٹ الحمدللہ الحمدللہ پر ہل رہے تھے گویا اس طرح میں حادثہ کے بارے میں پوچھ رہی تھی، مگر جلد ہی دوبارہ میں بے ہوش ہو گئی۔ ہوش آیا تو دیکھا کہ ایک لیڈی ڈاکٹر دو مرد اور دو نرسوں کے ساتھ ہسپتال میں داخل ہو رہی ہے تاکہ مجھے ایکسرے روم میں لے جائیں مجھے تمام واقعات یاد آ گئے اور میں نے اپنے شوہر کو یہ کہتے سنا کہ خدا کا شکر ہے اس نے آپ کو محفوظ رکھا، اللہ کا شکر ادا کیجئے۔ میں نے اپنی گاڑی کے ڈرائیور کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ بخیر ہے اور ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ بعد میں معلوم ہوا

کہ اس کے دماغ میں چوٹ آئی ہے۔ میں ایکسرے روم میں لے جائی گئی اور ایکسرے رپورٹ سے معلوم ہوا کہ میری ران کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ میں مظہر عاشور ہسپتال میں لے جائی گئی یہاں ہڈیوں کے ڈاکٹر محمد عبداللہ نے آپریشن کیا یہ آپریشن بیہوشی کے عالم میں ساڑھے تین گھنٹے تک جاری رہا۔ آپریشن کے بعد اس حادثہ کے سبب متوقع خطرات کسی حد تک کم ہو گئے۔

خطرناک دن ٹل گئے لیکن میرے سننے میں آیا کہ اس ایکسیڈنٹ کا منصوبہ عبدالناصر کے محکمہ خفیہ نے بنایا تھا تاکہ مجھے قتل کیا جا سکے بعد کی خبروں نے اس حقیقت کی تائید کی، مسلم نوجوانوں کا ایک گروپ روزانہ تسلی کے لئے میری عیادت کو آتا اس گروپ کے سربراہ بھائی عبدالفتاح عبدہ اسماعیل شہید تھے جب موجودہ ملکی صورت حال کا مجھے علم ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ نوجوان میری عیادت کو کم آیا کریں جواب میں انھوں نے عمل کرنے کی کوشش کی مگر نوجوان میری عیادت سے باز نہ آئے۔

چند روز بعد ایک دن مسلم خواتین کی جماعت کے انتظامیہ کا سکریٹری ایک فائل لے کر آیا وہ اس فائل کو مجھے دکھانا چاہتا تھا کیونکہ میں جماعت کی صدر تھی اس وقت کمرے میں میرے شوہر کے علاوہ مرشد عام کی اہلیہ بھی موجود تھیں، میں نے دیکھا کہ میرے شوہر سکریٹری کی طرف لپکے اور اس سے فائل لے کر اسے اپنے ساتھ لیتے ہوئے کمرہ سے باہر نکل گئے، وہ اس سے جو گفتگو کر رہے تھے اس سے اندازہ ہوا کہ انھوں نے پہلے بھی ایک بار اُسے ان کاغذات کو پیش کرنے سے روکا تھا۔ مجھے ان کی اس حرکت پر حیرت ہوئی میں نے اپنے شوہر سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے مختصراً جواب دیا کہ ڈاکٹر کی ہدایات کی تکمیل ہو رہی ہے۔ میرے شوہر ڈاکٹر کے پاس گئے جس نے میری پنڈلیوں کا معائنہ کیا اور تمام کاموں کی انجام دہی سے روک دیا بعد میں انھوں نے بتایا کہ فائل میں جمعیتہ کے کاغذات یا خبریں تھیں جن کو انھوں نے مجھ تک پہنچنے سے روکا ہے مگر جب میں نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں صرف دستخط ہی تو کرنا ہے، لیکن وہ مجھے فائل دکھانے پر راضی نہ ہوئے۔ چند دنوں بعد میں نے ڈاکٹر سے جماعت کے بعض کاموں کی اپنے بستر سے انجام دہی کی اجازت طلب کی تو اس نے بھی انکار کر دیا۔ میرا شک یقین میں تبدیل ہو گیا کہ ضروری

اہم بات ہے جسے یہ لوگ مجھ سے قصداً چھپا رہے ہیں میرے شوہر، سکریٹری اور ملاقاتی بلکہ جماعت کی مجلس انتظامیہ کی خاتون سکریٹری جو برابر میری عیادت کو آتی تھیں ان کی باتوں سے صاف محسوس ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہیں۔ ایک شام میرے پاس سکریٹری آئیں تاکہ جرأت مندی سے میرے شوہر کی موجودگی میں وہ بات بتائیں جسے سب مجھ سے پوشیدہ رکھ رہے تھے میرے شوہر کے موقف سے صاف نمایاں تھی کیونکہ وہ حوصلہ مندی، جرأت، صبر و تحمل پر آمادہ کر رہے تھے، میں نے سکریٹری سے کاغذات لئے دیکھا تو اس میں مسلم خواتین کی جماعت کے مرکز کو توڑ دینے کا ایک سرکاری حکم تھا، سکریٹری مجھ سے کہنے لگی کہ "فطری طور پر یہ بات آپ کے لئے سخت تکلیف دہ ہے"، میں نے کہا "الحمد للہ، لیکن حکومت کو یہ حق نہیں کہ وہ جماعت کو توڑ دے وہ تو ایک اسلامی جماعت ہے"۔ اس نے جواب دیا "کوئی بھی حکومت سے یہ کہنے کی جرأت نہیں رکھتا"۔ ہم نے پوری کوشش کی لیکن جمال ناصر جماعت کو توڑ دینے پر مصر ہے وہ آپ کو ذاتی طور پر ناپسند کرتے ہیں حتیٰ کہ آپ کا نام بھی کسی شخص کی زبان سے سننا گوارا نہیں کرتے اور جب کوئی بے خیالی میں آپ کا نام لیتا ہے تو وہ بھڑک اٹھتے ہیں جلال میں آجاتے ہیں اور جاری ملاقات تک ختم کر دیتے ہیں۔

میں نے کہا "خدا کا شکر ہے کہ وہ مجھ سے ڈرتا اور حسد کرتا ہے مگر میں اس سے اللہ کے لئے ناراض ہوں، ان کی سرکشی ہم مجاہدوں کو اس بات پر آمادہ کرے گی کہ ہم اپنے نظریات پر راضی اور اپنی دعوت کے لئے زندہ رہیں، ہماری دعوتِ توحید کی راہ میں سب سے ارزاں چیز جسے ہم خرچ کر سکتے ہیں اپنی جان ہے، شہادت ہے۔ جمال ناصر کو یہ حق نہیں کہ وہ مسلم خواتین کی جماعت کو توڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اور جسے اللہ جوڑے اسے انسان کیونکر توڑ سکتا ہے سکریٹری نے ڈبڈبائی آنکھوں سے کہا "اے محترم خاتون! ہم خدا سے بجا طور پر امید کرتے ہیں کہ آپ کی جماعت نہیں ٹوٹے گی۔ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اس نے کہا ممکن ہے آپ کی یہ باتیں نوٹ کی جا رہی ہوں ہو سکتا ہے یہاں کوئی آلہ ہو، پھر اس نے یہی باتیں میرے کان میں کہیں گویا وہ اپنی

گفتگو کرتی رہی۔ وہ اپنی گفتگو کے دوران مسلسل رازدارانہ انداز میں آہستگی سے گفتگو کرتی رہی۔ اس نے اپنی گفتگو کے دوران مجھ سے کہا۔

"زینب! آپ سے میرا عاجزانہ التماس ہے، خدارا آپ اس کاغذ پر دستخط کر دیں اگر آپ اس پر دستخط کر دیں گی تو جماعت توڑنے کا فیصلہ کالعدم قرار دیدیا جائے گا"۔ میں نے اس کاغذ کو دیکھنے کی خواہش کی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ سوشلسٹ یونین سے تعلق قائم کرنے کا فارم ہے۔ میں نے اس سے کہا "نہیں خدا کی قسم میرا ہاتھ شل ہو جائے جو میں ایسی چیز پر دستخط کروں جس کے ذریعہ میں اللہ کے سامنے جمال عبدالناصر کی طاغوتی حکومت کو تسلیم کرنے کی مجرمہ قرار پاؤں۔ وہ ناصر جس نے عبدالقادر عودہ اور ان کی رفقاء کو قتل کیا، وہ لوگ جنھوں نے اپنے ہاتھ توحید پرستوں کے خون سے رنگے ہیں وہ اللہ اور مسلمانوں کے حریف ہیں ان کی ہاں میں ہاں ملانے سے زیادہ ہمارے لئے یہ بہتر ہے کہ مسلم خواتین کا مرکز توڑ دیا جائے، اس نے میرے سر کا بوسہ لیا اور رو کر کہنے لگی "کیا آپ کو یقین ہے کہ میں آپ کی بیٹی ہوں! میں نے کہا ہاں، اس نے کہا "تو اس موضوع کو چھوڑ دیجئے"۔ میں نے کہا ٹھیک ہے لیکن میں اس کاغذ پر ہرگز دستخط نہیں کروں گی کیونکہ اس میں باطل سے دوستی کا معاہدہ ہے جس کی انجام دہی ناممکن ہے اللہ اپنے بندوں کے لئے جو چاہتا ہے۔ ہسپتال کے دن گذر گئے اور میرا مسلسل علاج کے ساتھ وہاں سے نکلنا طے پایا۔

میں اور سوشلسٹ یونین

روزانہ گھر پر سکریٹری ملاقات کے لئے آتی رہیں نے بتایا کہ مرکز توڑنے کا فیصلہ رک گیا ہے مجھے اس پر حیرت ہوئی میں نے دریافت کیا کہ یہ کیسے؟ تو اس نے بتایا کہ مجھے نہیں معلوم ہو سکتا ہے آپ سے رابطہ قائم کرنے کا دروازہ کھولا گیا ہو۔ انتظامیہ کا سکریٹری مجھے ضروری کاغذات و اطلاعات فراہم کرنے لگا اور میں اپنے گھر سے خواتین کے مرکز کے کاموں اور اس کی سرگرمیوں کی دیکھ بھال کرنے لگی۔ پلاسٹر کھلوانے کے لئے جب میں دوبارہ ہسپتال پہنچی تو امام سید قطب

اس وقت تک رہا کئے جا چکے تھے۔ وہ میری عیادت کو دوسرے اخوان کے ساتھ ہسپتال پہونچے ایک دن مجھے رجسٹرڈ ڈاک سے ایک کارڈ ملا جس میں لکھا تھا۔

عرب سوشلسٹ یونین

آزادی۔ سوشلزم۔ اتحاد

نام ــــ زینب الغزالی الجبیلی ــــ عرف ــــ زینب الغزالی

منصب/ پیشہ ــــ صدر مرکز مسلم خواتین

یونٹ ــــ البساتین ــــ الماظہ

شعبہ ــــ نیو مصر

ضلع ــــ قاہرہ

یہ کارڈ میرے پاس ڈاک سے آیا اور اس کے ساتھ وہ تفصیل بھی تھی جس سے مصر کا ۱۹۶۲ء سے روس تعلق ثابت ہوتا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ کس آزادی کے ساتھ ہم زندگی بسر کر رہے تھے جو فوجی انقلاب کے بعد ختم ہو گئی۔ ہسپتال میں علاج مکمل ہونے کے بعد میں گھر واپس آ گئی اور ڈاک سے مسلسل اشتراکی یونین کے دعوت نامے اشتراکی یونین کے اجتماعات میں شرکت کے لئے آنے لگے۔ لیکن میں نے طے کر لیا تھا کہ میں کوئی جواب نہ دوں گی۔ چند دنوں کے بعد ڈاکٹر نے گھر سے باہر جانے اور سرگرمیاں دھیرے دھیرے کرنے کی اجازت دیدی۔ ان دنوں میں چلنے میں چھڑی کا سہارا لیا کرتی تھی۔

ایک دن صبح سویرے جب میں مسلم خواتین کے مرکز میں تھی ٹیلی فون کی گھنٹی بجی سکریٹری نے مجھ سے کہا کہ میں اس شخص سے بات کروں جو اشتراکی یونین سے مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ میں نے ریسیور تھام کر السلام علیکم کہا دوسری طرف سے سلام کا جواب ملا۔ پھر میں نے کہا ہاں کیا چاہتے ہو! کہا گیا اگر زینب الغزالی ہو تو اثبات میں جواب کیوں نہیں دیتیں۔ پھر کہا گیا ہم اشتراکی یونین سے بول رہے ہیں انشاء اللہ مسلم خواتین کی مجلس انتظامیہ کی ارکان آپ کی قیادت میں

مسلم خواتین کا جھنڈا لے کر عبد الناصر کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے جائیں گی۔ میں نے اسے جواب دیا "اگر اللہ نے چاہا۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" اس نے کہا "ہاں مجلس انتظامیہ اور تنظیم کے ممبران کی بڑی تعداد اور اگر آپ حکم دیں تو ہم آپ کے لئے گاڑی بھیج دیں جو آپ کے تصرف میں رہے گی۔ میں نے کہا شکریہ اور بات چیت ختم ہو گئی۔

دو یا تین دنوں بعد اشتراکی یونین سے پھر ٹیلی فون آیا۔ ایک خاتون ہوائی اڈے پر صدر کے استقبال کے لئے نہ جانے کا سبب دریافت کر رہی تھیں۔ میں نے کہا کہ مسلم خواتین کی مجلس انتظامیہ کی ارکان اور عام تنظیم اسلامی طریقوں کی پابند ہیں کیونکہ ہم پر ہجوم استقبال میں نہیں شریک ہو سکتے۔ اس نے یہ کہا کیا کہہ رہی ہیں زینب؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمارا تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کیا آپ نے تمام خواتین ممبر تک پیغام پہنچا دیا تھا اور انھوں نے انکار کیا؟ میں نے کہا کہ جب تک میں خود ان کاموں سے غیر مطمئن رہوں گی جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں تو پھر ان تک پیغام کیسے پہنچا سکتی ہوں؟ اس نے کہا آپ ہمارے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں؟ میں نے کہا ہم قرآن و سنت کے ہدایت کے پابند ہیں ہم نے اللہ سے عہد کیا ہے ہم نیکی اور تقوی کی بنیاد پر تعاون کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے اور سنو! ٹیلیفون اس طرح گفتگو کے لئے مناسب نہیں ہے اس نے کہا آپ اشتراکی یونین کے مرکز میدان عابدین میں آیئے ہم آپ کا انتظار کریں گے۔ تاکہ ہم ایک دوسرے کے خیالات سمجھ سکیں۔ میں کے کہا "میں مریضہ ہوں اور پیروں کے علاج کی وجہ سے کم ہی چلتی پھرتی ہوں۔" اگر تم چاہو تو مسلم خواتین کے مرکز میں آجاؤ۔" اس نے کہا کہ "گھر سے آتے ہوئے ہم سے مل لیجیے۔" "کیا آپ اشتراکی یونین کے ممبر نہیں ہیں؟ میں نے کہا، "میں مرکز عام میں مسلم خواتین کی جماعت کی ممبر ہوں۔" عزیزہ! تم پر اللہ کی رحمت وسلامتی ہو یہ کہہ کر میں نے گفتگو ختم کر دی ٹیلیفون پر اس گفتگو کے ایک ہفتہ بعد جماعت کے سکریٹری نے مجھے ایک رجسٹرڈ خط پیش کیا جس میں ۱۹۶۴/۹/۱۵ کی تاریخ پڑی ہوئی تھی۔

۱۹۶۴/۲/۶ کا ایک وزارتی فیصلہ تھا جس کا نمبر ۱۳۲ تھا۔ اس فیصلہ کے مطابق مسلم خواتین کے

مرکز کو دوبارہ توڑنے کی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔

طاغوت کے لئے ___ نہیں

مسلم خواتین کی مجلس انتظامیہ نے ۱۵/۹/۱۹۶۴ء کو ہنگامی اجتماع کیا کیونکہ اسی دن تنظیم کو توڑ دینے کا فیصلہ ہم تک پہنچا تھا۔ مجلس نے طے کیا کہ وہ اس فیصلے کو ماننے اور تنظیم کے مال و اسباب کو کسی دوسری جماعت کے حوالہ کرنے سے انکار کرے گی وہ دوسری جماعت عبدالناصر کے انقلاب سے پہلے ہم سے الگ ہوگئی تھی پھر یہی جماعت انقلاب کے بعد عبدالناصر کے لشکر میں شامل ہوگئی۔ مجلس نے یہ بھی طے کیا کہ پوری تنظیم کی علیحدہ سے ایک ہنگامی نشست ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر طلب کی جائے۔ میٹنگ ہوئی جس میں تنظیم کو توڑنے کے فیصلے کو ماننے سے انکار کیا گیا اور طے کیا گیا کہ عدالت میں معاملہ لے جایا جائے۔

ہم نے عبداللہ وشوان ایڈوکیٹ کو اپنا وکیل بنایا تاکہ وہ کیس میں ہماری نمائندگی کریں اور تنظیم نے رجسٹرڈ خطوط اور ٹیلی گرام، صدر، وزیر داخلہ اور نائب وزیر داخلہ کو روانہ کیے اور اس کی کاپیاں اخبارات کو بھیجیں جس میں ہم نے تنظیم کو توڑنے کے فیصلے کو ماننے سے انکار کیا تھا اور بتایا تھا کہ مسلم خواتین کا مرکز ۱۹۳۶ء میں قائم ہوا تاکہ دعوت اسلامی کی اشاعت اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کی طرف لوٹنے کی دعوت دے وزارت داخلہ ہماری سرپرست نہیں بلکہ ہمارا اور ان لوگوں کا والی خدا ہے جو اس کے دین کو قائم اور اس کی شریعت کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

جمال ناصر نے مرکز توڑنے کے فیصلہ میں عجلت کی جیسا کہ اس سے قبل وہ زینب الغزالی سے ذاتی انتقام لینے کے لئے اللہ کے پیغام کی اشاعت کے بجائے شیطان کی خوشامد میں لگا تھا اور اسی وجہ سے اس نے ایک فوجی حکم کے ذریعہ مسلم خواتین کے اس پرچے کی اشاعت پر غیر معینہ مدت کے لئے پابندی عائد کردی جس کی مدیر میں تھی۔

طاغوت کے ایجنٹ مسلم خواتین کے مرکز میں گھس پڑے اور اس کی تمام چیزوں پر قابض

ہو گئے اور ۱۲۰ نوجوان ویتیم بچیوں کو نکال بھگایا جن کی تعلیمی و معاشی و معاشرتی کفالت مسلم خواتین کے سپرد تھی۔

میں فخریہ طور پر یہ بتانا پسند کروں گی کہ طاغوت کے ایجنٹوں کو مسلم خواتین کے مرکز کے ممبران میں ایک بھی خاتون اس کے انتظار میں نہ ملی، نہ مجلس انتظامیہ نہ عام تنظیم اور نہ وعظ کہنے والیوں کے گروپ میں سے کوئی۔ انھوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں خود آکر ان کے حوالہ کروں لیکن میں نے انکار کر دیا۔ یہی موقف تمام خاتون ارکان کا تھا چنانچہ ان لوگوں نے انتظامیہ کے ملازم سکریٹری سے جسے یہ حق نہ تھا۔ سب کچھ لے لیا۔ ذیل میں مجھے ان عبارتوں کے نقل کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے جسے تنظیم نے اپنی ایک نشست میں تحریر کیا اور اسے جواب کی حیثیت سے صدر، وزیر داخلہ اور اخبارات کو بھیجا۔

"مسلم خواتین کی جماعت کی بنیاد ۱۹۳۶ء میں ڈالی گئی جس کا مقصد اللہ کی دعوت کی اشاعت اور ایسی امت مسلمہ کو وجود میں لانے کی کوشش ہے جو اپنی عزت و حکومت اسلام کے لئے دوبارہ حاصل کرے، حکومت اللہ کی ہے اللہ کی رہے گی کسی بھی سیکولرسٹ حکمراں کو مسلمانوں پر حکومت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

11427

مسلم خواتین کی جماعت کا پیغام اسلام کی دعوت دینا اور مردوں و عورتوں، نوجوانوں و بوڑھوں کی فوج بنانا ہے جس کے ذریعہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کی جا سکے۔

ہم مسلم خواتین مرکز توڑنے کے فیصلہ کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور صدر جمہوریہ کو جو اعلانیہ سیکولر حکومت کی بات کرتا ہو۔ اسے ہم پر حکومت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں اور نہ ہی اس کی وزارت کو یہ حق حاصل ہے۔ دعوت اسلامی ایسے مال واسباب یا در و دیوار کا نام نہیں جسے امت مسلمہ اور اللہ و رسول سے برسر پیکار سیکولر حکومت ضبط کر سکے۔ حکومت مال واسباب ضبط کر سکتی ہے لیکن ہمارے عقیدہ کو نہیں چھین سکتی۔ کیونکہ ہمارا پیغام اسلام کا پیغام ہے۔ ہم توحید و رسالت کے سایہ میں کھڑے ہیں اور ہمارا کام ایک خدا پر یقین محکم و جہاد پیہم کی دعوت دینا ہے۔

یہاں تک کہ اسلامی حکومت قائم ہو جائے۔

ہم کیا کریں؟

اس کے بعد تنظیم کی خواتین میرے گھر وفود کی شکل میں آنا شروع ہوئیں اور پوچھنے لگیں کہ ہم کیا کریں؟

ناصری اقتدار کے دور عروج ۱۹۶۵ء میں مسلم خواتین نے شاندار موقف اختیار کیا جب کہ دوسروں نے تقیہ کی راہ اپنائی تھی، جو نہ صرف طاغوت کی تائید کرتے بلکہ اس کی حمایت میں فتاویٰ بھی جاری کرتے تھے اور اسے ایسا رخ دینا چاہتے تھے کہ طاغوت خدا کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔ ہم نے اس وقت کے بعض اسلامی رسائل کو دیکھا جو طاغوت کو خوش رکھنے کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے یہاں تک کہ رسالہ "الازہر" جو ہمیں عزیز تھا منافق انشا پردازوں کے ہاتھوں میں باطل اور اہل باطل کی رضامندی کے لئے کام کر رہا تھا جس کے فتویٰ کی ان پر برسی جنھوں نے اسلامی عزیمت کی راہ اپنائی تھی اور اس گمراہی کو اختیار نہیں کیا تھا جسے "رخصت" کا نام دیا جا رہا تھا تیروں کی شمشیر ان مجاہدوں پر چمکی جنھوں نے اسلام کو لازم سمجھا اس سے صرف نسبت کو کافی نہ سمجھا کیونکہ التزام ہی اسلام ہے۔ نسبت بغیر التزام کے کوئی اور چیز ہے۔

مسلم خواتین نے نام نہاد رخصت کو اپنانے یا صرف برائے نام اسلام سے نسبت اختیار کرنے سے انکار کر دیا اور حق کا جھنڈا اٹھا کر سچی بات اس وقت کہی جب کہ بشیتر صاحب جبہ و دستار اپنے عہدہ کے چھن جانے اور دنیا کے ختم ہو جانے کے خوف سے حق اور سچی بات کہنے سے گریز کر رہے تھے مگر خواتین نے ایسی روش نہیں اپنائی بلکہ اپنی رائے کا اظہار سخت حالات میں بھی خدا کی رضا کی خاطر برملا کیا خواہ تمام لوگ غضب ناک ہی کیوں نہ ہوں۔ تنظیم کی ممبر خواتین میرے گھر پر مسلسل آئیں اور میری غمخواری کرتیں۔ مسلم خواتین کی جماعت میری زندگی و وجود کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں نے اس کے تاسیس کے دن اللہ سے عہد کیا تھا کہ میں اللہ ہی کے لئے زندہ

رہوں گی مسلم خواتین بڑی بڑی تعداد میں وفد در وفد میری قیام گاہ پر آنے اور اللہ تعالیٰ سے از سرِ نو یہ عہد کرنے لگیں کہ وہ حق کی تبلیغ ہی کے لئے زندہ رہیں گی۔ انھوں نے مجھ سے اپنے اپنے گھروں میں ایسے اجتماعات کرنے پر اتفاق کیا جس میں وعظ کرنے والی خواتین کو اسلام کی بنیادی باتیں بتائی جائیں، لیکن طاغوتی حکومت نے ان تمام اجتماعات کا پتہ چلالیا ان خواتین کو جن کے گھروں میں وعظ ہوتا تھا دھمکیاں دی گئیں اور ان سے مکان میں دوبارہ اجتماع نہ کرنے کا عہد لیا گیا اس طرح ہماری سرگرمیاں انفرادی روابط تک محدود ہو کر رہ گئیں۔

بھاؤ تاؤ پھر دھوکہ

ناصر کے محکمہ خفیہ کے افراد مجھ سے ملتے اور مرکزی خواتین کو دوبارہ حوالہ کرنے کے لئے مختلف قسم کی پیش کش کرتے جس کے نتیجہ میں آخرت کے عوض دنیا خریدنی پڑتی، مثلاً انھوں نے مسلم خواتین کے رسالہ کو میری ہی ادارت میں دوبارہ نکالنے کی بات رکھی اور مجھے ۳۰۰ جنیہ ماہانہ معاوضہ دینے کی بھی پیش کش کی لیکن اس کے ساتھ انھوں نے یہ شرط بھی رکھی کہ رسالہ میں جو کچھ بھی شائع ہوگا اس سے مجھے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ میں نے محکمہ خفیہ کی اس مشروط پیش کش کو ٹھکرا دیا اور ان پر یہ بات واضح کردی کہ رسالہ اگر شائع ہوگا تو عملاً میں ہی اس کی ذمہ دار ہوں گی۔ پھر انھوں نے مرکز ہمارے حوالہ کرنے اور سالانہ ۲۰ ہزار جنیہ امداد دینے کی پیش کش اس شرط کے ساتھ کی کہ وہ اشتراکی یونین کا ایک ایسوسی ایشن رہے۔ میں نے جواب دیا کہ انشاء اللہ ہمارا ہر کام اسلام کے لئے ہوگا اور ہم نہ خود گمراہ ہوں گے اور نہ دوسروں کو گمراہ ہونے دیں گے۔ جو اسلام کے نام پر صرف کھانا کمانا چاہتے ہیں وہ اس کی خدمت نہیں کر سکتے۔ میرے اس جواب پر وہ لوگ بہت چراغ پا ہوئے لیکن پھر بھی وہ بار بار مجھے پھسلانے کی کوشش کرتے رہے، حالانکہ مجھے ان کی ناکام کوششوں اور اس طرزِ عمل پر حیرت بھی ہوئی لیکن جلد ہی حقیقت آشکارا ہوگئی اور میں سمجھ گئی کہ کیوں وہ مجھے دھوکہ دینے کے مسلسل کوشش کر رہے تھے۔

رات کے چمگادڑ

ایک شام جب کہ میں اپنے گھر پر تھی تین افراد میرے گھر آئے اور مجھ سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ جب وہ ملاقات کے کمرہ میں پہونچ گئے تو میں ان کے پاس گئی ملاقاتی کمرے میں جب ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ عربی لباس پہنے ہوئے تھے، سلام علیک کے بعد میں نے ان کی آمد کا مقصد پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ وہ شامی ہیں اور سعودیہ سے آرہے ہیں قاہرہ میں اپنی مختصر چھٹیاں گذارنا چاہتے ہیں۔ بقول ان کے انھوں نے سعودیہ میں سعید رمضان، شیخ مصطفی عالم، کامل شریف، محمد عشماوی اور فتحی خولی (یہ تمام اخوان ناصر کے ظلم سے تنگ آکر مصر سے نکل گئے تھے) سے ملاقات کی، جنھوں نے مصر کے اخوان کو سلام کہا ہے اور چاہتے ہیں کہ وہ ان سے اور ان کی "تنظیم" سے مطمئن رہیں۔ انھوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس تنظیم سے وابستہ ہو جائیں لہٰذا ہم تمام احکامات بجالانے اور تنظیم کی مدد کے لئے مصر میں قیام کے لئے تیار ہیں۔

پھر وہ اخوان اور جمال ناصر کے بارے میں بات چیت کرنے لگے کہ ناصر نے اخوان پر کیسے کیسے مظالم ڈھالئے، ۱۹۵۴ء کے واقعات اور اخوان پر پابندی، عبدالقادر عودہ اور ان کے رفقاء کی شہادت کے بارے میں بولتے رہے پھر انھوں نے بتایا کہ وہ کیسے بغاوت اور عبدالناصر کو قتل کرنے کے لئے تیار ہیں اور یہی کامل شریف، عشماوی، رمضان، خولی کی رائے ہے، میں صرف ان کی باتیں سن رہی تھی جب انھوں نے جواب طلب نظروں سے میری طرف دیکھا تو میں نے کہا یہ میں نئی چیزیں اور ایسی اصطلاحات سن رہی ہوں جن کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ ان لوگوں نے کہا ہم دوبارہ آپکے پاس آئینگے تاکہ اس سے متعلق مرشد اور "تنظیم" کی رائے جان سکیں۔

تب میں نے ان کو مختصراً جواب دیا کہ:

۱- میں اخوان میں کسی "تنظیم" کے بارے میں کچھ نہیں جانتی، کیونکہ اخوان ایک جماعت ہے جسے حکومت کے بقول کالعدم قرار دیدیا گیا ہے۔

۲ ۔ میں ان مسائل پر مرشد سے کسی قسم کی گفتگو نہ کرسکوں گی کیونکہ میرا ان سے تعلق اسلامی اخوت اور خاندانی محبت پر مبنی ہے ۔

۳ ۔ جمال ناصر کے قتل کی بات مسلمانوں میں نہیں آئی جیسا کہ میں سمجھتی ہوں، میں آپ کو اپنے ملک لوٹ جانے اور ذاتی اسلامی تربیت کا مشورہ دیتی ہوں ۔

وہ سب کھڑے ہوئے میری باتیں سن رہے تھے بیٹھ گئے اور ان میں سے ایک نے کہا غالباً زینب بہن مطمئن نہیں ہیں ۔ کیا ناصر کے علاوہ کسی نے ملک کو تباہ کیا ہے ؟ ۔۔ میں نے کہا ۔ "میرے خیال میں اخوان کا پیغام ناصر کا قتل نہیں ہے ۔" میں نے ان سے کہا کہ "وہ اپنا نام مجھے دیدیں ۔" چنانچہ انھوں نے مجھے ایسے نام بتائے جن کی ادائیگی میں خود ان کی زبان لڑکھڑا رہی تھی مثلاً عبدالشافی عبدالحق، عبدالجلیل عیسٰی، عبدالرحمٰن خلیل ۔ اتفاق سے لفظ "عبد" کے تینوں ناموں میں پائے جانے پر میں ہنس پڑی ۔ ان میں سے ایک ہی نے تین نام بتائے تھے ۔ میں نے ان سے کہا ۔ "بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے ملک کو لوٹ جائیں قبل اس کے کہ ناصر کا محکمہ خفیہ آپ کو پکڑلے اگر آپ اس سے واقف نہیں اور عملاً اس سے کوئی تعلق بھی نہیں جب کہ میں ایسا نہیں سمجھتی ۔" ۔۔ ان میں سے ایک نے جواب دیا ۔ "اے زینب ! بہر حال آپ کو ہمارے بارے میں شک کرنے کا حق حاصل ہے ہم دوبارہ آپ سے ملاقات کریں گے اور آپ کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم کون ہیں ۔ پھر وہ واپس چلے گئے عبدالفتاح اسماعیل مجھ سے ملنے آئے تو میں نے ان سے مصنوعی شامی ملاقاتیوں کا قصہ بیان کیا ۔

سب احمد راسخ ہیں

پہلی ملاقات کو دو ہفتے بھی نہ گزرے تھے کہ اچانک ایک روز احمد راسخ نامی شخص مجھ سے ملنے کے لئے آیا اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ اس کا تعلق محکمہ خفیہ سے ہے وہ مجھ سے اس گفتگو کے متعلق پوچھنے لگا جو میرے اور ان تین شامیوں کے درمیان ہوئی تھی ۔

میں نے اس کے سامنے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ مجھے مکمل یقین ہے کہ وہ شامی اخوان

نہ تھے یہ سب ان کی بچکانہ حرکتیں ہیں انھوں نے رسالہ و مرکز دونوں ضبط کر لیے پھر اس کے بعد آخر وہ کیا چاہتے ہیں؟۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس شخص نے مجھ سے جمالوف اور جمالفہ کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا کہ یہ سب ملحد ہیں اور باطل پرستوں سے تعلق پر انہیں فخر ہے پھر اس نے بات کاٹتے ہوئے کہا! محترمہ بہن! ہم مسلمان ہیں۔ میں نے کہا مسلمان ایسے نہیں ہوا کرتے ہیں۔

اور انھوں نے کہا۔ ہمارے دل غافل ہیں اس سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ٹھیپیاں ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان حجاب ہے تو تم اپنا کام کرو، ہم اپنی دنیا میں مگن ہیں۔ ہمارا رب تمہیں ہدایت دے اور تمہاری توبہ قبول کرے۔

اس ملاقات کے دو دنوں بعد ایک سرکاری گاڑی میرے دروازے پر آ کر رکی جس سے سرمئی رنگ کے سوٹ میں ملبوس ایک نوجوان اترا میں اس وقت گھر کی بالکونی میں بیٹھی ہوئی تھی، اندر آ کر اس نے مجھے سلام کیا، سلام کا جواب دیتے ہوئے میں نے اسے ملاقاتی کمرے میں بیٹھنے کو کہا۔ بیٹھنے کے بعد اس نے اپنا تعارف کرتے ہوئے کہا" احمد راسخ، افسر محکمہ خفیہ"۔ میں نے بہت غور سے اسے دیکھنا شروع کیا گویا میں نظروں ہی نظروں میں اس کی لمبائی چوڑائی ناپ رہی ہوں کیونکہ مجھے اس سے قبل وزارت داخلہ میں ایک احمد راسخ نامی شخص سے ملاقات کے لئے بلایا گیا تھا۔ وہاں میں نے اس کے آفس کے باہر تختی پر احمد راسخ لکھا دیکھا۔ پھر اس نے بتایا کہ دو دن پہلے آپ سے ایک احمد راسخ نے ملاقات کی ہوگی اور یہ تیسرا احمد راسخ ہے جو آپ سے مل رہا ہے۔

تین مختلف شخصیتوں کے ایک نام

میں اس کی طرف دیکھنے لگی کیونکہ میرے خیال کی تصدیق نہیں ہو رہی تھی اس لئے کہ یہ بات نامعقول تھی کہ محکمہ خفیہ کے تمام افراد کے نام احمد راسخ ہوں۔ اس سے میری نگاہ کو تاڑ لیا اور پوچھا، آپ مجھے اس طرح حیرت سے کیوں دیکھ رہی ہیں، کیا اس طرح میرا بے وقت آنا آپ کو پسند نہیں آیا؟ میں نے اس کی بات ہنسی میں ٹالتے ہوئے کہا۔ یہ گھر تو ہمیشہ اپنے مہمانوں کا استقبال خوش

دلی سے کرتا ہے خواہ وہ وقت پر آئیں۔

میں تمہیں ایک دلچسپ قصہ سناتی ہوں۔ غالباً یہ قصہ اخبار "الاہرام" میری نظر سے گذرا تھا۔

کئی سال قبل ہالینڈ کی ملکہ اور ان کے شوہر، انگلینڈ کے شاہ کے مہمان ہوئے ایک روز دوران گفتگو ملکہ ہالینڈ کی نگاہیں اس کتے سے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ہٹیں جو محل کے استقبالیہ میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا کچھ دیر بعد ملکہ بڑی پھرتی سے اپنی نشست سے اٹھیں اور انھوں نے دیوانہ وار لپک کر کتے کو اپنی بانہوں میں لے لیا، اسے سینے سے لگایا اور بے تحاشہ اسے چومنے لگیں۔ پھر کتے کو اپنے شوہر کی طرف بڑھاتے ہوئے انھوں نے آہستہ سے کچھ کہا تو ان کے شوہر بھی اسی طرح کتے کو بھینچے اور چومنے لگے۔

ملکہ انگلینڈ اور شاہ یہ سب کچھ بڑی حیرت و استعجاب کے عالم میں دیکھ رہے تھے خصوصاً اس وقت ان کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا جب اپنے شوہر سے کتے کو واپس لیتے ہوئے انھوں نے ملکہ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر دیکھیں۔ ملکہ نے کتے کو اس طرح اپنے سینے سے چمٹا رکھا تھا گویا کہ وہ ان کا عزیز بچہ ہو۔

تھوڑی دیر بعد جب انھیں شاہی دسترخوان پر بلایا گیا تو ملکہ اس وقت بھی کتے کو اپنے سینے سے چمٹاتے رہیں۔

ملکہ انگلینڈ نے معذرت کرتے ہوئے بتایا یہ کتا جس سے آپ اس قدر پیار کر رہی ہیں دراصل شہزادی کا ہے، جس سے وہ بیحد پیار کرتی ہے ورنہ ہم یہ کتا ضرور آپ کو ہدیتہً پیش کرتے۔

ہالینڈ کی ملکہ جو تناسخ ارواح پر یقین رکھتی تھیں انھوں نے بتایا میرا اکلوتا بیٹا تھا جس کا چند برس قبل انتقال ہو گیا ہے۔ مجھے یقین ہے میرے بیٹے کی روح اس کتے میں حلول کر گئی ہے۔ پھر انھوں نے شاہ ملکہ کو یقین دلاتے ہوئے بتایا۔ اس کتے کی آنکھیں ہو بہو میرے بیٹے کی آنکھوں جیسی ہیں۔

ملکہ انگلینڈ نے شہزادی کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ اس کتے کو مہمانوں کو "تحفتہً" پیش کر دے۔

چنانچہ انہیں وہ کتا تحفتہً دے دیا۔

پھر میں نے اس سے کہا اے استاد راسخ جو لوگ تناسخِ ارواح کو مانتے ہیں انہیں تو کوئی نہ کوئی مشابہت مردہ آدمی اور شخص کے درمیان نظر آجاتی ہے جس میں ان کے بقول مردے کی روح حلول کر جاتی ہے لیکن میں محکمہ خفیہ کے جن تین افراد سے ملی ان سب کا نام احمد راسخ تھا لیکن وہ سب جسامت و قدامت اور رنگ میں مختلف تھے اور ان میں کوئی یکسانیت نہ تھی کیا تمہارے صدر نے تناسخ ارواح کا نیا مذہب اختیار کر لیا ہے اور تمہیں اس کو اپنا لینے کا حکم دیا ہے؟ میری بات سن کر اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا اس نے اپنی جھینپ مٹانے کے لئے کہا: محترمہ! ہم کوئی لچے لفنگے نہیں ہم بھی باعزت شریف آدمی ہیں اور آپ کے ساتھ مفاہمت چاہتے ہیں دراصل اصلی احمد راسخ میں ہی ہوں میں نے کہا تمہارے قول کا کوئی اعتبار نہیں خیر تم یہ بتاؤ آخر مجھ سے چاہتے کیا ہو؟ وہ بولا حکومت کی خواہش ہے کہ وہ آپ کے ساتھ سمجھوتہ کرے اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اخوان نے اپنے عقائد و نظریات پر آپ کو مطمئن کر کے آپ کے ساتھ فریب کیا ہے مسلم خواتین کی تنظیم اور اس کے مرکز کو جو حادثہ پیش آیا اس کا سبب اخوان تھے، یہ انتشار پسند لوگ ہیں اسی لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے سمجھوتہ کر لیں۔ ہم جو معمولی سی بات چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ ہمیں ان افراد کی نشاندہی کر دیں جو اخوان کی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں اگر آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گی تو میں کو یقین دلاتا ہوں خدا کی قسم، صدر آپ کی حفاظت کریں گے، وہ آپ سے بہت امید رکھتے ہیں اور آپ چند دنوں بعد اس تعاون کا انجام بچشم خود دیکھ لیں گی۔ تعجب ہے آپ جیسی دانشمند اور نیک سیرت خاتون بھی اخوان کے پھندوں میں آگری۔

وہ دعویٰ کرنے لگا کہ امام ہضیبی اور سید قطب دونوں صدر کے ساتھ سمجھوتہ کی پوری کوشش کر رہے ہیں اور صدر ان دونوں کا تعاون لینے سے اس لئے انکار کر رہے ہیں کہ وہ ان سے مطمئن نہیں ہیں۔ درحقیقت اگر آپ کو وہ سب معلوم ہو جائے جو اخوان آپ کے بارے میں کہتے ہیں تو آپ ہم سے سمجھوتہ کرنے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں کریں گی اور ان لوگوں سے تعلقات ختم

کریں گی جو آپ اور دوسری اور مسلم خواتین سے ان تمام واقعات کا ذمہ دار حکومت کو قرار دیتے ہیں۔

اس کی یہ لغو بات سن کر میں ہنس پڑی، میں نے کہا میں آپ سے اس طور پر گویا ہوں گویا کہ آپ محکمہ خفیہ کے آدمی ہیں جس کے نام شکل وصورت سے مجھے کوئی غرض نہیں۔

پہلی بات تو یہی ہے کہ میرا خیال ہے کہ وہ مسلمان جو اسلام کے صرف ظاہر کو جانتے ہیں ان کے خیال میں آپ سب اسلام سے دور اور اس سے برسرپیکار ہیں۔ کیا آپ باطل پر رہ کر حق سے اتفاق کرنا چاہتے ہیں آپ اپنے نظریات مشرق ومغرب سے برآمد کرتے ہیں آپ کبھی اشترا کی نعرے بلند کرتے تو کبھی سرمایہ دارانہ خداؤں کا طواف کرتے ہیں اس طرح دونوں شعار کے درمیان آپ برباد ہو رہے ہیں۔ اس گمراہی وبربادی سے آپ اپنے قوانین واحکام مشتبہ کر رہے ہیں، میری بات بہت واضح ہے اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں، اسلام آپ کی خواہشات سے مختلف کوئی اور ہی چیز ہے۔

اس نے کہا! خدا کی قسم زینب میں جمعہ کی نماز پابندی سے پڑھتا ہوں۔ میں نے پوچھا اور باقی فرائض؟ جواب میں اس نے کہا جمعہ کی نماز میں پڑھنے کا عادی ہو گیا اس لئے کہ میرے والد ایسا ہی کرتے تھے اور وہ مجھے جمعہ کے دن مسجد اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ میں نے اس سے کہا "کیا تم نے اپنے باپ سے پوچھا کہ وہ صرف جمعہ کی نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ اس نے کہا "اے زینب! ہمارے دل اس وقت تک مسلمان ہیں جب تک ہم لاالٰہ الااللہ کو کافی سمجھتے رہیں۔ میں نے کہا کہ کلمہ لاالٰہ الااللہ کے مطالب کو ادا کئے بغیر یہی کلمہ اللہ کے یہاں آپ کے خلاف دلیل بنے گا نہ کہ آپ کے حق میں"۔ اس نے کہا ــ لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقہ پر چلتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ انشاء اللہ آپ سب اپنے بادشاہوں کے ہی دین پر قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اس نے کہا کہ سنو! ہم مفاہمت چاہتے ہیں۔ میں نے کہا "تاریخ کے تمام ادوار میں انبیاء کے پیغامات باطل اور اہل باطل سے کبھی خلط ملط نہیں ہوئے سوائے اس کے کہ وہ لوگوں کو دعوت دیں تا کہ وہ خدا کے لئے سلامتی کی راہ اختیار کریں۔" ہم تم سے اور تمہاری غیراللہ کی عبادت سے بری

ہیں، ہم نے تمہارا ساتھ چھوڑا اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی و بغض اس وقت تک موجود رہے گا جب تک کہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لے آؤ۔"

پھر وہ غضب ناک لہجہ میں یہ کہتا ہوا واپس ہوا کہ میں دوبارہ تمہارے پاس ہرگز نہ آؤں گا اگر تمہارا مجھ سے رابطہ قائم کرنے کا ارادہ ہو تو یہ رہا میرا ٹیلی فون نمبر......

میں نے کہا۔ شکریہ، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ جولائی ۱۹۶۵ء کے اواخر میں مجھے پتہ چلا کہ اخوان کی گرفتاریاں جاری ہیں میرا اس جماعت سے گہرا اور قدیم تعلق تھا۔

☆☆

باب دوم

اور بیعت ہوگئی

پردہ اٹھ گیا

فرض کی ادائیگی کے لئے چیخ وپکار

راستہ میں عبدالفتاح اسماعیل کا ساتھ

کام کی اجازت

اپنے شوہر سے دوٹوک بات

امام شہید سید قطب سے ملاقات

باب دوم

اور بیعت ہو گئی

اخوان سے میرا تعلق کوئی نیا نہیں تھا۔ جیسا کہ ان احمقوں نے سمجھ رکھا تھا میں نو ۱۹۳۷ء ہی سے ان سے وابستہ تھی ۱۳۵۶ء میں مسلم خواتین کی تنظیم کی بنیاد پڑنے کے ۶ ماہ بعد ایک دن امام حسن البنا سے میری پہلی ملاقات ہوئی۔ یہ ملاقات اس تقریر کے بعد ہوئی جو میں نے مرکز اخوان میں مسلم بہنوں کے سامنے کی تھی۔ امام مرشد اس وقت مسلم بہنوں کا شعبہ قائم کرنا چاہ رہے تھے انھوں نے مسلمانوں کے لئے اتحاد کی ضرورت اور اتفاق کی باتوں کے بعد مجھے مسلم بہنوں کے شعبے کی صدارت کی پیش کش کی۔ یہ نئی تنظیم بھی اخوان کی تحریک کا ایک حصہ ہی تھی۔ میں نے متعدد بار مسلم خواتین کی جمعیت سے گفتگو کی جس نے یہ تجویز ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ چاہتے ہوئے بھی کہ دونوں تنظیموں کے درمیان مضبوط تعاون قائم ہو جائے۔

ملاقاتیں بار بار ہوتی رہیں۔ ہم میں سے ہر ایک امام کی رائے کو پسند کرتا تھا۔ بالآخر مسلم بہنوں کی تنظیم کی بنیاد پڑ گئی لیکن اس سے ہمارے اسلامی تعلقات میں کوئی کمی نہ آئی۔ میں نے مسلم خواتین کے مرکز میں آخری ملاقات میں یہ کوشش کی کہ ان کی خفگی دور کرنے کے لئے ان کے سامنے یہ عہد کروں کہ یہ مسلم خواتین اخوان کی اینٹوں میں سے ایک اینٹ ہوں گی اس طرح سے کہ وہ اپنے نام

سے آزادانہ طور پر کام کرتی رہیں گی جس سے دعوت کے کاز کو تقویت ملے گی لیکن یہ بات بھی ان کو انضمام پر راضی نہ کر سکی اس کے بعد کے واقعات بڑی تیزی سے رونما ہوئے اور ۱۹۴۸ء کے حادثات میں اخوان پر پابندی کا فیصلہ صادر ہوا ان کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں اور ان کے تمام مراکز بند کر دیے گئے ہزاروں اخوان گرفتار ہوئے۔ ان حالات میں مسلم بہنوں نے قابل اطمینان سرگرمیاں انجام دیں۔ ان میں سے ایک میری مجازاد بہن اور بھاوج تحیہ جبیلی بھی تھیں جن سے مجھے بہت کچھ تفصیلات معلوم ہوئیں اور پہلی مرتبہ میں نے اپنے اندر یہ اشتیاق پایا کہ مجھے استاذ البنا کا احترام کرتے ہوئے مکمل انضمام کی بات تسلیم کر لینا چاہیے۔

اخوان پر پابندی لگنے کے دوسرے دن صبح، میں مسلم خواتین کے مرکز میں اپنے آفس میں بیٹھی تھی اور یہ وہی کمرہ تھا جس میں میری امام مرشد سے دوسری ملاقات ہوئی تھی کہ مجھ پر رقت طاری ہوئی اور میں نے رونا شروع کر دیا میں نے محسوس کیا کہ حسن البنا حق پر تھے اور ان جیسے امام کو تمام مسلمانوں سے جہاد کے لئے بیعت لینا واجب ہے تاکہ مسلمان اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکیں اور اپنے مطلوبہ حقیقی وجود کو سمجھ سکیں اور دنیا میں قیادت کا منصب وہ بلند ترین مقام ہے جو اللہ کی مشیت سے حاصل ہوتا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ حسن البنا میرے مقابلہ میں زیادہ حق کو پھیلانے والے اور حقیقت کا اظہار کرنے والے ہیں۔ بے شک بہادری و جرأت وہ جوہر ہے جو ہر مسلم کی زینت ہونا چاہیے مگر اسے حسن البنا نے حقیقتہً وصف بنا لیا اور اس کی دعوت بھی دی۔ میں نے بالارادہ سکریٹری کو بھیجا تاکہ وہ برادر عبدالحفیظ العیفی تک مجھے پہونچائے جن کو میں نے امام البناء تک زبانی پیغام پہنچانے کی ذمہ داری دی تھی جس میں میں نے امام کو دوسری ملاقات کا عہد یاد دلایا تھا اور جب وہ امام کی سلام و دعا لے کر واپس آئے تو میں نے اپنے بھائی محمد الغزالی کو بلایا اور ان کے اور ان کی بیوی کے واسطہ سے امام مرشد تک ایک چھوٹی سی پرچی بھجوائی جس میں لکھا تھا:

محترم امام حسن البناء!

زینب الغزالی آج آپ کی خدمت میں حاضر ہے اس حال میں کہ وہ ہر چیز سے بے نیاز

ہوگئی ہے سوائے خدا کی بندگی اور دعوت کی خدمت سے شیفتگی کے ، اور آج آپ وہ تنہا انسان ہیں جو اس باندی کو اس قیمت کے عوض بیچ سکتے ہیں جو اللہ کی دعوت کے لیے قابل قبول ہو۔

آپ کے احکام و ہدایات کی منتظر، میرے محترم امام!

میرا پڑوسی واپس آیا تاکہ وہ مسلم نوجوانوں کے مرکز میں میری فوری ملاقات طے کرے گمان یہ تھا کہ ملاقات اچانک ہوگی اور ایسا ہی ہوا۔ میں نوجوانوں کے مرکز میں ہال کی طرف تقریر کرنے کے لئے جارہی تھی کہ استاذ البنار سے ملاقات ہوگئی میں نے ان سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہا، خدا گواہ ہے میں آپ سے اسلامی حکومت کے قیام کے لئے تعاون کرنے اور اس راہ میں اپنی جان تک قربان کر دینے اور مسلم خواتین کے لئے جدوجہد پر بیعت کرتی ہوں۔ انھوں نے کہا" میں نے بیعت قبول کی اور اب مسلم خواتین اسی طرح کام کرتی رہیں جس طرح وہ کر رہی ہیں اس کے بعد ہم اس فیصلہ پر جدا ہوئے کہ ہمارے درمیان رابطہ کے کام میرا بھائی انجام دے گا۔ امام کا پہلا پیغام یہ تھا کہ میں نحاس اور اخوان کے درمیان ثالثی کے فرائض انجام دوں، رفعت مصطفی پاشا النحاس اس وقت ملک سے باہر تھے اور انھوں نے امین خلیل مرحوم کو بدگمانیاں دور کرانے کی مہم سپرد کی تھی جس پر امام البنار رضامند ہوگئے میں بھی رابطہ کی ایک کڑی تھی۔ ۱۹۴۹ء کی فروری کی ایک رات امین خلیل میرے پاس آئے اور کہنے لگے" بنار کے قاہرہ سے فوری طور پر سفر کرنے کے انتظامات کئے جائیں کیونکہ مجرم انہیں قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں" لیکن میں فوری طور پر ان سے رابطہ اس لئے نہ قائم کر سکی کہ میرے بھائی گرفتار ہو چکے تھے، چنانچہ میں نے امام سے ذاتی طور پر ربط قائم کرنے کی کوشش کی، میں ابھی راستہ ہی میں تھی کہ مجھے ان کے شہید کئے جانے اور ہسپتال لے جانے کی خبر ملی اس کے بعد تیزی سے ان کی حالت بگڑنے لگی اور بعد میں ان کی شہادت کی اطلاع ملی۔ وہ نبیوں، صدیقوں اور شہدا ، و صالحین کے درمیان اپنے رب سے جاملے اور وہی ان کا بہتر رفیق ہے۔ اس ناگہانی حادثہ سے مجھے سخت رنج و ملال تھا اور اب مجرموں سے مجھے شدید نفرت ہوگئی، اس نفرت کو میں نے چھپانے یا پوشیدہ رکھنے کی بھی کوشش نہ کی۔

(اتحاد الاحزاب) مختلف پارٹیوں کی ملی جلی حکومت بنی، جس نے مسلم خواتین کی تنظیم کو توڑنے کا فیصلہ کیا۔ میں مقدمہ عدالت میں لے گئی عدالت نے ۱۹۵۰ء میں حسین سری پاشا کے دور میں دوبارہ سرگرمیاں شروع کرنے کا فیصلہ ہمارے حق میں دیا اس مقدمہ کی پیروی عبدالفتاح حسن پاشا کر رہے تھے۔ پھر وفد کی حکومت آئی اور اخوان نے اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں اور وہ امام حسن ہضیبی سے بیعت تھے۔ اخوان المسلمون کے مرکز کے افتتاح کے پہلے دن میں نے دعوت سے تعلق کا براہِ راست اعلان کرنا بہتر سمجھا میں نے مرشد عام کے آفس کے لئے اپنے گھر کا وہ قیمتی ہال جو سیٹ سے مزین تھا پیش کیا۔

حالات پرسکون رہے، عبدالقادر عودہ نے مجھ سے ملاقات کی اور اس پیش کش پر میرا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہماری کتنی خوش قسمتی ہوگی اگر زینب الغزالی اخوان المسلمین سے وابستہ ہوئیں۔ میں نے کہا مجھے امید ہے کہ اللہ کے حکم سے ایسا ہوگا۔ تو انھوں نے جواب دیا الحمد للہ گویا کہ ایسا ہو چکا ہے۔

جماعت کے بیشتر افراد اور میرے درمیان پرسکون دوستانہ ماحول میں معاملات جاری رہے یہاں تک کہ جنرل نجیب کی قیادت میں فوجی انقلابی حکومت آئی جنھوں نے انقلاب سے چند دن پہلے امیر عبداللہ الفیصل کے ساتھ مجھ سے ملاقات کی تھی، امیر عبداللہ فیصل کے مصر میں موجودگی کے موقع پر سراج الدین، شیخ باقوری اور پڑوسی علی الغزالی نہ تھے۔ انقلاب کو اخوان کی ہمدردیاں حاصل تھیں اسی طرح مسلم خواتین نے بھی اس سے ایک مدت تک ہمدردی رکھی جب تک انھوں نے یہ محسوس نہ کیا کہ معاملات توقع کے مطابق نہیں چل رہے ہیں اور یہ وہ انقلاب نہیں ہے جس کے لئے کوششیں کی گئی تھیں تاکہ ملک ان سے بچایا جا سکے۔ پھر اخوان کے جن افراد سے میری ملاقات ہوتی ان سے میں اپنی رائے بیان کرنے لگی اور جب بعض اخوان کو وزارتی عہدے پیش کئے گئے تو میں نے مسلم خواتین کے رسالہ میں اپنی رائے وضاحت کے ساتھ بیان کی کہ اخوان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ایسی حکومت سے دوستی واطاعت کی قسم کھائے جو خدا کے احکام کی پابند نہ ہو اور جو ایسا کرے اسے اخوان سے علیحدہ کر دیا جائے اور اخوان کے لئے ضروری ہے کہ حکومت کی

نیت معلوم ہوجانے کے بعد وہ اپنے موقف پر مضبوطی سے جمے رہیں۔ عبدالقادر عودہ نے مجھ سے ملاقات کی اور مطالبہ کیا کہ میں اس موضوع پر لکھنا ملتوی کردوں۔ میں دو شمارے تک رُکی رہی پھر میں نے لکھنا شروع کیا یہاں تک کہ عبدالقادر عودہ نے دوسری بار مجھ سے ملاقات کی اور اپنے ساتھ مرشد کا یہ حکم لائے کہ میں اس موضوع پر نہ لکھوں۔ مجھے بنا رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا عہد یاد آیا اور میں نے خیال کیا کہ وہ بیعت ہضیبی کے ساتھ بھی قائم ہے چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل کی۔

اس وقت سے میرے معمولات ومشاغل پر بیعت پوری طرح حاوی رہی یہاں تک کہ امن کانفرنس میں شرکت امام مرشد ہضیبی کی اجازت ہی سے ہوئی۔

پردہ اٹھ گیا

دن گزرتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۵۴ء کے المناک واقعات رونما ہوئے جس نے جمال عبدالناصر کے چہرہ کو بے نقاب کردیا اور اس کی اسلام دشمنی اور قائد وداعی افراد سے نفرت کھل کر سامنے آگئی چنانچہ چوٹی کے اسلامی لیڈروں کو پھانسی دینے کے مذموم احکام صادر ہوئے۔

شہید عبدالقادر عودہ مشہور متقی وممتاز ازھری عالم جن کے بارے میں ۱۹۵۱ء کی جنگ میں برطانوی قیادت نے زندہ یا مردہ لانے والے کو دس ہزار جنیہ دینے کا اعلان کیا۔ شیخ محمد فرغلی جو برطانوی خزانہ کو بدلہ کی رقم کے گھاٹے سے بچاکر مردہ ہی سامراج کے ہاتھ لگ سکے۔ اور بقیہ شہداء کرام یہاں تک کہ مجاہد امام حسن ہضیبی کے لئے بھی پھانسی کا فیصلہ کیا گیا لیکن اس کا نفاذ نہ ہوسکا کیونکہ ان پر اچانک شدید قلبی دورہ پڑا جس کے بعد وہ گھر لے جائے گئے۔ ڈاکٹروں نے ان کے بارے میں فیصلہ کردیا کہ وہ چند گھنٹوں کے مہمان ہیں اس وقت عبدالناصر نے ان کی معافی کا حکم صادر کیا اس بر کہ دوسرے دن صبح کے اخبارات میں ان کے وفات کی خبر آئے گی لیکن خدا کی قدرت نے اس کے مکر کو ناکام بنادیا اور امام زندہ رہے۔ ہر ایک کا وقت متعین ہے اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ رکھا تاکہ وہ مسلمانوں کی خدمت اور سخت تاریک دور میں دعوت اسلامی کی قیادت کرسکیں مختلف

قسم کے امراض کا شکار مریض ہونے کے باوجود راہ حق میں اپنی قوت وثبات انھوں نے ظاہر کیا جس سے ظالموں کو بوکھلاہٹ ہوئی اور وہ ان کو دوبارہ جنگی قید خانہ میں لے گئے جہاں سخت ترین دہشتناک سزائیں انھیں دی گئیں مگر وہ حق پر قائم وثابت رہے اور داعیوں کے راستہ پر جاوداں رہے یہاں تک کہ عبدالناصر اور اس کے ایجنٹوں کا خاتمہ بھی انھوں نے بچشم خود دیکھا، وہ توحید وحق کے علمبردار، عزیمت کے نشاں، خدا کی راہ میں نفس کو بزدلی وکمزوری سے محفوظ رکھنے والے اور حیلے بہانوں سے دور رہنے والے تھے جب کہ دوسرے علماء نے رخصت کی راہ اپنائی اور اسی کا فتویٰ بھی دیا کہ "اپنے گھر میں بیٹھو اور دل سے اس شیطانی حکومت کو برا سمجھو"۔

بلکہ میں ان کا وہ جرات مندانہ شاندار موقف یاد کرتی ہوں جب کہ بعض لوگوں نے جو راہ حق میں استقامت نہ دکھا سکے اور ظالم حکومت کی خوشامد وچاپلوسی کو انھوں نے اپنا شعار بنا لیا۔ رخصت اور طاغوتی حکومت کی تائید اور اس سے معافی کی درخواست کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے۔ امام ہضیبی سے اس سلسلہ میں اجازت طلب کی تو انھوں نے اس موقع پر یہ تاریخی الفاظ کہے:

"مجھے کسی کے رخصت چاہنے یا ہمارا ساتھ دینے پر کوئی اعتراض نہیں لیکن میں تم لوگوں پر ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں، تاریخ گواہ ہے"۔ دعوت اسلامی ان افراد کے ساتھ ایک دن بھی قائم نہ رہ سکی جنھوں نے سخت حالات میں رخصت کی راہ اختیار کی"۔ یہ کلمات انھوں نے اپنی انتہائی کبر سنی اور ضعیفی میں کہے تھے جب وہ اسّی برس کے تھے اور اس عمر میں بھی وہ مسلسل قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے اور جمال عبدالناصر کی موت کے بعد ہی انھیں اس سے چھٹکارا نصیب ہوا۔ رہا ہونے والے آخری گروپ میں وہ بھی تھے۔

فرض کی ادائیگی کیلئے چیخ وپکار

۱۹۵۵ء میں بغیر کسی تحریک کے شدت کے ساتھ میں نے اپنے دل میں یہ خواہش پائی کہ مجھے اپنے پورے وجود کے ساتھ دعوت اسلامی کی خدمات کے لئے لگ جانا چاہیئے۔ میں ان معصوم

بے گناہ یتیموں کی چیخ و پکار کو جنھوں نے اس ظالم شیطانی حکومت کے دور میں اپنے ماں باپ کو کھو دیا تھا۔ یا ان بے سہارا بیوہ عورتوں کے دن رات اپنی بدنصیبی اور بیکسی پر بہنے والے آنسوؤں کو جنھوں یا تو اپنے شوہروں کو کھو دیا تھا یا پھر تاریک جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے جنھیں بغیر کسی جرم کے دھکیل دیا گیا تھا۔ یا ان ضعیف ناتواں والدین کی آہ و زاریوں کو جو اس شیطانی کھیل میں اپنے جگر گوشوں اور بڑھاپے کے سہاروں سے محروم کر دیئے گئے تھے۔ فراموش نہ کر سکی تھی۔ یہ چیخ و پکار، یہ بے کسی اور مظلومی کے آنسو، یہ آہ و زاریاں انھوں نے میرے پورے وجود کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میرے اندر ایک ایسا جوش ایسا ولولہ بھر دیا تھا گویا میں ہی ان کی مشق ستم بنی ہوں۔ ان کی موجودہ حالت کی ذمہ دار گویا میں ہی ہوں۔ ان احساسات و جذبات نے مجھے آگے بڑھنے اور باطل سے ٹکرانے کا حوصلہ دیا۔ چنانچہ میں آگے بڑھی۔

میدان عمل میں آگئی میں نے دیکھا کہ بھوکوں اور ننگوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے مجھے ان وحشی درندوں، فاسق و فاجر جلادوں، خدا بیزار اور خدا دشمن منکروں کے ذریعہ اپنے جیالے اور مجاہدوں کی شہادت کی خبریں مسلسل ملتی رہیں۔ کالج و یونیورسٹیوں میں اخراجات و یونیفارم کے مطالبے۔ مالکان مکان کے کرایوں کے تقاضے۔ اسی طرح اور دوسرے زندگی کے شعبوں میں مسائل پیچیدہ ہوتے گئے ۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ خاص طور پر ڈیڑھ سال بعد ۱۹۵۶ء کے نصف پر جب قیدیوں کی ایک تعداد جن کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا جا سکا۔ جیل سے رہا ہوئے تو ان میں سے بعض کو کھانے پینے، رہائش اور پیسوں کی سخت ضرورت تھی۔

معزز ملک مصر میں مسلمانوں کے یہ حالات تھے اور ان میں کوئی فرض شناس نہ تھا بلکہ ہم نے بہت سے علماء و مشائخ کو مجاہدین سے برائت ظاہر کرتے دیکھا۔ یہ سب تنگی سے نجات پانے والے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ جو حادثہ والمیہ پر روتے، گریہ وزاری کرتے اپنے رنج و غم کو چھپایا کرتے اور آنسوؤں کو اس خوف سے پونچھ ڈالتے تھے کہ کہیں ظالم حکومت انہیں مسلمان ہونے کا متہم نہ قرار دے۔ جب ان حالات کے نتیجہ میں مجھے رنج و غم سے دوچار ہونا پڑا اور اس سے

چھٹکارا کی کوئی صورت نہ نکلی تو میں اپنے جلیل القدر استاذ شیخ محمد الاودن سے ملاقات کے لئے گئی وہ ازھر کے چند نیک صالح متقی نمایاں افراد میں سے تھے جن سے میں اسلامی علوم اور دعوتی مسائل میں مشورے لیا کرتی تھی وہ میرے اس خیال کے ہمنوا تھے کہ مسلم خواتین کا عدم انضمام اخوان کو مستقبل قریب میں فائدہ پہونچائے گا جس طرح انہیں امام البنّا سے میرے بیعت کی کی واقفیت تھی اور وہ اس کے مؤید اور برکت کی دعا کرنے والے تھے اسی طرح ان کو دعوت اسلامی سے میرے تعلق کا حال بھی بنّا کی شہادت سے پہلے اور بعد میں معلوم تھا۔

میں ان کے پاس بیٹھ کر خاندانوں کے المیے بیان کرنے لگی وہ میری باتیں شدید رنج وغم کے ساتھ غور سے سنتے رہے۔ میں نے ان کے سامنے اپنے امکانات کے مطابق منصوبہ کا خاکہ پیش کر دیا کیونکہ میں سمجھتی تھی کہ محض رنج وافسوس سود مند نہیں جب کہ مجاہدوں اور داعیوں کی زندگی سخت ترین مصائب بھوک اور فاقہ، اپنے بیوی بچّوں کی جدائی اپنے والدین کی گمشدگی، قید وبند و وحشتناک سزاؤں کے زخموں سے چور ہے اور صرف اس لئے دوچار ہے کہ وہ ان تمام مصائب ومشکلات میں رہ کر بھی صرف خدا کے عَلَم کو ہی بلند رکھنا چاہتے ہیں میرا خیال ہے کہ میں مسلم خواتین کی صدر کی حیثیت سے اللہ کے عطا کردہ صلاحیتوں کے مطابق اخوان کے خاندانوں کی مدد کر سکتی ہوں۔ شیخ محترم نے میرے سر کو بلند دیا اور رو کر مجھ سے کہنے لگے۔ کسی قسم کی امداد میں پس وپیش نہ کرو۔ اللہ اس اقدام میں برکت دے گا۔ میں نے شیخ سے جماعت میں اپنے موقف اور جماعت کی اراکین مسلم خواتین میں اعتماد کی حیثیت واضح کی تو انھوں نے فرمایا" اب تو اس راہ میں اپنے فرائض کی ادائیگی کو ہمیں اپنے اور اپنے خدا کے درمیان ہی رکھنا ہے"۔ اس کے بعد انھوں نے کہا "اس وقت اسلام کے نجات دہندہ یہی مظلوم اخوان ہیں جو ظالموں کے جبر و استبداد کا شکار ہیں"۔ "ہمیں خدائے تعالیٰ پھر اخوان کے اخلاص اور دعوت کی راہ میں انکی کوششوں سے بڑی امیدیں ہیں تم جو کر سکتی ہو اس راہ میں حسب استطاعت میں جو کچھ کر سکتی تھی اس سے گریز نہیں کیا اور میں نے یہ حکمت عملی اختیار کی کہ لوگوں کو اپنی تگ ودو سے لاعلم رکھا۔ چنانچہ ایک

یا دو قابل اعتماد افراد مخصوص تھے ۔ جن کے حوالے میں چیزیں کر دیتی کہ یہ چیزیں مجھ تک بھیجی گئی ہیں اور میں صرف ان کو دوسروں تک منتقل کرنے کی ذمہ دار ہوں ۔ پھر مجھے علم ہوا کہ استاذ ہضیبی کی فاضلہ ومجاہدہ اہلیہ بھی مسلم بہنوں کے ساتھ اس راہ میں سرگرم عمل ہیں مثلاً مجاہدہ آمال عشماوی بیگم استاذ منیر الدلہ جو بذات خود مسلم بہنوں کی سربراہ تھیں اور مثلاً خالدہ حسن ہضیبی، امینہ قطب، حمیدہ قطب فتحیہ بکر، مجاہدہ امینہ جوہری، علیہ ہضیبی اور نجیہ جبیلی ۔ میرے رابطہ کا دائرہ دھیرے دھیرے وسیع ہوتا گیا چنانچہ میں خالدہ ہضیبی سے پوشیدہ طور پر سخت رازداری کے ساتھ ملی پھر حمیدہ قطب وامینہ قطب سے ملاقات کی ۔ اور خدا گواہ ہے ہماری اس سعی وجہد کا سبب ہمارے وہ مظلوم اور بے گناہ بھائی تھے جو ناکردہ گناہوں کی سزائیں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے ۔ وہ یتیم وبے سہارا بچے تھے جن کے سہارے وحشی درندوں نے چھین لئے تھے ۔

راستہ میں عبدالفتاح اسماعیل کا ساتھ

۱۹۵۷ء صبح کے موقع پر پہلی باران سے میری ملاقات ہوئی تھی میں سوئیز بندرگاہ پر مسلم خواتین کی جماعت کے ساتھ حج وفد کے سربراہ کی حیثیت سے موجود تھی ۔ ہمیں رخصت کرنے والوں میں میرے بھائی محمد الغزالی بھی تھے ۔ وہ ہم سے تھوڑی دیر کے لئے جدا ہوئے اور جب لوٹے تو ان کے ساتھ ایک نورانی صورت بزرگ تھے جنھیں وہ میری طرف ہی لے کر آ رہے تھے بزرگ کے چہرے سے ایک طرح کا رعب وجلال عیاں تھا اور نگاہیں جھکی ہوئی ہیں ۔ میرے بھائی نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا ۔

" بھائی عبدالفتاح اسماعیل آپ نوجوان اخوان میں امام البنا شہید کو سب سے زیادہ محبوب تھے اور مرشد ان سے محبت وایثار کا سلوک کرتے اور ان پر مکمل اعتماد کرتے تھے " انھوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں ان کو آپ سے اسی حالت میں ملاؤں تاکہ آپ انکو پہچان لیں بھائی نے مجھے سلام کیا اور کہا انشاء اللہ اسٹیمر پر آپ سے ملوں گا ۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور وہ واپس چلے گئے ۔ ہم اسٹیمر پر سوار ہوئے ساحل کا اور ہمارا

درمیانی فاصلہ بڑھا حتیٰ کہ ہم کھلے پانی میں جا پہنچے اور میں خواتین کے حج وفد کی ضروریات کی تکمیل میں لگ گئی۔ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر میں اپنے کمرہ میں آرام کے لئے ابھی میں لیٹی ہی تھی کہ دروازہ پر دستک ہوئی آنے والے کو میں نے اندر آنے کی اجازت دی لیکن اندر تو کوئی نہیں آیا البتہ دستک ایک بار پھر ہوئی۔ شاید دستک دینے والے نے میری آواز نہیں سنی تھی اس بار میں نے قدرے بلند آواز سے داخلہ کی اجازت دی تو دستک دینے والا آہستہ سے دروازہ کھول کر کمرے میں آگیا۔ یہ وہی بزرگ تھے جن کا تعارف بندرگاہ پر میرے بھائی الغزالی نے مجھ سے کرایا تھا۔

انھوں نے آہستگی سے نظریں جھکائے ہوئے سلام کے بعد کہا خدا کا شکر ہے کہ ایک طویل عرصہ تک آپ کے امام شہید رح سے اختلاف رہنے کے باوجود بالآخر بیعت ہوگئی۔ میں نے فوراً سوال کیا آپ کو اس کا علم کیسے؟ انھوں نے ایک ہی جملہ میں جواب دیتے ہوئے کہا: خود امام" میں نے ان کا منشاء دریافت کرنا چاہا تو انھوں نے کہا" ہم خدا کے گھر میں خدا ہی کی خاطر ملیں گے جن الیناً جن امور کے بارے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتے تھے۔

اس سلسلے میں انشاء اللہ وہیں گفتگو ہوگی۔ ان کا اشارہ مکہ کی طرف تھا بات سیدھی سادھی آسان اور صاف تھی لیکن اس سادگی میں قوت، سچائی، اطاعت وامانت کا بارگراں پنہاں تھا جس میں کسی غور و فکر کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

میں نے کہا بہتر ہے۔ اللہ نے چاہا تو مکہ یا جدہ میں مسلم خواتین کے مرکز میں ہماری گفتگو ہوگی۔ جب انھوں نے پتہ دریافت کیا تو میں نے جدہ دو بھائیوں کے بارے میں بتایا کہ شیخ عشماوی اور مصطفی عالم جو مکہ یا جدہ میں میری قیام گاہ تک آپ کی رہنمائی کر سکتے ہیں، تو انھوں نے کہا کہ وہ ان دونوں حضرات سے بخوبی واقف ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے مجھے سلام کیا اور واپس لوٹ گئے۔

ذی الحجہ کی ایک رات کو عشاء کی نماز کے بعد میں شیخ امام محمد بن ابراہیم (مرحوم) مفتی اعظم سعودی عرب سے پروگرام کے مطابق ملی۔ ہم دونوں اس یادداشت پر گفتگو کرتے رہے جو

میں نے شاہ سعود کو پیش کی تھی جس میں مملکت میں لڑکیوں کی تعلیم کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی تھی اور مملکت کے مصالح کے تحت اس اسکیم کے جلدی نافذ کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ وہ یادداشت مفتی اعظم کے سپرد کر دی گئی تھی انھوں نے مجھ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی چنانچہ یہ ملاقات وہی تھی۔ میں ان کے ساتھ اسکیم پر دو گھنٹے تک گفتگو کرتی رہی میں نے وہاں سے واپسی میں باب السلام کا راستہ پکڑا تاکہ طواف بھی کرتی چلوں کہ اچانک پیچھے سے کسی نے میرا نام لے کر پکارا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ عبدالفتاح اسماعیل تھے، انھیں جب معلوم ہوا کہ میں طواف کرنے کی نیت سے ادھر آئی ہوں تو وہ بھی میرے ہمراہ ہوئے اور انھوں طواف کیا۔ سنت طواف کی نماز کے بعد ملتزم کی جانب رخ کر کے بیٹھ گئے اور وہ اپنے ارادہ کے مطابق گفتگو کرنے لگے۔ انھوں نے اخوان پر پابندی کے فیصلہ کے بارے میں میری رائے جاننا چاہی تو میں نے بتایا، شرعاً یہ ایک باطل فیصلہ ہے۔ انھوں نے کہا یہی وہ بات ہے جس کے بارے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ جب میں نے ان سے وفد ہاؤس میں ملاقات کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے ان جیسے کاموں کے لئے ناصر کے جاسوسی کام کے اندیشہ کے تحت اس جگہ کو نامناسب بتایا۔ اس لئے ہم نے حرم مکی کے تعمیرات کے دفتر میں جناب شیخ صالح قزاز کے آفس میں ملاقات کرنے پر اتفاق کیا۔ ہم وہاں اکٹھا ہوئے لیکن وہاں نے مجھ سے آہستگی سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم حرم میں ملیں اور وہ مقام ابراہیم کے پیچھے ملاقات کا وقت طے کر کے طواف کی دو رکعتوں کے بعد مقام ابراہیم کے قریب زمزم کی عمارت کے پیچھے ہم بیٹھے اور اخوان المسلمین پر پابندی کے فیصلہ کے باطل ہونے اور جماعت کی صفوں کو لازماً منظم کرنے اور اس کی سرگرمیوں کو دوبارہ شروع کرنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ ہم نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ارض مقدس سے واپسی کے بعد امام حسن ہضیبی مرشد عام سے ملاقات اور ان سے کام کرنے کی اجازت طلب کی جائے گی۔ جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو انھوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کے ساتھ یہ عہد کرنا واجب ہے کہ ہم اس کی راہ میں جہاد کریں گے اور خاموش نہ بیٹھیں گے یہاں تک کہ اخوان کی صفوں کو

درست کرلیں اور ان لوگوں سے دوری اختیار کریں جو اس کام کو ناپسند کرتے ہیں خواہ ان کی حیثیت اور ان کا مرتبہ کچھ بھی ہو۔ہم دونوں نے اللہ سے اس کی دعوت کی راہ میں شہادت اور جہاد کا عہد کیا اور ہیں مصر واپس آگئے۔

کام کی اجازت

۱۹۵۸ء کے آغاز میں عبدالفتاح اسماعیل سے مسلم خواتین کے مرکز اور میرے گھر میں بار بار ملاقاتیں ہوئیں۔ہم مسلمانوں کے مسائل پر گفتگو کرتے اور کوشش کرتے کہ کچھ ایسے کام اسلام کے لئے کریں جو اس قوم کی عزت وعقیدہ کے دوبارہ واپسی کا سبب بنیں۔ہم سیرت رسول سلف صالح اور ان کے بعد کے لوگوں کے طریقے اپنائیں اور اپنے دستور کا ماخذ کتاب وسنت کو قرار دیں۔ منصوبہ کے تقاضے کے تحت ہر شخص کو جو اسلام کے لئے کام کرنا چاہے جمع کیا جائے تاکہ وہ ہم سے آملے۔مگر یہ سب صرف گفتگو اور اسکیم تھی تاکہ ہمیں راستہ کا پتہ چل جائے،چنانچہ جب ہم نے کام شروع کرنا چاہا تو استاذ ہضیبی سے اخوان کے مرشد کی حیثیت سے اجازت لینا ضروری سمجھا اس لئے کہ ہمارے فقہی مطالعہ کے نتیجہ میں یہ بات ثابت ہوئی کہ اخوان پر پابندی کا فیصلہ باطل ہے کیوں کہ عبدالناصر کو حق ولایت حاصل نہیں ہے اور ان کی اطاعت مسلمانوں پر اس لئے واجب نہیں کہ وہ اسلام کے مخالف ہیں اور کتاب اللہ سے فیصلے نہیں کرتے ہیں۔میں استاذ ھضیبی سے اس لئے ملی تاکہ ان سے اپنے نام اور عبدالفتاح اسماعیل کے نام سے کام کرنے کی اجازت طلب کروں متعدد ملاقاتوں کے بعد جس میں نے ان سے مقصد اور تفصیلی جائزے کا تذکرہ کیا جسے میں نے اور عبدالفتاح نے تیار کیا تھا تو انھوں نے ہمیں کام کرنے کی اجازت دے دی۔ہمارا ابتدائی قدم یہ تھا کہ بھائی عبدالفتاح اسماعیل پورے مصر کا ضلع،مرکز اور گاؤں کے سطح پر جائزہ لیں گے تاکہ صاف طور پر معلوم ہوجائے کہ مسلمانوں میں سے کون ہمارے ساتھ کام کرنا چاہتا ہے اور کون کام کے لئے مفید ہے ہم نے ابتداء اخوان المسلمین سے اس لئے کی تاکہ وہی اس گروہ کے اولین حصہ بنیں۔

بھائی عبدالفتاح اسماعیل نے اپنا دورہ ان اخوان سے شروع کیا جو جیل سے رہا ہوئے تھے اور وہ لوگ جو جیل سے رہا ہوئے تھے اور وہ لوگ جو جیل گئے تھے ان کے بارے میں یہ اندازہ کریں کہ آزمائش و مشقت نے ان کے صبر واستقامت عزم وحوصلہ کو متاثر تو نہیں کیا۔ قید وبند کی صعوبتوں نے انھیں دعوت سے دور تو نہیں کردیا یا وہ اب بھی اس دعوت کی راہ میں مصیبتیں جھیلنے مظالم سہنے پر آمادہ ہیں، اور وہ اللہ کی راہ میں ہرطرح کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ جائزے کے لئے ضروری تھا کہ ہم اپنے کام کا آغاز زیادہ متاثر علاقوں سے کریں تاکہ ہمیں یہ معلوم ہوسکے کہ کون علاقہ درست ہے۔ ہم ہر علاقے کی رپورٹ کا جسے عبدالفتاح اسماعیل پیش کرتے ایک ساتھ جائزہ لیتے اور میں مرشد سے ملاقات کرتی اور حاصل کردہ نتائج اور متفق علیہ مسائل سے اجمالی طور پر انہیں آگاہ کرتی۔ اور جب ہم ان کے سامنے پیش آنے والی مشکلات کی شکلیں پیش کرتے تو کہتے مسلسل چلتے رہو پیچھے مڑ کر نہ دیکھو لوگوں کے القاب اور شہرت سے دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ تم از سرنو نئی عمارت تعمیر کررہے ہو۔ کبھی وہ تمام چیزوں سے اتفاق کرتے اور کبھی بعض ہدایات دیتے۔ ان کی ہدایت میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ ہمیں اس بات کی وصیت کرتے تھے کہ ہم محلیٰ ابن حزم کی طرف رجوع کریں ۱۹۵۹ء میں اصلاحی تربیت کے پروگرام کی تیاری کے سلسلے میں ہماری ریسرچ مکمل ہوگئی خدا گواہ ہے کہ ہمارے پروگرام میں مسلم فرد کی تربیت کے علاوہ کچھ نہ تھا جو اپنے عرب کے تیئں اپنے فرض کو پہچانے اور اسلامی سوسائٹی کی تشکیل کی ضرورت محسوس کرے جو جاہلی سوسائٹی سے بالکل الگ ہو جب کہ ۱۹۵۴ء کے پابندی کے فیصلے کی وجہ سے اخوان مسلمین کی سرگرمیاں معطل تھیں اس لئے سرگرمیوں کا خفیہ رہنا ضروری قرار پایا۔

اپنے شوہر سے دو ٹوک باتیں

اس سرگرمی میں میری شرکت نے مجھے اس بات سے غافل نہیں رکھا کہ میں مسلم خواتین کے مرکز میں اپنا پیغام پہنچاؤں اور اپنی گھریلو مصروفیات و ذمہ داریاں ادا کروں سوائے اس کے کہ

میرے شوہر محمد سالم نے اس بات کو محسوس کیا کہ بھائی عبدالفتاح اسماعیل اور بعض نیک متقی مسلم نوجوان ہمارے گھر بار بار آتے ہیں چنانچہ میرے شوہر نے مجھ سے پوچھا، اخوان کی یہاں آمدورفت ونشست وبرخاست، یہاں ان کی سرگرمیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کیا واقعی ایسا ہے ؟

میں نے جواب دیا ہاں ! تو انھوں نے مجھ سے ان سرگرمیوں کی کیفیت اوران کی نوعیت جاننا چاہی مختصراً جواب دیا "اخوان کی از سرِنو تنظیم" لیکن جب وہ اخوان کے متعلق مزید استفسار کرنے لگے تو میں نے اپنی شادی کا معاہدہ انھیں یاد دلاتے ہوئے کہا "میرے سرتاج ! آپ یاد کریں، اس شادی پر رضامندی سے قبل میں نے آپ سے کیا کہا تھا ؟

انھوں نے کہا ہاں آپ نے کچھ شرطیں رکھیں تھیں لیکن آج مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ آپ کہیں ظالموں کے ہاتھ نہ پڑجائیں۔ پھر وہ خاموش ہوگئے اور اپنا سر جھکالیا، تو میں نے ان سے کہا: " مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے آپ سے کہا تھا میری زندگی سے متعلق کچھ ایسی شبانہ روز مصروفیت ہیں جن کا جاننا آپ کے لئے ضروری ہے، اس لئے کہ آپ میرے ہونے والے رفیق حیات ہیں: لہذا مناسب ہے میں وہ بات آپ کے گوش گذار کردوں بشرطیکہ آپ اس کے جزئیات کے متعلق استفسار نہیں کریں گے اس کے علاوہ میری چند شرطیں بھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں مسلم خواتین کی تنظیم کی صدر ہوں لیکن اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں وفد کے سیاسی اصولوں کو مانتی ہوں جو صحیح نہیں ہیں۔ جس چیز پر مجھے ایمان ہے وہ اخوان المسلمین کا پیغام ہے۔ مصطفی نحاس سے میرا رابطہ ذاتی دوستی اور ہم خیالی پر مبنی تھا۔ لیکن میں نے حسن البنا، سے اللہ کی راہ میں جہاد پر بیعت کی ہے اور ماسوا اس کے اس سے بحث کہ میں نے ایک قدم بھی ایسا نہیں اٹھایا جو مجھے اس ربانی شرف کے اندرونی دائرے میں روک دے۔ بلکہ مجھے تو مسلسل اس راہ میں پیش قدمی کرنا ہے، میں دن رات یہی خواب دیکھتی ہوں اور اسی کی اُمید رکھتی ہوں۔ لیکن اگر کسی دن آپ کی ذاتی مصلحت اور اقتصادی مشغولیت میرے اسلامی کاموں سے میل نہ کھائے اور میں یہ محسوس کرنے لگوں کہ میری ازدواجی زندگی دعوت اور اسلامی حکومت کے قیام کی راہ میں رکاوٹ بنے گی تو ہم جدا ہوجائیں

گے، اوراس دن میری باتوں کا جواب دینے کے لئے جب آپ نے اپناسر اٹھایا تو اس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے آپ نے کہا تھا۔ آپ کی مادی ضروریات کیا ہیں آپ مہر یا دوسری چیزوں کا کوئی مطالبہ کیوں نہیں کرتیں اور مجھ پر یہ شرط کہ آپ کو اللہ کے راستے سے نہ روکیں مجھے نہیں معلوم کہ آپ کا تعلق استاذ البناء سے ہے البتہ جو میں جانتا ہوں وہ یہ کہ آپ سے اخوان کی تنظیم میں مسلم خواتین کا ذمہ دار ہونے سے اختلاف کیا۔ میں نے الحمد للہ کہا، ہم نے بناء کی شہادت سے پہلے ۱۹۴۸ء میں اخوان کی آزمائش کے دوران اتفاق کیا اور میں نے طے کرلیا تھا کہ میں دعوت کے لیے پورے طور رنگ جاؤں گی۔

میں آج آپ سے یہ مطالبہ تو نہیں کرسکتی کہ آپ اس جہاد میں میرے ساتھ شریک ہوں لیکن مجھے یہ حق تو بہرحال ہے کہ میں آپ سے کہوں کہ آپ مجھے اللہ کی راہ میں جہاد سے نہ روکیں۔ اور جس دن مجھے مجاہدین کی صفوں میں جانے کی ضرورت ہوگی آپ مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ میں کیا کررہی ہوں اس مرد کو اس عورت پر مکمل اعتماد ہونا ضروری ہے جس سے وہ شادی کررہا ہے اور جو اپنی ابتدائی جوانی میں اپنے آپ کو اسلامی حکومت کے قیام اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے وقف کرچکی ہو۔ لیکن اگر کہیں یہ شادی دعوت اسلامی سے متعارض ہوئی تو یہ تعلق ٹوٹ جائیگا اور میرا وجود صرف دعوت اسلامی کے لئے باقی رہیگا ایک لمحہ کے لئے میں خاموش ہوئی پھر میں نے ان کی طرف رخ کرکے کہا؛ آپ کو یاد آیا؟ انھوں نے کہا ہاں۔ تو میں نے کہا۔ بس تو آپ اپنے وعدہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس سلسلہ گفتگو کو یہیں ختم کیجئے اور مجھ سے یہ نہ پوچھیے کہ میں کس سے ملتی ہوں، کیا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ میرے جہاد کے اجرا کو اپنے فضل سے ہم دونوں کے درمیان تقسیم کردے اور میرے عمل کو قبول فرمائے۔ میں جانتی ہوں کہ آپ کو مجھے حکم دینے کا حق ہے اور مجھ پر آپ کی اطاعت واجب ہے اور اس کی دعوت ہماری ذات کے مقابلے میں زیادہ بیش قیمت ہے اور اس وقت ہم دعوت کے نازک ترین دور سے گذر رہے ہیں۔

میرے اس جواب پر انھوں نے کہا" میں بیجا استفسار پر شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عزم

وحوصلہ دے آپ اپنا کام جاری رکھیں، اے کاش کہ میں زندہ رہوں اور دیکھوں کہ اخوان کا مقصد حاصل ہوگیا اور اسلامی حکومت قائم ہوگئی؛ کاش کہ میں بھی جوان ہوتا تو تم لوگوں کے ساتھ کام کرتا۔"

ہماری سرگرمیاں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئیں نوجوانوں کا میرے گھر پر رات دن تانتا بندھا رہتا میرے شوہر دروازے کی کھٹ کھٹاہٹ آدھی رات کو بھی سنتے تو بستر سے اٹھ کر آنے والوں کے لئے دروازہ کھولتے، انہیں ملاقاتی کمرے لے جاتے، پھر اس خاتون کے کمرے میں جاتے جو گھر کے کام سنبھالتی تھیں اسے بیدار کر کے آنے والوں کے لئے کھانا اور چائے تیار کرنے کو کہتے پھر میرے پاس آتے مجھے نرمی کے ساتھ بیدار کرتے اور کہتے کہ تمہارے کچھ بچے دفتر میں آئے ہیں ان کے چہرے سے تھکن یا سفر کی علامتیں واضح ہیں۔ میں اپنے کپڑے پہن کر ان کے پاس جاتی پھر شوہر سونے کیلئے چلے جاتے اور مجھ سے کہتے اگر آپ سب فجر کی نماز جماعت سے پڑھیں تو مجھے بھی بیدار کردیں تاکہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ سکوں میں جواب دیتی انشاء اللہ۔ ہم نماز پڑھنے تو ان کو بیدار کردیتے تاکہ وہ ہمارے ساتھ نماز پڑھ لیں نماز سے فارغ ہوکر وہ موجودہ لوگوں کو بھی ایک شفیق و مہربان باپ کی طرح سلام و دعا کر کے اپنے کمرے میں چلے جاتے۔

امام شہید سید قطب سے ملاقات

۱۹۶۲ء میں اخوان کے مرشد عام استاذ حسن ہضیبی کی اجازت اور عبدالفتاح اسماعیل کی موافقت سے میں سید قطب کی رشتہ دار خواتین سے ملی تاکہ میں امام فقیہہ مجاہد سید قطب سے قید خانہ میں ملاقات کرسکوں اور بعض تحقیقات کے سلسلہ میں ان کی رائے نیز ان کی ہدایات سے رہنمائی حاصل کرسکوں۔

میں نے حمیدہ قطب سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ بھائی سید قطب تک ہمارا سلام پہنچائیں اور اسلامی نصاب کا جائزہ لینے والی جماعت کی ان کی رائے سے رہنمائی حاصل کرنے

کی خواہش بھی پہنچا دیں، میں نے ان کو حمیدہ قطب امراجع کی وہ فہرست دیں جسے ہم لوگ پڑھا کرتے تھے اس میں تفسیر ابن کثیر، محلی ابن حزم شافعی کی الام، ابن عبدالوہاب کی توحید کی کتابیں، سید قطب کی فی ظلال القرآن شامل تھیں۔ تھوڑی دیر بعد میرے پاس حمیدہ واپس آئیں اور مجھے سورۂ انعام کے دوسرے ایڈیشن کے مطالعہ کا مشورہ دیا، نیز مجھے ایک کتاب کا مسودہ دیتے ہوئے کہا کہ سید اس کو چھپوانے والے ہیں اور اس کا نام معالم فی الطریق ہے، سید قطب نے اس کی تالیف کا کام جیل میں انجام دیا ہے، پھر ان کی عزیزہ نے مجھ سے کہا" جب تم ان صفحات کو پڑھ لوگی تو میں تمہارے پاس دوسرے اوراق لاؤں گی۔

مجھے پتہ چلا کہ مرشد اس کتاب کے مسودہ کو دیکھ چکے تھے اور سید قطب کو اس کے چھپوانے کی تاکید کی تھی۔ جب میں نے مرشد سے دریافت کیا تو فرمایا اللہ کی برکت، اس کتاب نے میری تمام امیدیں سید سے وابستہ کردی ہیں خدا اس کی حفاظت فرمائے۔ میں اسے پڑھ چکا ہوں اور اس کا مطالعہ دوسری بار بھی کرچکا ہوں۔ بلاشبہ اب سید قطب ہی دعوت کے لیے ہمارا مرکز آرزو ہیں انشاء اللہ۔ مرشد نے مجھے کتاب کا مسودہ پڑھنے کے لئے دیا اس وقت وہ ان کے پاس طباعت کی اجازت کے لئے تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو مرشد کے گھر کے کمرہ میں بند کرلیا اور "معالم فی الطریق" کا مکمل مطالعہ کرکے ہی باہر نکلی۔ اس کے بعد ہم نے نوجوانوں میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ اور مطبوعات کی تقسیم کے سلسلے میں دوبارہ غوروفکر کیا تاکہ نوجوان اس کا مطالعہ کرسکیں۔ اور وہ حلقوں میں وسیع پیمانہ پر پڑھے جائیں۔ خیالات میں اتفاق تھا اور مقاصد میں ہم آہنگی تھی چنانچہ مطالعہ کا منصوبہ ان ہدایات وصفحات سے ہم آہنگ ہوتا جو ہم تک امام سید قطب کی جانب سے جیل کے اندر سے پہنچتا۔ کتنے بابرکت وسعید تھے وہ دن، کتنی پرنور اور حسین تھیں وہ راتیں اور کتنے پاک ومقدس تھے وہ لمحات جب کہ نوجوانوں کی اچھی خاصی تعداد قرآن سیکھنے اور سمجھنے کے لئے جمع ہوتی۔ قرآن کی دس آیتیں پڑھی جاتیں، ان کے معانی ومطالب پر غور ہوتا، ان کے احکام واوامر سمجھے جاتے پھر ان کے مقاصد اور مسلمانوں کی موجودہ زندگی میں انہیں چسپاں کرنے لاگو

کرنے کے بارے میں غور کیا جاتا۔ اس طرح ان دس آیتوں کو سمجھنے کے بعد پھر ہم لوگ اصحابؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے دوسری آیتوں کی طرف متوجہ ہوتے وہ خوشگوار دن گزر گئے جب کہ اللہ کی نعمت ہم پر سایہ فگن رہتی تھی اور ہم قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اپنی ذات کی تربیت کرتے تھے اور دوسرے افراد کو دعوت کے لئے تیار کرتے تھے۔ ایسے نوجوان ہوتے جو سچی منصفانہ دعوت کے قیام کی تیاری کی ضرورت کا احساس کرتے اور ایسی نئی نسل کی تیاری کو ضروری سمجھتے جن کے بارے میں ہمیں اُمید ہوتی کہ وہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ہدایت ورہنمائی کا فریضہ بطریق احسن ادا کر سکیں گے۔

ہم نے امام ہضیبی کی اجازت اور امام سید قطب کی ہدایات کی روشنی میں طے کیا کہ تربیت، تشکیل، تیاری اور انسانوں میں عقیدہ و توحید کے جمانے کی مدت جاری و ساری رہے، اور اس بات پر یقین رہے کہ اس وقت تک کوئی حکومت اسلامی نہیں، کوئی اسلام نہیں جب تک کہ فیصلے اور ان کا نفاذ اسلامی قانون اور کتاب و سنت کے مطابق نہ ہونے لگے تاکہ قرآنی قانون مسلمانوں کی زندگی پر حاوی رہے۔ ہم نے طے کیا کہ ہمارا انٹرنیٹی پروگرام مکہ میں دعوت کی عمر کے مطابق تیرہ سال پر محیط ہوگا۔ چونکہ امت اسلامیہ کی اصل زمین اب وہ اخوان ہیں جو اللہ کی شریعت و احکام سے چمٹے ہوئے ہیں اس لئے ہم اس بات کے پابند ہوں گے کہ اپنے اندرونی اسلامی حلقوں میں کتاب و سنت میں موجود اوامر و نواہی کو عملاً قائم کریں اور ہم پر امام کی اطاعت واجب ہے جس سے ہم نے بیعت کی اس طور کہ حدود کا نفاذ اسلامی حکومت کے قیام تک ملتوی رہیگا اس پر یقین رکھتے اور اس کا دفاع کرتے ہوئے، ہمیں یہ بھی یقین تھا کہ آج زمین ایسے حصہ سے خالی ہے جس میں امت اسلامیہ کی صفات پورے طور پر موجود ہوں جیسا کہ نبوت و خلافت راشدہ کے دور میں تھا اسی لئے اس اسلامی تنظیم پر جہاد واجب ہے جو زمین پر اللہ کی حکومت کا قیام اور اس کے دین کا نفاذ چاہتی ہے یہاں تک کہ تمام مسلمان اسلام کے زیر نگیں

آجائیں تب دین حنیف قائم ہو جائے گا نعروں کی شکل میں نہیں بلکہ واقعاتی اور عملی روپ میں۔

اسی طرح ہم نے عالم اسلام کے حالات کا جائزہ لیا اور خلافت راشدہ سے مثالیں لے کر اس کا موازنہ کیا جس کا ہم قیام چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے موجودہ المناک حقائق کا گہرا جائزہ لینے کے بعد طے کیا کہ یہاں کوئی بھی ایسی حکومت نہیں ہے جس پر یہ چیزیں منطبق ہوتی ہوں اور ہم نے سعودی عرب کو بعض تحفظات کے ساتھ مستثنیٰ کر دیا کہ مملکت اس کو سمجھے اور اس کی تصحیح کی کوشش کرے۔

حالات کا تجزیہ کرنے سے یہ بات بالکل صاف طور پر ابھر کر سامنے آگئی کہ حکومت قطعاً غیر اسلامی، لادینی ہے۔ گرچہ حکومت کی طرف سے بارہا اس بات کا اعلان ہوا کہ وہ اللہ کے قانون کو نافذ کر رہی ہے۔ اس جائزے کے بعد ہم نے یہ طے کیا کہ نوجوانوں، بزرگوں، عورتوں اور لڑکیوں کی اسلامی تربیت کے ۱۳ سال گذر جانے کے بعد ہم ملک میں مکمل سروے کریں گے۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد اگر ہم نے قوم کے ۷۵ فیصد افراد کو اپنا ہمنوا۔ اس معنی میں کہ اسلام اور سیاست دو علیحدہ چیزیں نہیں بلکہ سیاست مذہب اسلام کا نہایت اہم اور بنیادی جز ہے۔ پایا تو ہم ملک میں اسلامی حکومت کا مطالبہ کریں گے۔ اس کے برعکس اکثریت ان لوگوں کی رہی جو بر بنار جہالت مذہب اور سیاست میں تفریق کرتے ہیں اور قرآن وسنت سے ناواقفیت کی بنا پر مذہب اسلام اور سیاست کو دو علیحدہ چیزیں مانتے ہیں تو ہم پھر۔ آئندہ دہائی کے لئے عوام کی اسلامی خطوط پر تربیت و مطالعہ کی طرف بھرپور توجہ دیں گے۔ اور ہمارا یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک کہ قوم دشمنان خدا کی اس شر انگیز تفریق کی عملاً نفی نہ کر دے اور اسلام کو نظام حیات کی حیثیت سے قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے۔ نسلوں کی آمد و رفت ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی بلکہ ہماری نظر صرف اپنی تیاریوں، اپنی سعی وجہد پر مرکوز رہنی چاہیئے۔ اور اس راہ میں ہم مسلسل جد وجہد کرتے رہیں صرف موت ہی ہمیں اس جد وجہد سے روک سکے گی۔ اس وقت ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا جھنڈا اپنے بعد آنے والی بیٹیوں کو سونپ دیں گے۔

مرشد استاذ ہضیبی کی خواہش کے مطابق استاد محمد قطب سے ہمارا رابطہ رہتا تھا وہ نئے

مصر میں میرے گھر پر ہم لوگوں سے ملاقات کرتے تھے: تاکہ نوجوانوں سے ان باتوں کی تشریح کر سکیں جو ان کی سمجھ میں نہ آئیں ہوں۔ نوجوان بھی ان سے وضاحتیں چاہتے اور ان سے خوب سوالات کرتے تھے جن کے وہ تسلی بخش جوابات دیا کرتے تھے۔

باب سوم

باب سوم

سازش

استاذ سید قطب جیل سے رہا ہوئے ان کی رہائی سے چند ماہ قبل مجھ پر ناکام قاتلانہ حملہ کیا جا چکا تھا۔ جیسا کہ میں نے شروع میں بتایا۔ سید قطب کی جیل سے رہائی کے سبب کے متعلق ہم تک یہ خبر پہنچی کہ امام سید قطب کو جیل سے اس لئے نکالا جا رہا ہے تاکہ ان کو آسانی سے قتل کر دیا جائے محکمہ خفیہ قتل کی اس سازش کو آخری شکل دے چکا ہے اور عبدالفتاح اسماعیل بھی قتل کئے جانے والوں کی فہرست میں ہیں۔ ہم ان تمام باتوں سے بے نیاز ہو کر اللہ کے بھروسہ پر کام کرتے رہے ہم نے اپنی دعوت میں سستی نہ آنے دیں۔ البتہ ہم ظالم حکمرانوں کی دھمکیوں اور ان کی ناپاک سازشوں کا جائزہ ضرور لیتے رہتے دراصل وہ لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ یہ ایک فکری تحریک ہے جس کی قیادت سید قطب جیل کے اندر سے کر رہے ہیں۔ اور جیل کے باہر اخوان اس کے عملاً نفاذ و ترویج کے لئے سرگرداں ہیں جن کی رہنمائی عبدالفتاح اسمٰعیل اور زینب الغزالی کر رہے ہیں۔ اس دوران ہمیں یہ مصدقہ اطلاعات ملیں کہ امریکی اور روسی خفیہ جاسوسی نظام نے ناصر کو رپورٹ پیش کی ہے اس میں انھوں نے ناصر کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اب پوری سنجیدگی کے ساتھ اخوان اور ان کی سرگرمیوں کے خاتمہ کے لئے کام کریں ورنہ اندیشہ ہے کہ فوجی حکومت نے عوام کو اسلامی فکر و خیال سے دور

رکھنے اور اسلام کے ذریعہ اصلاح و تربیت کے عمل کے سلسلے میں انھیں مایوس کرنے میں جو کچھ کامیابی حاصل کی ہے وہ سب خاک میں مل جائے گی۔ اب حکومت کو ہر ممکن تدبیر اخوان اور ان کی دعوت وفکر کے خاتمہ کے لئے اختیار کرنی چاہیئے۔" عبدالناصر کو امریکی یا روسی انٹیلی جنٹس نے جو رپورٹ پیش کی تھی اس کی روشنی میں خود عبدالناصر بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ اسلامی تحریک کا وجود اس کی موجودہ ڈکٹیٹر حکومت کے خاتمہ کے مترادف ہے۔ اگست ۱۹۶۵ء کی ابتدا میں مجھے یہ خبریں ملیں کہ ان لوگوں کی فہرست تیار ہو گئی ہے جنہیں گرفتار کیا جانا ہے۔ اس فہرست میں نمایاں طور پر پہلی لائن میں استاذ سید قطب، زینب غزالی، عبدالفتاح اسماعیل اور محمد یوسف حواش کے نام تھے۔ ۵ اگست کو مجھے سید قطب کی گرفتاری کی اطلاع ملی میں اس وقت کچھ بہنوں سے بات چیت کر رہی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، فون پر مجھے بتایا گیا کہ سید قطب کے گھر کی تلاشی لی گئی ہے اور انہیں بھی تلاش کیا جا چکا ہے۔ ان کے بھائی استاد احمد قطب چند دن پہلے ہی گرفتار ہو چکے تھے میں نے اپنے شوہر سے جو اس وقت راس البیر میں تھے کہا کہ وہ سید قطب کے بارے میں اطمینان بخش اطلاع دیں ایک گھنٹہ کے بعد میرے شوہر کا ٹیلی فون آیا انھوں نے ان کی گرفتاری کی تصدیق کر دی۔ ہم نے بہنوں کا اجتماع ملتوی کر دیا تاکہ دیکھیں ان گرفتاریوں کے بعد کیا ہوتا ہے۔ سید قطب کی گرفتاری کی خبر تمام نوجوانوں پر بجلی بن کر گری ہم لوگوں کی تو بات ہی دوسری تھی بضیبی نے تو تمام ذمہ داریاں سید قطب ہی پر ڈال دی تھیں، ہمارے ان سے تمام رابطے ہضیبی کے حکم کے مطابق ہوتے تھے۔ ان کی گرفتاری کے بعد ہماری ذمہ داری تھی کہ ہم مرشد عام سے رجوع کریں اور ان سے یہ معلوم کریں کہ سید کے بدلے کون ذمہ دار ہو گا۔

میں اور عبدالفتاح دونوں ان واقعات کے پیش آنے سے پانچ دن قبل ایسے حادثہ کے متعلق سوچ رہے تھے چنانچہ اس واقعہ کے بعد عبدالفتاح نے مجھ سے ملاقات کی اور اسکندریہ میں مرشد عام سے ملاقات کرنے کے لئے سفر کرنے کی ہدایت کی اور ایک نوجوان کا مجھ سے تعارف کرایا کہ وہ ان کی گرفتاری کی صورت میں رابطے کی کڑی ہو گا لیکن چند گھنٹوں کے بعد انھوں نے

مجھے یہ پیغام بھیجا کہ میں گھر میں رہوں اور اسکندریہ کا سفر ملتوی کردوں، مگر میں مرشد سے رابطہ قائم کر چکی تھی اور ان کی اہلیہ بھی اسکندریہ سے آگئیں تھیں اور یہ طے پایا کہ ہم ہفیبی سے مسلسل رابطہ قائم رکھیں گے اس دفعہ ہمارے درمیان ذریعہ رابطہ بننے کے لئے جس بھائی کا تعارف کرایا گیا وہ مصطفیٰ امرسی تھے۔ میں مرشد عام سے ملی اور ان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ اور جو کچھ ہم نے طے کیا تھا اس سے انھیں باخبر کیا انھوں نے اس کی تائید کی وہ گرفتاریوں کے خبر سے بالعموم اور سید قطب کی گرفتاری سے بالخصوص شدید طور پر متاثر تھے پھر مزید لوگوں کی گرفتاری کی خبریں آنے لگیں اور یہ تعداد ہزاروں تک جا پہنچی میری گرفتاری کے بعد شمس بدران نے عبدالناصر کے سامنے یہ قسم کھائی کہ انھوں نے ۲۰ دن میں ایک لاکھ اخوان کو گرفتار کیا اور ان سے سجن حربی، قلعہ کا قید خانہ، ابوزوال کا قید خانہ اسکندریہ اور طنطہ کی جیل اور دوسری بہت سی جیلوں کو بھر دیا۔ ۱۹ اگست کو مجھے پتہ چلا کہ محترم فاضلہ جن کی عمر ۸۵ برس سے متجاوز تھی وہ اُم احمد کے نام سے بھی مشہور تھیں انہیں گرفتار کرلیا گیا ہے وہ دعوت اسلامی کے پہلے دن ہی سے ہماری ہم سفر تھیں، امام حسن البناؒ کے ساتھ قدم بہ قدم چلیں تھیں اور ان کا ان خاندانوں کی امداد میں بہت بڑا حصہ تھا جن کے گھر کے ذمہ دار ناصر کے قید خانوں اور جیلوں میں بھرے ہوئے تھے ان کا ہم لوگوں سے مستقل رابطہ تھا میں ان کی گرفتاری سے بیحد متاثر تھی چند منٹ خاموش رہنے کے بعد میں نے ان کے بھانجے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:" عزیزم! کتنی خوش آئند بات ہے کہ ابھی بھی اسی روئے زمین پر ایسی مومنہ اور مجاہدہ خاتون موجود ہیں جو اپنی عمر کے انتہائی ضعیفی کے دور میں بھی حکومت الہیہ اور نظام مصطفیٰ کے قیام کے لئے جیلوں اور قید خانوں کی صعوبتیں ہنسی خوشی برداشت کرتی ہیں لیکن باطل کے آگے سپر نہیں ڈالتیں سلامتی ہوان پر، راضی ہو ان کا خدا ان سے۔

میں نے اپنی اسلامی بیٹی غادہ عمار کو بلا بھیجا اور اس سے کہا:" آج ایک بڑی مجاہدہ محترمہ فاضلہ جو اُم احمد کے نام سے مشہور تھیں اور شبلہ کے علاقے کی رہنے والی تھیں گرفتار کرلی گئیں ہیں میں دعوت و تبلیغ اور قیدیوں کے خاندانوں کے لئے اخراجات کے لئے جو رقم تمہارے سپرد کر رہی

ہوں میری گرفتاری کی صورت میں تم اسے مرشد یا قطب کی اولاد کے حوالے کر دینا۔ میں نے غادہ کو وہ مظروف سپرد کیا جس میں جماعت کی اعانت کی رقم تھی جو اخوان کے چندے سے جمع ہوئی تھی۔ بعد میں مجھے جیل میں معلوم ہوا کہ غادہ نے اس رقم کو میری اسلامی بیٹی فاطمہ عیسیٰ کے حوالہ کر دیا تھا اور ان وحشی درندوں نے جب اسے گرفتار کیا تو اس مال پر بھی قبضہ کر لیا جو غلہ کی قیمت، مکانات کے کرائے، قیدیوں کے خاندانوں اور اولاد کے علاج و معالجہ اور تعلیم کے اخراجات کیلئے تھا، وہ لوگ جو کبھی کسی جرم میں ملوث نہ تھے فوجی انقلابی حکومت نے ان کے خاتمہ کا فیصلہ محض اس وجہ سے کیا ہے کہ وہ امت اسلامیہ کے احیاء کے لئے "تاریخ میں دوامی حیثیت حاصل کر لیں گے ———— مجھے اس کا علم اس وقت ہوا جب جیل میں غادہ عمار اور علیہ ہضیبی آئیں انھوں نے مجھے تفصیلات سے آگاہ کیا تو میں نے ان لوگوں سے یہی کہا گھبراؤ نہیں" اللہ ہمارے لئے کافی ہے، وہی بہترین کارساز ہے، ہمارا حقیقی ٹھکانہ تو آخرت ہے یہ دنیا فانی ہے۔

میرے لئے وہ بڑے اذیت ناک لمحات تھے جن میں نئی گرفتاریوں کی خبریں مجھے مل رہی تھیں دوسری دفعہ قاصد میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ میں مرشد سے ملاقات کے لئے اسکندریہ روانہ ہو جاؤں۔ یہ ۱۹ راگست کی بات ہے میں سفر کی تیاریوں میں مصروف تھی کہ دوسرا قاصد میرے پاس آیا اور دوسرے احکامات کے آنے تک مجھ کو سفر ملتوی کر دینے کا پیغام دیا۔

میری باری آئی

۲۰ راگست جمعہ کے دن فجر کے وقت ظالم حکمراں اور طاغوت کے افراد میرے گھر میں گھس گئے اور جب میں نے ان سے تلاشی کا اجازت نامہ طلب کیا تو وہ بولے اجازت؟ کیسی اجازت؟ کس کی اجازت؟؟؟ پاگل ہو گئی ہو تمہیں معلوم نہیں کہ ہم ناصر کے دور میں ہیں ہم تمہارے ساتھ جو چاہیں کریں گے کتو!۔

وہ ہسٹریائی انداز میں قہقہے لگاتے ہوئے کہنے لگے، اخوان پاگل ہیں، عبدالناصر کے دور میں تلاشی کا اجازت نامہ مانگتے ہیں اور وہ گھر میں گھس کر چیزوں کو الٹنے پلٹنے لگے اور ایسی توڑ پھوڑ مچائی کہ گھر کی کسی شئے کو صحیح سالم نہ رہنے دیا۔ اور اس تمام کارروائی کے دوران میں بے بسی کے ساتھ انھیں حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور وہ اپنی من مانی کرتے ہوئے گھر کے اسباب کو تباہ کر رہے تھے آخر میں انھوں نے میرے بھتیجے ٹیچرس کالج کے اسٹوڈنٹ۔ محمد الغزالی کو کو گرفتار کر لیا وہ میرے ساتھ میرے بیٹے کی طرح رہا کرتا تھا۔ پھر ان لوگوں نے مجھ سے کہا: "تم گھر نہ چھوڑو" میں نے کہا کیا اس کا مطلب۔ میں یہ سمجھوں کہ میں نظر بند ہوں؟ ان لوگوں نے جواب دیا دوسرے احکام کے آنے تک تمہارے گھر کی نگرانی جاری رہے گی؟ اگر تم نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو گرفتار کر لی جاؤگی۔

میں نے خیال کیا کہ شاید معاملہ نظر بندی تک ہی ہے۔ میری پڑوسی خاتون کے شوہر اور ان کے بچے مجھ سے ملنے کیلئے آئے اس وقت میں گرفتار ہونے کی صورت میں ہنگامی تیاری میں مصروف تھی میں نے اپنی پڑوسن کے شوہر سے گھر سے چلے جانے کی درخواست کی اس اندیشہ سے کہ کہیں وہ بھی گرفتار نہ کر لئے جائیں جس طرح کہ میرے بھتیجے کو قید کر لیا گیا تھا۔ مگر میرے بار بار سمجھانے کے باوجود کہ یہ فضول بحث و مباحثہ کا وقت نہیں وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلے اور گھر ہی میں ٹھہرنے پر اصرار کرتے رہے۔

اس وقت جب ہم دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے طاغوتی نظام کے ایجنٹ ایک بار پھر گھر میں گھس آئے اور باقی ماندہ چیزوں پر ٹوٹ پڑے میرے آدھے سے زیادہ دفتر کو انھوں نے تباہ کر دیا اور تجوری پر قبضہ کر لیا اس دوران کتب خانہ کی بعض اہم اور قدیم کتابوں خصوصاً تفسیر حدیث، فقہ اور تاریخ کی کتابوں کو محفوظ رکھنے اور ان درندوں کی دسترس سے دور رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکی اس کے ساتھ ہی مسلم خواتین کے رسالہ کے ان تین شماروں کے مسودہ کو بھی نہ بچا سکی جن کی اشاعت پر ۱۹۵۸ء میں ایک فوجی حکم کے ذریعہ پابندی عائد کر دی گئی تھی الغرض

ان لوگوں نے جس چیز کو چاہا ضبط کر لیا اور جسے چاہا تلف کر دیا۔ تجوری کا ایک دلچسپ قصہ ہے دراصل وہ تجوری میرے شوہر کی تھی جس میں میری بھی بعض چیزیں تھیں۔ انھوں نے جب مجھ سے اس کی کنجی مانگی تو میں نے کہا کہ وہ میرے شوہر کے پاس ہے جو گرمی کی چھٹیوں میں سفر پر گئے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر وہ لوگ زور زور سے چلانے لگے اور ان میں سے ایک نے اپنے آدمی کو پکار کر سیف کھولنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک شخص آگے بڑھا اور اپنے پاس موجود چابیوں سے سیف کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے جب ان سے ضبط کی جانے والی چیزوں کی رسید طلب کی تو وہ میری ہنسی اڑاتے ہوئے بولے، رسید؟ تمہیں ان کی رسید چاہیے؟؟؟ چلو ابھی ہم تمہیں رسید دیتے ہیں، پاگل کتو! یہ کہہ کر انھوں نے دھکیل کر مجھے گاڑی میں بیٹھا دیا جہاں میرا بھتیجہ جسے انھوں نے صبح گرفتار کیا تھا۔ پہلے سے موجود تھا۔ میں نے بھتیجے سے پوچھا کیسے ہو محمد؟ مگر اس نے مجھے جواب نہ دیا جس سے میں سمجھی کہ اُسے نہ بولنے کی ہدایت کی گئی ہے اور وہ اُسے گھر تک اس لیے لائے تھے تاکہ وہ ان کی رہنمائی کرے کیونکہ یہ لوگ فجر کے وقت آنے والوں سے الگ تھے۔

گاڑی ہمیں لے کر راستہ طے کرنے لگی حتی کہ میں فوجی قید خانہ پہونچ گئی اور اس کا علم مجھے گیٹ پر لگے ہوئے بورڈ سے ہوا۔ موٹر ایک بڑے سے گیٹ میں داخل ہوئی اور اب ہم جیل کے اندر تھے۔ جیل کے اندر پہنچنے کے بعد مجھے موٹر سے اتارا گیا اور ایک درندہ نما انسان مجھے ایک کمرے کی جانب لے کر چلا جہاں بیٹھے ہوئے دوسرے شخص نے مجھ سے اُلٹے سیدھے سوالات کئے۔ اس کے بعد یہاں سے مجھے دوسرے کمرے میں لے جایا گیا جہاں ایک قوی ہیکل سیاہ فام پہلے سے میرا منتظر تھا اس نے میرے ساتھ آنے والے شخص سے میرا نام دریافت کیا تو میرے ساتھ والے شخص نے ایک بھدی سی گالی کے ساتھ میرا نام اسے بتایا۔ اب وہ سیاہ فام خونخوار نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے گلا پھاڑ کر چیخا "تو کون ہے۔ میں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا "زینب الغزالی الجبیلی"۔ میرا اتنا کہنے ہی اس نے ایسی ایسی مغلظات سنانا شروع کیں

جو میں نے اپنی زندگی میں اس سے قبل کبھی نہ سنی تھیں۔ وہ شخص جو مجھے پکڑے ہوئے کھڑا تھا چلا کر گالیاں دیتا ہوا بولا" کمبخت حضور والا کے سوالات کا تمیز سے جواب دے جن کے سامنے تو اس وقت کھڑی ہے۔

میں نے کہا تم لوگوں نے مجھے گرفتار کیا اور میری کتابیں اور جو کچھ اسباب خانہ، نقدی وغیرہ تھی سب لے لیا، مجھے امید ہے کہ ان چیزوں کو نوٹ کیا جائے گا تاکہ رہائی کے بعد میرا حق مجھ کو واپس کیا جائے۔ نام نہاد آمارتی نے جو بعد میں شمس بدران کی حیثیت سے سامنے آیا غرور و تکبر میں چور ہو کر نہایت حقارت آمیز جواب دیا" اے ...... ہم تجھے ایک گھنٹہ بعد قتل کر دیں گے۔ کیسی کتابیں؟ کیسا خزانہ؟ کیسی رسید؟ تو تھوڑی دیر میں فنا کے گھاٹ اتار دی جائے گی۔ بڑی آئی اپنا حق مانگنے والی، یہ کہتے ہوئے کئی گالیاں اس نے مجھے دے ڈالیں پھر بولا ہم تجھے بھی اس قید خانہ میں اسی طرح دفن کر دیں گے جیسے کہ تجھ سے پہلے دسیوں تیرے ساتھیوں کو دفن کر چکے ہیں یہ کہہ کر وہ بدیانی انداز میں قہقہے لگاتا رہا اور جو گالی اس کی منہ میں آئی بکتا رہا۔

میں جواب نہ دے سکی کیونکہ الفاظ انتہائی بازاری، سوقیانہ، رکیک اور سب و شتم کے اس آخری حد سے بھی گرے ہوئے تھے جس کا تصور بھی کوئی شریف انسان نہیں کر سکتا چہ جائیکہ جواب دینا۔ اس نشہ سے چور بدمعاش نے اس آدمی سے جو میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا کہا کہ اس کو لے جاؤ وہ بولا کہاں؟ اس نے کہا وہ لوگ جانتے ہیں۔" اور ظالم مجھے وحشیانہ انداز سے کھینچتا اور گالیاں دیتا ہوا لے گیا۔ دروازہ پر دیو قامت، شیطان نما انسان نے گالی دے کر میرا نام پکارا میں نے پلٹ کر دیکھا تو گہرے سیاہ دھواں کی تاریکی اسے لپیٹے ہوئے ہے میں نے آہستگی سے کہا شیطان رجیم سے میں اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ پھر میں اللہ سے دعا کرنے لگی کہ اے اللہ مجھ پر سکینت نازل فرما اور آزمائش میں مجھے ثابت قدم رکھ اور میرے دل کو اپنے ذکر سے مربوط رکھ اور مجھے ایسی رضا دے جو تجھ کو راضی کرے۔

مجھے یہاں تک لانے والے درندے نے اس شیطان سے کہا" یہ رہی جناب" اس نے

میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اسے ۲۴ نمبر میں لے جاؤ اس کے بعد تم میرے پاس آؤ، میرے ہاتھ کو پکڑے رکھنے والا سنگ دل شیطان مجھے لے کر چلا اور ایک کمرہ میں مجھے داخل کر دیا، وہاں میں نے دو آدمیوں کو ایک آفس میں بیٹھا دیکھا ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک ڈائری تھی جسے میں پہچانتی تھی کیونکہ وہ بھائی عبدالفتاح اسماعیل کی مخصوص ڈائری تھی جسے وہ قران کے حلقوں میں درس کے وقت نکالتے تھے اور اس میں بعض اشارات نوٹ کرتے تھے۔

پس میں سمجھ گئی کہ وہ اور چند دوسرے اخوان گرفتار کئے جا چکے ہیں کیونکہ اس وقت ان کے یہاں اجتماع تھا۔ اس تصور سے میں کانپ گئی اور مجھے اندیشہ ہوا کہ بعض شیطان اس حالت کو دیکھ نہ لیں، عصر کی اذان میرے کانوں میں پڑی اور اس شیطان نے میری گردن چھوڑ دی تھی۔ میں اپنی جگہ رہی خدا نے اس کو مجھ سے دور کر دیا تھا میں نے نماز ختم ہی کی تھی کہ وہ پھر مجھ پر جانور کی طرح ٹوٹ پڑا۔

کمرہ ۲۴ کا راستہ

وہ شیطان مجھے لے کر نکلا اور وہ مضبوطی سے میرے دونوں ہاتھ باندھے ہوئے تھا، ہمارے ساتھ ساتھ دو سیاہ فام درندے ہنٹر لئے ہوئے چل رہے تھے۔ وہ مجھے سجن حربی کے مختلف حصوں میں لئے لئے پھرے اور میں نے اخوان کو دیکھا کہ وہ ننگے بدن ستونوں سے بندھے ہوئے ہیں اور ہنٹروں کی ضرب مسلسل سے ان کی کھال ادھڑی جا رہی ہے بعض پر کوڑے برسائے جانے کے بعد کتے چھوڑ دیئے گئے تھے تاکہ وہ ان کے جسموں کو چیریں پھاڑیں۔ ان میں سے کچھ دیوار کی طرف منہ کئے کھڑے جبر و تشدد کا نشانہ بننے کے لئے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ میں ان میں سے بیشتر مومن متقی نوجوانوں کو جانتی تھی وہ خدا کی راہ میں میرے عزیز اور بیٹے تھے، تفسیر و حدیث کی مجالس کے روح رواں تھے، اور میرے گھر، ان کے گھر، ابن ارقم کے گھر دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں خدا اور رسول کے ذکر سے منور رہتے۔

ان مظلوموں سے اکثر کو میں پہچانتی تھی۔ انسانیت کے ساتھ یہ بھیانک مذاق مسلمان ہونے اور جذبہ جہاد سے سرشار ہونے کی خدا کی راہ میں جہاد کرنے کی اتنی دردناک اور دلدوز سزائیں ـــ میں حیرت زدہ تھی ـ ان کی استقامت پر، ان کے صبر و تحمل پر۔ مجھے رشک آرہا تھا ان مجاہدین کے جذبہ جہاد پر۔ توحید کے یہ فرزند۔ جن میں نوجوان تھے ادھیڑ عمر کے تھے بوڑھے اور ضعیف بھی تھے، ان میں عورتیں بھی تھیں، نوعمر لڑکیاں بھی تھیں۔ تمام کی حالت ابتر لہولہان اور زخمی، کسی کی پیٹھ سے کوڑوں کی ضرب کی وجہ سے خون رس رہا تھا۔ کسی کا چہرہ نچا ہوا تھا تو کسی کے کپڑے تار تار تھے، خدا کے آگے سجدہ ریز ہونے والی پیشانیوں سے خون بہہ رہا تھا لیکن ان پر نور تھا، طمانیت تھی۔ کسی کو صلیب پر لٹکا رکھا گیا تھا اور کسی کو چھت سے الٹا لٹکا رکھا تھا۔ میں یہ منظر زیادہ دیر تک نہ دیکھ سکی۔ دفعتہً صلیب پر لٹکے ہوئے ایک نوجوان نے مجھے دیکھ لیا اور اپنی پوری طاقت سے چیخ کر اس نے مجھے پکارا" اے ماں، ماں! خدا آپ کو ثابت قدم رکھے۔ خدا تمہیں بھی صبر و قوت برداشت دے ـ میں نے کہا

میں نے دیکھا اس کے اطراف میں وہ خون جو اس کے جسم سے نکل نکل کر جمع ہو رہا تھا ایک نور اس جگہ کو گھیرے ہوئے تھا۔ میرے بیٹو! میرے عزیزو! آل یاسر! صبر کرو، خدا تمہیں استقامت دے، تمہاری منزل جنت ہے،

مجھے جو جلاد پکڑے کھڑا تھا اس ظالم نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور میرے کانوں اور کنپٹیوں پر بے تحاشا مکے برسانے لگا۔ میری آنکھیں بند ہونے لگیں ایسا لگا گویا کہ بجلی کا کرنٹ لگ گیا ہو۔ بکھرے ہوئے اعضاء اور پھٹے ہوئے جسموں سے روشنی پھوٹ رہی تھی جس سے تمام جگہ منور تھی، میں نے کہا "اللہ کی راہ میں" اور میں نے ایک آواز سنی ایسا محسوس ہوا کہ وہ جنت سے آرہی ہے۔

اے اللہ تو ثابت قدمی عطا فرما، اے خداوند توان کی ظالموں سے حفاظت فرما ـــ

اگر تو ہمارا رب نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نہ ملتی، نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے تو رزم گاہ میں ہمیں ثابت قدم رکھ (ق)

کوڑے اور ہنٹر کی آوازیں بلند ہوتی چلی گئیں مگر ایمان کی آواز زیادہ صاف اور طاقتور تھی ۔ اچانک دوسری آواز ابھری گویا وہ آسمان سے آرہی ہو ۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا و لاشریک ہے ۔ میں نے دوبارہ کہا ۔ صبر اے میرے بیٹو صبر، یہ عہد ہے ، صبر کرو جنت تمہاری منتظر ہے ۔ ظالم کا ہاتھ میری پیٹھ پر ہذیانی انداز میں مسلسل ضربیں لگانے لگا ۔ میں نے کہا ۔ خدا سب سے بڑا ہے اور تمام حمد و ثنا اسی کے لئے ہے اے اللہ صبر و رضا کے ساتھ ہم تیرے اس انعام پر حمد و شکر بجالاتے ہیں جو تو نے اسلام، ایمان اور جہاد کی نعمت کی صورت ہمیں عطا کیا ۔

ایک تاریک کمرہ کا دروازہ کھلا ، مجھے اس میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا ۔

کمرہ ۲۴ میں

کمرہ میں قدم رکھتے ہی میں نے کہا "بسم اللہ، السلام علیکم ۔ دروازہ بند ہوگیا اور تیز و طاقتور بجلی کے بلب روشن ہو گئے " میری دوسری سزا شروع ہو گئی تھی ۔

کمرہ کتوں سے بھرا ہوا تھا ، مجھے یاد نہیں کہ کتنے تھے ۔ میں نے گھبراہٹ میں اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سینے پر ہاتھ رکھ لئے ، میں نے کمرہ کے دروازہ پر زنجیریں اور تالے لگانے کی آواز سنی اور کتے میرے پورے جسم ، سر ، ہاتھ ، سینہ ، پیٹھ سے چمٹ گئے مجھے محسوس ہوا کہ کتوں کے دانت میرے بدن کے ہر حصہ میں پیوست ہو رہے ہیں ۔ میں نے شدید گھبراہٹ میں آنکھیں کھولیں مگر ہولناک منظر دیکھ کر دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھ لیا اور اسماء حسنیٰ کا ورد یا اللہ سے شروع کر دیا ایک کے بعد دوسرا اسم الٰہی میری زبان پر آتا گیا اور ادھر کتے بھی مجھ سے چمٹے رہے ۔ مجھے ان کے دانت سر پر، شانہ پر، پیٹھ ، سینہ اور تمام جسم پر گڑتے ہوئے محسوس ہوتے میں اپنے رب کو پکارنے لگی ۔ اے اللہ ساری دنیا سے کاٹ کر تو مجھ کو خود سے وابستہ کر لے خدائے واحد تو مجھ سے راضی ہو جا ، تو مجھے عالم صوری سے

ہٹا لے ان تمام اغیار سے دور کر کے مجھے خود سے قریب کر تو مجھے اپنی بارگاہ میں ٹھہرا، اپنی سکینت سے مجھے رنگ دے اور اپنی محبت کی چادر مجھے اڑھا دے"۔ مجھے اپنی راہ میں محبت، رضا، مودت و شہادت عطا کر اور توحید پرستوں کو ثابت قدم رکھ۔

یہ سب میں دھیرے دھیرے کہہ رہی تھی ادھر کتوں کے نوکیلے دانت میرے بدن میں پیوست ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے کئی گھنٹے گذر گئے پھر دروازہ کھلا اور میں کمرہ سے باہر نکالی گئی۔

مجھے یقین تھا کہ میرے سفید کپڑے خون سے رنگین ہوں گے، ـــ لیکن تعجب!ـــ میرے کپڑے اسی طرح صاف ستھرے تھے جیسے کمرے کے اندر جاتے وقت تھے میرے جسم پہ کہیں کتوں نے ایک دانت بھی نہیں مارا تھا۔

میرا رب کتنا عظیم، بزرگ و کارساز ہے وہ میرے ساتھ ہے، اے خدا کیا میں تیرے فضل و کرم کی مستحق ہوں، یا الٰہی تو ہی حمد کے لائق ہے۔ یہ سب میں چپکے چپکے کہہ رہی تھی قید خانے کا جلاد میرا بازو پکڑے ہوئے مجھ سے پوچھ رہا تھا۔ تجھے کتوں نے نہیں کاٹا؟ کیوں؟؟ اس کے ہاتھ میں ہنٹر تھا۔ پشت پر ایک دوسرا جلاد تھا وہ بھی سونٹا لئے ہوئے تھا۔

شفق کی سرخی افق میں مدغم ہو رہی تھی، آفتاب غروب ہو چکا تھا، مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔ مجھے کمرہ نمبر ۲۴ میں تین گھنٹے سے زیادہ عرصہ تک کتوں کے ساتھ بند رکھا گیا تھا بھوکے خونخوار کتوں کے درمیان اتنا وقت ایک بند کمرے میں گذارنے کے بعد بھی میں صحیح سالم تھی۔ اس انعام پر خدا کی حمد و ثنا سے میری زبان تر تھی۔ جیل کا ظالم عملہ مجھے ایک لمبے راستہ سے لیکر چلا۔ اچانک ایک دروزہ کھلا اور پھر میں ایک ڈراؤنے میدان میں داخل ہوئی میدان عبور کرنے کے بعد میرا گذر ایک طویل تاریک گیلری سے ہوا جس کے دونوں طرف بند دروازے تھے۔ ان میں سے ایک دروازہ کچھ کھلا ہوا تھا جس سے ایک روشن چہرہ جھانک رہا تھا کمرہ سے نکلنے والی روشنی سے گیلری کی تاریکی کافور ہوئی جا رہی تھی۔ مجھے بعد پتہ چلا کہ وہ کمرہ ۲۰ کا دروازہ تھا۔ اس میں ایک بڑے آفیسر محمد رشاد مھنا جو کسی دن تخت مصر کے وصی تھے جن کے بارے

میں ظالموں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اخوان انھیں صدر جمہوریہ بنانا چاہتے ہیں چنانچہ انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

کمرہ ۳۴

کمرہ ۳۴ کا دروازہ کھلا اور مجھے اندر دھکیل دیا گیا میں اندر داخل ہوتے ہوئے تاریکی میں ڈوب گئی اور جونہی دروازہ بند ہوا کمرہ کی چھت پر معلق بلب روشن ہو گیا انتہائی تیز روشنی بڑی اذیت ناک اور تکلیف دہ تھی جس میں آنکھیں کھولنا ممکن نہ تھا چنانچہ مجھے یقین ہو گیا کہ آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی یہ تیز روشنی بھی میری سزا کا ایک حصہ ہے۔

تھوڑی دیر بعد میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک کالا کلوٹا خوفناک شکل کا آدمی آیا جس سے میں نے وضو کے لئے پانی کے نلکے تک جانے کی اجازت چاہی تو اس نے بڑی بدتمیزی سے جواب دیا تجھے معلوم نہیں، یہاں تیرے لئے دروازہ کھٹکھٹانا ممنوع، پانی کے نل تک جانا ممنوع۔ وضو ممنوع، تشرب ممنوع ــــ اس نے ہاتھ میں لئے ہوئے ہنٹر کو ہوا میں لہراتے ہوئے کہا ــ اگر تو نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس ہنٹر سے تیری کھال کھینچ لی جائے گی۔

کمرہ میں کچھ نہ تھا ویسے بھی میں کمرہ ۲۴ میں کتوں کے درمیان کافی دیر تک رہنے کی وجہ سے تھک چکی تھی، چنانچہ میں نے اپنی چادر اتاری اس کو زمین پر بچھایا اور تیمم کر کے مغرب وعشا کی نماز پڑھی پھر میں اکڑوں بیٹھ گئی مگر میری ٹوٹی ہڈیوں نے تکلیف پہونچانی شروع کی اس لئے میں نے جوتیاں اپنے سر کے نیچے رکھ لیں، اور کمرے کے فرش پر دراز ہو گئی۔ لیکن ان وحشیوں نے اس پر بھی بس نہیں کیا۔ کمرے کے اوپری حصہ میں روشن دان تھا جو جیل کے صحن میں کھلتا تھا انھوں نے وہ روشن دان کھول دیا اور روشن دان کے عین سامنے لکڑی کی ایک صلیب لا کر رکھ دی اور پھر اس کے بعد وہ مومن نوجوانوں کو یکے بعد دیگرے لاتے، صلیب پر لٹکاتے طرح طرح سے انھیں اذیتیں پہنچاتے، ہنٹروں سے ان کی پٹائی کرتے ظلم وستم کا نشانہ بننے والے نوجوان

بجز خدا کو پکارنے اور اس سے مدد طلب کرنے کے خاموشی اختیار کیے رہتے۔ کوڑوں کی ضرب سے ان کے منہ سے ہلکی سی آہ تو ضرور نکلتی مگر وہ خدا ہی کو پکارتے۔

اس وحشت ناک، خونی کھیل کے دوران ظالم جلاد ان نوجوانوں کو جو کل تک ڈاکٹر تھے، انجنیر تھے، ٹیچر اور مشیر تھے لیکن مجاہد تھے۔ گندی گندی گالیاں دیکر پوچھتے: "اے کتے کی اولاد تو یہاں کب آیا؟ تو وہ نوجوان جواب دیتا اور بتاتا کہ کب یہاں آیا۔ پھر اس سے سوال کیا جاتا "تو آخری بار زینب الغزالی کے گھر کب گیا تھا؟؟ اگر نوجوان کہتا "مجھے یاد نہیں" تو وہ سب مل کر درندوں کی طرح اس صالح نوجوان پر ٹوٹ پڑتے اور بے تحاشہ کوڑے مارنے لگتے اور اسے مجبور کرتے کہ وہ مجھے یعنی زینب الغزالی کو گندی اور فحش گالیاں دے۔ فطری طور پر وہ مومن صالح نوجوان انکار کرتا تو ان کی درندگی اور بڑھ جاتی، بسا اوقات کوئی نوجوان یہ کہہ دیتا کہ: "وہ ہماری ماں ہیں، ہمیں ان میں بزرگی اور سچائی نظر آئی ہے؟" تو وہ اسے اس قدر مارتے، اذیت پہنچاتے کہ وہ معصوم بے ہوش ہو جاتا لیکن یہ درندے تب بھی اسے مارتے رہتے۔ اس طرح بڑی دیر تک وہ ایک ایک نوجوان کو لاتے، مارتے اور اذیتیں پہنچا پہنچا کر زینب الغزالی کو برا بھلا کہنے پر مجبور کرتے رہے۔ ان کے خیال میں اس طرح وہ میری عزیمت و استقلال کو کمزور کرنا چاہتے تھے۔ لیکن شاباش ہے خدا کے ان سپاہیوں اور جانباز مجاہدوں پر کہ وہ ہر طرح کا خاتمہ و ستم سہنے کے باوجود شہادت حق سے منحرف نہیں ہوئے ان بے گناہوں کو دیکھ دیکھ کر میرا کلیجہ کٹ کٹ جا رہا تھا، میں خدا سے مناجات کر رہی تھی: "اے خدا، بزرگ! تو مجھے ان نوجوانوں کا فدیہ بنا دے، مجھے ان کی جگہ پہنچا دے، تاکہ میں ان کے بدلے یہ مصیبت سہہ سکوں، میرا دل چاہتا کہ یہ نوجوان میرے بارے میں وہ کہہ دیں جو یہ ظالم ان سے کہلوانا چاہتے ہیں، لیکن عملاً ایسا نہیں ہوا۔ ان نوجوانوں کی آہیں، سسکیاں ابھرتی رہیں وہ خدا کو مدد کے لئے پکارتے رہے لیکن حق سے منحرف نہیں ہوئے۔ ان کی تکلیفوں کو دیکھ دیکھ کر میں اپنا عذاب بھول گئی تھی اور انھیں کے رنج و غم میں گھل رہی تھی۔ خدا سے مناجات اور دعائیں کر رہی تھی۔

خواب

اسی کیفیت میں نہ جانے کب میری آنکھیں جھپک گئیں۔ شاید اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی مصلحت پوشیدہ تھی چونکہ میں نے اس میں وہ مبارک خواب دیکھا جو میری ابتلاء و آزمائش کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے چار خوابوں میں سے ایک تھا۔

میں نے دیکھا کہ ایک بڑے صحرا میں بہت سے اونٹ ہیں جن پر روشنی سے بنے ہوئے ھودج ہیں اور ہر ھودج میں چار نورانی چہرے والے انسان بیٹھے ہیں۔ میں نے خود کو تاحد نگاہ پھیلے ہوئے صحرا میں رواں، اونٹوں کے پیچھے ایک بارعب نورانی شکل بزرگ کے پاس خود کو کھڑا پایا جو بے شمار اونٹوں کی گردنوں میں پڑی رسیوں کو پکڑے ہوئے تھے، میں نے آہستگی سے کہا۔

"کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں؟" انھوں نے میری طرف رُخ کر کے جواب دیا۔ تم، اے زینب! تم اللہ کے رسول اور اس کے بندے محمد کے نقش قدم پر ہو۔ میں نے دریافت کیا۔ کیا میں واقعی اللہ کے رسول اس کے بندے محمد کے نقش قدم پر ہوں؟ حضور صلعم نے جواب دیا۔ تم اے زینب، اے غزالی! اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کے نقش قدم پر ہو۔ میں نے دوبارہ دریافت کیا ــ میں، اے میرے حبیب! یا رسول اللہ! کیا میں اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کے نقش قدم پر ہوں؟ حضور صلعم نے جواب دیا: تم اے زینب حق پر ہو، تم اے زینب اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمدؐ کے نقش قدم پر ہو۔

میں نیند سے بیدار ہوگئی اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس خواب سے میں نئی طاقت کی مالک ہوگئی ہوں۔ خواب نے مجھے حال سے غافل کر دیا تھا، اب نہ مجھے کوڑوں کی تکلیف کا احساس رہا تھا اور نہ روشندان کے قریب صلیبوں کے درد کا احساس تھا، وہ دور

ہٹادی گئی تھیں اور آوازیں دور سے آرہی تھیں۔

دوسری حیرت کی بات یہ تھی کہ میرا تاریخی نام زینب غزالی ہے جب کہ لوگوں میں رائج و مشہور نام زینب الغزالی ہے، اس خواب میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میرے تاریخی نام سے ہی پکارا تھا اس طرح خواب نے مجھے زبان و مکان کی شہادت دی، چنانچہ میں نے تیمم کیا اور خدا کے اس عطیہ پر شکرانہ کی نماز ادا کرنے لگی۔ سجدہ میں میں اپنے رب سے کہہ رہی تھی۔ میرے رب میں کیسے تیرا شکر ادا کروں؟ میں کس طرح تیرا شکر بجالاؤں سوائے اس کے کہ میں تجھ سے تجدید عہد کروں۔ اے اللہ میں تجھ سے تیری راہ میں شہادت کا عہد کرتی ہوں، اے اللہ میں تجھ سے التماس کرتی ہوں کہ کوئی میری وجہ سے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائے، اے خدا تو مجھے اس حق پر ثابت قدم رکھ کہ جس سے مجھے تیری رضا حاصل ہو اور مجھے اس دائرہ حق میں باقی رکھ جس سے تیری خوشنودی حاصل ہو۔ میں نے اپنی نماز ختم کی اور سجدہ میں اپنی دعا دہرانے لگی، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں کسی دوسری دنیا میں ہوں، مجھے قلبی سکون و اطمینان اور راحت مل رہی تھی۔

مجھے باہر زوردار شور اور بہت سی گاڑیوں کے اندر آنے اور باہر جانے کی آوازیں سنائی دیں، مجھے بعد میں پتہ چلا کہ اس وقت جلادوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے اور دوسرے نئے عذاب دینے کے لئے آتے ہیں۔

مجھے فجر کی اذان سنائی دی، میں نے اذان کو بار بار دہرایا، تیمم کیا اور نماز پڑھی ـــ اسی حال میں ۲۰ اگست کی شام سے ۲۶ اگست تک متواتر چھ دن گذر گئے لیکن کمرہ کا دروازہ نہ کھولا گیا، نہ کھانا، نہ پانی، نہ باہر سے رابطہ، سوائے اس جلاد کے جو دروازہ کے ایک چھوٹے سے سوراخ سے وقتاً فوقتاً چور کی طرح اپنی آنکھ لگا کر دیکھ لیتا تھا۔ میرے عزیز! کیا آپ اس طرح زندگی گزارنے کا تصور کر سکتے ہیں؟ اگر آپ بغیر کھاتے پیتے اتنے دن زندہ رہ بھی لیں تو اپنی فطری ضروریات کی تکمیل سے کیونکر بے نیاز رہ سکتے ہیں؟

ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں مگر ان کا عمل ابن آدم کو شرمندہ کر دینے والا ہے، ان ظالم حکمرانوں نے خود کو انسانیت سے بلند کوئی چیز سمجھا اور خود کو ہر طرح کی دینی مذہبی حدود سے آزاد رکھا۔

آپ حیرت زدہ نہ ہوں کہ آخر میں اتنے دنوں کس طرح بغیر کھائے پیئے، قضاء حاجت کے بغیر، کسی انسان سے ربط و ضبط کے بغیر کیوں کر زندہ و بقید حیات رہی انسان کے نام پر وہی جلاد کبھی دروازہ کھول کر مجھے گندی اور فحش گالیاں دینے کے بعد صرف اتنا پوچھتا "تو ابھی تک زندہ ہے؟ مری نہیں؟؟

میں آپ کو بتاتی ہوں، کس چیز نے مجھے اس حالت میں اتنے دنوں زندہ رکھا۔

۱۔ اللہ پر ایمان لانے کا اہم پر فضل، کیونکہ اسلام اپنے قبول کرنے والے کو ایک ایسی قوت عطا کرتا ہے جس سے وہ تمام مشقتوں و دشواریوں پر غالب آجاتا ہے خواہ وہ کسی قسم کی ہو، وہ اللہ کا فضل ہے کیونکہ ایمان ہولناکیوں کو برداشت کرنے کی قوت و طاقت دیتا ہے، ظالم طاغوت حکومت کے زعم میں بڑھتی ہے۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ مومن اللہ کے ساتھ متعلق ہوکر، صورت واغیار سے بے نیاز ہوکر جیتا ہے۔

۲۔ وہ مبارک خواب جو اللہ کی جانب سے زندگی، و کامیابی دیئے جانے کا مترادف تھا جس کی بدولت اپنے گرد و پیش کے اغیار کو میں بھول کر زندہ رہی۔ اسی خواب نے ظالموں کی جہنم کو سکینت و رضا کے ساتھ سہنے کا بل بوتا دیا۔ ساتویں دن صبح کو قید خانہ کا دروازہ کھلا اور وہ جلاد انسانی فضلات کی گندگیوں میں لت پت چار روٹیاں اور مکھن کا ایک ٹکڑا لے کر داخل ہوا اور زمین پر پھینک کر گالیاں دیتے ہوئے بولا۔

"جب تک تو زندہ ہے یہی کھا" میں نے روٹی، مکھن کو ہاتھ بھی نہ لگایا البتہ پانی اٹھالیا مگر برتن کے غلاظت سے آلودہ ہونے کی وجہ سے میں نے اپنی آنکھیں اور ناک بند کر لی اور پانی اپنے منہ سے یہ کہتے ہوئے لگایا۔

اس اللہ کے نام سے جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہونچا سکتی اور وہ سننے جاننے والا ہے۔ اے اللہ تو اس پانی کو غذا، سیری، جہاد، علم و معرفت، صبر و رضا بنا دیے۔ اور میں نے کوزہ سے پانی پی لیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں اسی حال میں سورج ڈوبنے تک رہی پھر کمرہ کھلا اور وہی جلاد داخل ہوا اور کمرہ کی زمین و دیوار پر ہنٹر برساتے ہوئے اپنی عادت کے مطابق گندی اور فحش گالیاں دیتے ہوئے بولا "باہر نکل . . . . بیت الخلاء چل" جب میں نکلی تو بے ہوشی کی وجہ سے زمین پر گرنے لگی تو اس نے میرا بازو پکڑ لیا اور مجھے بیت الخلا تک پہونچا دیا جب میں نے دروازہ بند کرنا چاہا تو وہ بولا "اس کا بند کرنا ممنوع ہے"۔ تو میں بیت الخلاء سے باہر نکل آئی اور بولی کہ مجھے کمرہ تک پہونچا دو، مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ اس نے درندگی وحیوانیت اور جہالت جو اس قید خانہ کا شعار تھی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا میں تیری حفاظت کیلئے کھڑا ہوں ذرا میرے ساتھ اس کے رویہ کا تصور کیجئے۔ کون سی جاہلیت اور کونسا دین اسے جائز قرار دے گا؟ میں کمرہ واپس لوٹی میں سوچ رہی تھی کاش موت ہی مجھے آلے۔ اگر میرے لئے اس میں بہتری ہے۔ اس طرح میں دوبارہ پانی کے نل تک اس شیطان کے ساتھ جانے پر مجبور نہ ہوں، دروازہ بند ہو گیا تو میں نے تیمم کر کے مغرب کی نماز ادا کی اور جونہی نماز پوری ہوئی دروازہ کھلا اور وہ درندہ نما انسان جس نے اس سے پہلے مجھے کتوں کے کمروں میں ڈالا تھا اندر آیا اس کے ساتھ دو شخص اور تھے۔ وہ بولا، ڈاکٹر آؤ، ایک نے میرا معائنہ کیا اور میں کمرہ کے زمین پر پڑی تھی۔ دوسرے کھڑے ہوئے معائنہ کرانے والے نے کہا۔ کیا بات ہے شطرولی؟ جواب دیا کوئی بات نہیں اس کا دل ٹھیک ہے، حالانکہ قلب جو عذاب سے پاش پاش اور مجروح تھا۔

وہ سب باہر چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔ چند منٹ بعد دروازہ کھلا اور مجھے ایک انتہائی بھیانک تاریک ہال میں لے جا کر دو گھنٹہ تک چھوڑ دیا گیا۔ میرا چہرہ دیوار کی طرف تھا، لوگوں نے مجھ کو حرکت نہ کرنے کا حکم دیا تھا، ان لوگوں نے دروازہ بند کر کے اور مجھے گالیاں دیتے ہوئے کہا۔ تیرے دن ختم ہو گئے اے کتیا!

میں ان کی باتوں کے بارے میں سوچنے لگی اور اللہ سے امان وسکینت مانگنے لگی اور یہ کہ مجھے موت اسلام پر آئے۔ میں سورہ فاتحہ وبقرہ کی تلاوت کرنے لگی اور میں نے ایسا محسوس کیا کہ پہلی بار میں اسے پڑھ رہی ہوں۔ میں تلاوت میں مشغول ہی تھی کہ میری محویت ایک موٹے، سخت ہاتھ کے طمانچہ سے ختم ہوگئی اور بجلی روشن ہوگئی اور یہ جنگلی مجھے ہنٹر سے بری طرح مارنے لگا۔ پھر زمین سادے کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے اس نے کہا۔ اس کے چہرہ سے سیاہی ٹپک رہی تھی اور آنکھوں میں شیطان کو حکم دیا کہ وہ پھر میری پٹائی کرے اور کہا یہ اے .... اولاد! تو نہ بھول کہ تجھے وہی لکھنا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد انھوں نے اسے مارنے سے روک دیا اور ان میں سے ایک نے مجھے پوری سختی کے ساتھ پکڑ کر دیوار سے دے مارا۔ میں نے بعد میں سمجھا کہ وہ حمزہ بسوی ہے۔ اور دوسرے نے مجھے جلدی سے اچک لیا وہ سعد خلیل تھا جس نے مجھے بری طرح جھٹکا دینا شروع کیا حتیٰ کہ زمین پر گرا دیا اور ایک فوجی کو حکم دیا کہ وہ اپنے پیروں سے کچلے روندے۔

پھر وہ ایک کرسی لائے اس پر مجھے بٹھایا اور پھر وہی سادہ کاغذات مجھے دیئے۔ مجھ میں ان کاغذات کو تھامنے کی بھی سکت باقی نہ رہی تھی، میری حالت اسقدر ناگفتہ بہ تھی۔ بہرحال کسی طرح وہ کاغذات میں نے اپنے ہاتھ میں لیئے، ان میں سے ایک چیخ کر بولا " تم اس پر اس شخص کا نام لکھو جسے دنیا بھر میں کہیں بھی جانتی ہو، خواہ وہ سعودیہ، شام، سوڈان. لبنان اور اردن میں سے کسی ملک میں ہو، روئے زمین پر جتنی چیزوں کو تم جانتی ہو لکھو، اگر تم نے نہ لکھا تو تم جہاں کھڑی ہو وہیں تم کو گولی مار دی جائے گی۔ اخوان المسلمین سے اپنے تعلق اور اس کے بارے میں تمام معلومات لکھو"۔ انہوں نے مجھے ایک قلم دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔

میں نے کاغذ قلم سنبھالا اور اس پر لکھنا شروع کیا۔ بہت سے ممالک میں میرے رفقاء ہیں جو دعوت اسلامی کے راستہ سے مجھے جانتے ہیں تو زمین میں ہماری تحریک اللہ سبحانہ تعالیٰ

کے لئے ہے۔ خدا کی قسم ہماری طرف وہی آتا ہے جو اپنے لیئے اس راستہ وطریقہ کو منتخب کرتا ہے جس پر ہم۔ سے پہلے حضور اکرم صلعم اور سلف صالحین چلتے رہے ہیں۔ ہمارا مقصد اللہ کی دعوت کو پھیلانا اور اس کے قوانین کے مطابق حکومت چلانے کی دعوت دینا ہے اور میں اللہ کے نام سے تم کو دعوت دیتی ہوں کہ جاہلیت چھوڑ کر اسلام کو اپناؤ، توحید ورسالت کا اقرار کرو اور اپنے آپ کو خدا کے حوالہ کرتے ہوئے اس ظلمت وتاریکی سے خدا کی طرف پلٹو جس نے تمہارے دل کو زنگ آلود کر کے خیر کے لیئے بند کر دیا ہے شاید خداوند تمہیں جاہلیت سے اسلام کے نور کی طرف نکال لائے۔ یہ بات اپنے صدر جمہوریہ تک پہنچا دو شاید وہ توبہ واستغفار کر کے دوبارہ اسلام کو اختیار کرے اور اپنی ذات سے جاہلیت کے اثرات کو دُور کرے۔ اگر وہ تمہاری دعوت کو ٹھکراتا ہے تو پھر اس کا وبال اس کے سر ہوگا۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں نے تیری دعوت پہونچا دی۔ اب اگر وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول فرما۔ اے خدا تو ہماری توبہ بھی قبول فرما اور اگر وہ جاہلیت پر باقی رہیں تو تو غالب حکمت والا ہے۔ جادۂ حق پر ہمیں ثابت قدم رکھ اور اپنی راہ میں اپنے فضل واحسان سے شہادت عطا فرما۔ میں نے یہ سب اللہ کی استعانت سے اس اعتماد کے ساتھ لکھا کہ میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور دوبارہ اپنی تلاوت میں مشغول ہو گئی صفوت روبی نے آکر اوراق لے لیئے اور روشنی گل کر کے مجھے اسی خوفناک جگہ چھوڑ کر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ ہال کا دروازہ کھلا اور بجلی روشن ہو گئی اور چار فوجی داخل ہوئے ان کے ہمراہ صفوت بھی تھا جو اپنی گندی ڈکشنری کے تمام سب وشتم کے الفاظ چیخ چیخ کر سنا رہا تھا۔ اے ۔۔۔۔۔ اولاد تو نے کیسی بیکار باتیں لکھی ہیں؟ ۔۔۔۔۔

پھر وہ زور سے چلا کر بولا! ہوشیار خبردار حمزہ باشاہ بسیونی ڈائرکٹر سجن حربی تشریف لارہے ہیں۔

اور ڈائریکٹر داخل ہوا اس کے ساتھ ساتھ ایسی گندی باتیں اور الفاظ سنائی دیئے جس سے زیادہ بدتر اور بدبودار کلمات میں نے کبھی نہیں سُنے میں نے اسے سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا ان لوگوں کے ہاتھوں میں اوراق تھے انھوں نے کہا کہ تم نے جو لکھا وہ جھوٹ ہے، ان میں سے ایک نے اسے پھاڑ دیا اور صفوت کی بات کو دہرانا شروع کیا کہ وہ مذاق نہیں کر رہے ہیں اور تمہاری لکھی ہوئی مہمل باتوں کو بُرا سمجھتے ہیں۔

بسیونی بولا۔ اسے پکڑو اس میں کیا فائدہ ہے۔ پھر وہ باہر نکلا مگر جب دوبارہ آیا تو اس کے ساتھ ایک فوجی تھا جس نے مجھے بیدردی کے ساتھ زمین پر دے مارا پھر مجھے یاد نہیں کہ کس طرح انھوں نے میرے ہاتھ پیر کو باندھ کر لکڑی کے تختے پر مجھے اس طرح لٹکایا جیسے قصاب ذبیحہ کو لٹکاتا ہے اور پھر ماہر و مشاق مجرموں نے مجھ پر وحشیانہ ہنٹر برسانے شروع کئے میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتی رہی یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئی۔

مجھے ہوش آیا تو خود کو ہسپتال جیسے ایک اسٹریچر پر پڑا پایا، مجھ میں بولنے اور حرکت کرنے کی قوت نہ تھی۔ البتہ جو کچھ ہو رہا تھا اسے میں محسوس کر رہی تھی وہ مجھے جیل کی کوٹھری میں ڈال گئے۔

— جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے جسم سے کافی خون بہہ رہا ہے، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تاکہ بہتے خون کو روکنے اور خشک کرنے کے لئے کوئی چیز مانگوں اور میں نے ڈاکٹر کا بھی مطالبہ کیا لیکن جواب میں گالیاں اور لعنتیں ملیں۔

میں اپنے رب سے جس کے قبضۂ قدرت میں پوری کائنات ہے دعائیں مانگنے لگی مجھے نبی کریمؐ کی وہ حدیث یاد آگئی کہ مظلوم کی پکار سے بچو کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ خون کا نکلنا بند کرا دے، اس نے میری دعا سن لی، البتہ میں اپنے جسم میں شدید درد محسوس کر رہی تھی اور میرے پیروں میں تو گویا آگ سلگ رہی تھی میں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا سہارا لیا جس سے مجھ میں قوتِ برداشت پیدا ہوئی۔

اسی حال میں مجھ پر کئی سخت راتیں گذری تکلیف دہ درد، نہ ڈاکٹر نہ علاج سوائے اس

سیاہ شیطان کے جو ہر دن ایک بار دروازہ کھول کر روٹی اور مکھن کا ایک ٹکڑا پھینک دیتا اور جس طرح وہ اسے رکھتا ویسے ہی وہ اسے اٹھا لیتا، کیونکہ میں اس کھانے کی بدبُو کو برداشت ہی نہ کر پاتی تھی۔

لیکن اللہ نے ان کو جوڑ دیا

ایک دن کسی چیز کے احساس نے مجھے کمرے کے دروازے کے قریب کر دیا۔ قدموں کی آہٹ تھی جس کی طرف میرا دل کھنچ رہا تھا، میں نے کمرے کا دروازہ پکڑ لیا اور اپنی آنکھ اس سوراخ پر لگا دی جس سے وقتاً فوقتاً میری نگرانی کی جاتی تھی میں نے سُوراخ سے دیکھا امام حسن ہضیبی مرشدِ عام تھے، میں سمجھ گئی وہ گرفتار ہو گئے اور میں نے اپنا منہ سُوراخ تک کر کے یہ آیت پڑھی " اگر آپ کو زخم پہنچے تو قوم کو ویسا زخم پہنچ چکا ہے، کمزوری نہ دکھایئے اور نہ غم کیجیے، آپ بلند تر ہوں گے اگر ایمان پر قائم رہے "ق

اور میں ان قیمتی قدموں کو بغور دیکھتی رہی اور اللہ تعالیٰ روزانہ ان کو دور سے دیکھنے کا موقع فراہم کرتا تھا اور میں کھڑی ہو کر دور سے وہی آیت دہراتی اور امام ہلکے اشارہ سے اسطرح مجھے جواب دیتے کہ ان کے ساتھ سائے کی طرح لگا رہنے والا شیطان محسوس نہیں کر پاتا۔

یہ ملاقات مجھ کو اکثر درد و غم سے بے نیاز کرتی اور تسلّی کا باعث بنتی، اس حقیقت کے ساتھ کہ مومن اللہ تعالیٰ کے لیے اخوت قائم کرنے والے ہی شناسا ہو سکتے ہیں، کیونکہ اسلام امیر و مامور کمانڈر فوج کے درمیان ایسا ربط قائم کرتا ہے جو نفس پر اللہ تعالیٰ کی رضا کی برتری اور اثر اندازی کا نشان ہوتا ہے اور پھر میں مطمئن ہو گئی۔

عذاب و بھاؤ تاؤ کی چکی کی طرف

یہ اطمینان مجھے زیادہ دنوں حاصل نہ رہا ایک شام کو کمرے کا دروازہ کھلا کہ اچانک میرے

یہاں صفوت وہ کوڑا لے کر آیا جس سے وہ ہر ایک چیز کو بلکہ وہ دیوار تک کو مارتا تھا۔ پھر اس نے میرے بازو کو وحشت کے ساتھ پکڑ لیا اور مجھے کمرے سے نکال کر جیل کے باڑے تک پہنچایا آفس کے راستے میں قیدخانہ ۲ ملا جہاں مجھے آفس کی طرف رُخ کر کے ایک کرسی پر بٹھایا اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا، چند لمحوں بعد ایک دوسرا جلاد آیا اور مجھ سے پوچھا کیا تم زینب الغزالی ہو اور پھر اثبات میں جواب پا کر واپس لوٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد تین فوجی داخل ہوئے جو اپنے لمبے چوڑے جسموں میں خاصے خوفناک نظر آرہے تھے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی جہنم سے نکل کر آرہے ہوں ان کے چہروں سے شقاوت قلبی ٹپک رہی تھی، ان کے بعد ایک شخص آیا اور ان لوگوں سے پوچھا کہ انھوں نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا تو ان سب نے ایک ساتھ ہاں میں جواب دیا اور کہا کہ میری موت کا وقت آگیا ہے پھر وہ نکل گئے تاکہ بھائی فاروق منشاوی کو کوڑے لگائیں حالانکہ ان ہاتھ پاؤں باندھ کر لکڑی کے تختے پر لٹکا دیا گیا تھا اور وقفے وقفے سے پٹائی کے دوران وہ اس سے دریافت کرتے کہ وہ مجھ سے ملاقات کرنے کتنی بار آیا اور اسے مجبور کرتے کہ وہ مجھے گالیاں دے اور جب وہ انکار کرتا تو وہ اس کی مزید پٹائی کرتے میں یہ سب دیکھ اور سن کر کٹ رہی تھی یہاں تک کہ انھوں نے اسے زمین پر ڈال دیا اور مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ جانکنی کی حالت میں ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ رہی کہ وہ زندہ رہے اور ان پر مقدمہ چلے جس میں ان کو دائمی جیل بامشقت کی سزا دی جائے اور وہ جیل میں اس اسلام اور حق کی دعوت دیں جس پر ان کا ایمان اور یقین ہے یہاں تک کہ مجرموں کے گنہگار ہاتھ ان کی طرف بڑھیں اور عبداللہ کی ہدایت پر لیمان طرہ کے جیل میں اسے قتل کرادیں اور وہ شہادت سے ہمکنار ہوں۔

سیہ کاروں نے بھائی فاروق کی پٹائی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ ایک دوسرے بھائی کو لائے اور اسے تختوں پر لٹکا دیا اور اس سے وہی سوالات کئے جو بھائی فاروق سے کئے تھے اور انھوں نے بھی بھائی فاروق کی طرح انکار کیا تو تعذیب کا سلسلہ سخت ہو گیا اور نوجوان تھک گیا اور ان لوگوں نے سمجھا کہ وہ مر گیا چنانچہ اسے زمین پر اتار کر اسٹریچر پر ڈال کر نہ جانے

کہاں لے گئے۔ سیہ کاروں نے یہ تصوّر کیا کہ ہم نے جو کچھ دیکھا اور سنا اس سے متاثر ہو کر میں وہ سب کہہ دوں گی جو وہ چاہتے ہیں، چنانچہ انھوں نے میرے پاس ایک شخص کو بھیجا جس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ ایک نیکو کار خیر خواہ ہے اس نے مجھے سلام کیا اور تعارف کراتے ہوئے کہا کہ وہ عمر عیسیٰ اٹارنی ہے جس کے بارے میں جلد ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ بھی انہیں شیطانوں میں سے ایک ہے۔

اس نے اپنی نصیحت یہ کہتے ہوئے شروع کی! اے زینب میں تمہارے ساتھ سمجھوتہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ میں تم کو ان مصائب سے نکال سکوں تم نے اپنے آپ کو کیسے اس دشواری میں ڈال دیا حالانکہ تم تو زینب قابلِ احترام شخصیت ہو، ذرا سوچو سبھوں نے بشمول ہضیبی سب کچھ تسلیم کر لیا اور تمہارے بارے میں انھوں نے ایسی بات کہی کہ تمہیں پھانسی کی سزا دی جا سکتی ہے انھوں نے اپنے آپ کو تو بچا لیا اور تم کو مصیبت میں ڈال دیا۔

میری رائے تو یہ ہے کہ تم وقت نکل جانے سے پہلے اپنی قدر و قیمت کو سمجھو اور حقیقت بیان کرو اور مجھ سے بتاؤ کہ ان لوگوں کی نیت کیا تھی؛ اور اپنے موقف کی بھی وضاحت کرو میرے خیال میں تمہارا موقف صحیح ہے۔

میں خاموش رہی اور کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کہا کہ زینب مجھے پوری سنجیدگی اور اطمینان کے ساتھ جواب دو ہم حقیقت تک پہنچنا چاہتے ہیں، تب میں نے جواب دیا۔۔۔ میرا خیال ہے کہ الاخوان المسلمین نے جن کے ساتھ میں بھی ہوں، کوئی ایسا کام نہیں کیا جو خدا کے غضب کا باعث ہو بلکہ کوئی ایسا کام بھی نہیں کیا جو حقیقت پسند انسان کے غصہ کا سبب بنے۔ ہم نے کیا کیا؟ ہم لوگوں کو اسلام سکھاتے تھے تو کیا یہ جرم ہے؟ اور میں خاموش ہو گئی تو اس نے کہا لیکن ان کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بہت سی سازشیں کر رہے تھے جس میں جمال عبدالناصر کا قتل اور ملک میں تخریب کاری بھی تھا اور تم ان کو اس کام پر آمادہ کر رہی تھیں اور میں اٹارنی ہوں میرا کام صرف حقیقت سے واقف ہونا ہے اب تمہاری رائے کیا ہے؛

میں نے کہا! اخوان کا مقصد عبدالناصر یا کسی اور کا قتل یا ملک کی تخریب کاری نہیں جسے خود عملاً جمال عبدالناصر نے تباہ و برباد کر دیا ہے، بلکہ ہمارا مقصد اس سے بلند و برتر ہے وہ ایک بڑی حقیقت ہے، زمین میں توحید کا مسئلہ، اللہ کی توحید، خدائے واحد کی عبادت، قرآن و سُنت کی اقامت، وہ ان الحکم الا اللہ کا قضیہ ہے اور جب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو نگے تو انشاء اللہ ان کے ہیکل منہدم ہو جائیں گے اور افسانے مٹ جائیں گے ہمارا مقصد اصلاح ہے نہ کہ تخریب، تعمیر ہے نہ کہ انہدام۔

وہ مسکرا کر بولا۔ واقعی تم لوگ عبدالناصر اور اس کی حکومت کے خلاف سازش کر رہے تھے یہ تمہاری باتوں سے ثابت ہو گیا، زینب۔ میں نے کہا۔ اسلام سازش کی زبان نہیں جانتا بلکہ وہ باطل کا حق ہے سامنا کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے دو راستوں کی وضاحت کرتا ہے، اللہ کا راستہ، شیطان کا راستہ۔

وہ لوگ جو شیطان کے رستہ پر چلتے ہیں وہ بیچارے مریض ہیں ہم ان کو نرمی و شفقت کے ساتھ وہ دوا دیں گے جو تمہارے ہاتھوں میں ہے، اللہ کی دعوۃ۔ اللہ کی شریعت، اللہ کا دین۔

"ہم نے قرآن نازل کیا جو مومن کے لیے رحمت و شفاء ہے اور ظالموں کو خسارے کے سوا کچھ نہیں"۔ ق

وہ شیطان جو اٹارنی ہونے کا دعویدار تھا اچانک بدل گیا۔ دراصل وہ سعید عبدالکریم تھا، جو یہ کہتا ہوا نکل گیا کہ میں تمہاری خدمت کرنا چاہتا ہوں مگر پتہ چلا کہ تم اخوان کے تصورات کے چنگل میں گرفتار ہو۔ صفوت روبی آیا اور مجھے کھڑا کر کے میرا چہرہ دیوار کی طرف کر دیا اور گھنٹوں مجھے اس حال میں چھوڑ دیا کہ میں اخوان کے ہر توڑے جانے والے وحشیانہ مظالم اور یکے بعد دیگرے کوڑوں سے پٹائی دیکھ کر اور سن کر تڑپ رہی تھی ان میں کچھ کے نام مجھے یاد ہیں مثلاً سری مصطفیٰ، فاروق الصاوی طاہر عبدالعزیز سالم، نام نہاد اٹارنی اور حمزہ بسیونی، صفوت روبی واپس آئے اور حمزہ نے کہا تم کیوں اٹارنی کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتی ہو؟ ہم تو تمہیں اس دلدل سے نکالنا

چاہتے ہیں جس میں تم ہو، میں تمہارے شوہر کو جانتا ہوں وہ تو نیک انسان ہیں۔ مگر تم فریب میں مبتلا ہو۔ حسن ہضیبی نے سب کچھ اگل دیا۔ اخوان سب بتا چکے تو تم کیوں ان کی طرح اپنے آپ کو بچانا نہیں چاہتی؟۔

میں نے کہا واقعی؟ اخوان سب کچھ بتا چکے؟ اسی لئے تم لوگ ان پر کوڑے برساتے ہو اور تختوں پر لٹکاتے ہو میں نہ تو اخوان کے خلاف جھوٹ بولوں گی اور نہ اپنے خلاف۔

ہم مسلمان ہیں اور اسلام کے لئے کام کرتے ہیں۔ یہی ہمارا کام ہے۔ ان لوگوں کی پشت پر ان کے چار ایجینٹ کھڑے تھے جو اس زمین پر کوڑے پٹک رہے تھے جن سے اخوان کی پٹائی کی جاتی تھی۔

میں نے نام نہاد اٹارنی کی طرف دیکھا اور کہا۔ یہ کوڑے اے اٹارنی؟ کیا یہ کلیتہ الحقوق میں قانون کا مضمون ہے؟ حمزہ بسیونی نے میرے چہرے پر ایک طمانچہ رسید کر دیا اور کہنے لگا۔ وہ تم ہو اے لڑکی۔ تم نے مجھ کو پاگل بنا دیا ہے۔ میں تم کو اس طرح دفن کر دوں گا جس طرح روز دس اخوان کو دفن کرتا ہوں۔

میں نے دوبارہ نام نہاد اٹارنی کی طرف دیکھا اور کہا تم یہ بات اپنے محضر میں کیوں نہیں لکھتے۔ اگر تمہارے ساتھ محضر ہے، حمزہ بسیونی نے میری طرف غور سے دیکھ کر کہا۔ خلاص۔ تم سب اپنا کام کرو۔ میں نے تو اس کی خدمت کرنا چاہا تھا مگر وہ نہیں چاہتی ہے۔

یہ بات صفوت اور اس کے کارندوں کے لئے جو زمین اور دیوار پر کوڑے پٹک رہے تھے حکم کے مترادف تھی کوڑوں کا رُخ میری طرف ہو گیا اور میں نے اس اندیشہ سے آنکھیں بند کر لیں کہ کہیں اس پر بھی کوڑا نہیں برس جائے۔ میرے جسم کا ہر حصّہ کوڑوں کا نشانہ بن رہا تھا اور میں خدا سے مناجات کر رہی تھی اور جب درد سوا ہوتا تو میں یارب یا اللہ کے الفاظ بلند کرتی۔

صفوت نے میرے جسم کو دیوار سے لٹکا کر باندھ دیا اور میرے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے اور پھر چلا گیا اس حال میں کہ میں یالطیف۔ یا اللہ۔ میری مدد کر۔ مجھ پر سکینت نازل فرما کے الفاظ

بار بار دہرا رہی تھی۔
کئی گھنٹے کے بعد صفوت اپنے ساتھ سامبو نامی کالے شیطان کو لے کر آیا اور ان دونوں نے میرے چہرے پر زور دار طمانچے رسید کئے اور مکے لگائے پھر سیل میں لے جاکر بند کر دیا۔
سیل بند ہو جانے کے بعد میں نے فجر کی آذان سنی میں نے نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی "اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو پھر مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ تیری بخشش و رحمت میرے لئے وسیع ہو جائے۔ میں تیرے اس نور کے واسطے سے جس کی وجہ سے روشنیاں پھیلیں اور دنیا و آخرت کے مسائل سدھر گئے۔ تیرے غضب و ناراضگی سے پناہ چاہتی ہوں۔ تیرے ہی در پر ہوں اے مولیٰ تو راضی ہو جا اور ساری قدرت و قوت کا مالک تو ہی ہے۔"

صدر جمہوریہ کا نمائندہ

میں مسلسل تین دن تک سیل میں رہی اس کے بعد مجھے اس آفس میں لے جایا گیا۔ جہاں ایک گورا، لمبا آدمی بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا "بیٹھو زینب"۔ ہمیں معلوم ہے کہ لوگوں نے تمہیں تھکا دیا ہے۔ میں ذاتی طور پر تم کو جانتا ہوں، میں جناب، صدر جمہوریہ کے آفس سے آیا ہوں اور تمہارے ساتھ مفاہمت چاہتا ہوں۔ سارا ملک تم سے محبت کرتا ہے اور ہم بھی محبت کرتے ہیں مگر تم ہم لوگوں سے دور ہو اور ایک فریق بن گئی ہو، ہمارے ساتھ مفاہمت کرنا نہیں چاہتی ہو۔ خدا کی قسم اگر تم ہم سے سمجھوتہ کر لو زینب، تو آج ہم تم کو جیل حربی سے نکال دیں گے۔ ہم سب کہتے ہیں کہ یہ حالات تمہارے لئے نہیں ہیں میں تم سے صرف جیل سے نکالنے کا وعدہ نہیں کر رہا ہوں بلکہ تم کو حکمت ابو زید کے بدلے سوشل افیسر کا وزیر بنانے کا بھی یقین دلاتا ہوں۔
میں نے کہا کیا تم نے حکمت ابو زید کو وزارت سونپنے سے قبل کوڑوں سے پٹیا تھا اور اس پر کتے چھوڑے تھے؟
اس نے کہا یہ کیا بات ہوئی؟ ایسا نہیں ہوا۔ ہمیں تو محض آپ کے یہاں رہنے کا ہی ملال

ہے۔ میں نے کہا۔" آخر تم لوگ مجھ سے چاہتے کیا ہو؟ اس نے کہا اخوان المسلمون نے تمام الزامات تم پر عائد کئے ہیں؟ ھضیبی نے موضوع کے متعلق تمام تفصیل بتائی، عبد الفتاح اسماعیل اور سید قطب نے تمام باتیں بالتفصیل کہہ دیں مگر ہمیں گمان ہے کہ ان لوگوں نے خود کو بچانے اور تم کو تمام واقعات کا ذمہ دار بنانے کی کوشش کی ہے اس لئے میں صدر عبد الناصر کے حکم سے بذات خود آج حاضر ہوا ہوں تاکہ مفاہمت کے بعد تم کو رہائی دلا سکوں میں خود تمہیں اپنی گاڑی سے تمہارے گھر تک پہونچا دوں گا اور تم کو یہ بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اخوان کے بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے اور تم نے اقتدار پر قبضہ اور عبد الناصر وران کے چار وزراء کے قتل کی اسکیم تیار کی اس لئے ہم تم سے تمہارے موقف کی اور اس سلسلے میں سید قطب اور ہضیبی کے کردار کی تفصیل چاہتے ہیں اور وہ چار وزراء جن کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ وہ کون ہیں؟ براہ مہربانی تفصیل طور پر بیان کیجئے۔

میں نے کہا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اخوان المسلمون نے حکومت پر قبضہ کرنے اور عبد الناصر وران کے چار نام نہاد وزراء یا کسی کے بھی قتل کا کوئی منصوبہ نہیں بنایا اصل مسئلہ تو اسلام کا مطالعہ اور مسلمانوں کی پسماندگی کے اسباب اور ان کے حالات کا جائزہ لینا مقصود تھا جن تک وہ پہونچ گئے ہیں۔ اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا کہ زینب وہ لوگ سب کچھ بتا چکے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ بالکل ٹھیک۔ یقینی طور پر انھوں نے وہ کہا جو جلادوں نے ان سے کہلوانا چاہا تھا کیونکہ انھوں نے اس میں اپنی خیر سمجھی ہوگی اور وہ بات کہہ دی جو ہوئی بھی نہیں۔ جب کہ سارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم اسلام کی تعلیم دیتے تھے اور نئی نسل کی ایسی تربیت کے لئے کام کرتے تھے جس سے وہ اسلام کو شعوری طور پر سمجھ سکیں اگر یہ جرم تھا تو وہ ہمارا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں۔

پھر اس شخص نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ وہ میری بہتری چاہتا ہے۔ اور خاص طور پر میری گلو خلاصی ہی کے لئے حاضر ہوا ہے۔

میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں نے کسی دن بھی یہ نہیں سوچا کہ میں ملازم ہوں

گی یا وزیر۔ میں نے اپنی عمر اسلام کی خدمت میں گذاری ہے وزارت کے مسئلے سے مجھے تھوڑی یا بہت کسی قسم کی دلچسپی نہیں ہے کیونکہ میں ملازمت کی صلاحیت نہیں رکھتی میری ساری مشغولیت اسلام کی خدمت کے لئے وقف ہے۔

وہ مجھے کمرہ میں چھوڑ کر یہ کہتا ہوا اُٹھ کر چلا گیا تم آزاد ہو ہم نے اپنی خدمات پیش کیں مگر تم انکار کر رہی ہو۔ اس کے نکلنے کے ایک گھنٹے بعد کمرہ میں ریاض وصفوت داخل ہوئے اور ریاض کئی بار مجھے یہ دھمکی دے چکا تھا کہ اگر میں نے اس کی خواہش کے مطابق بیان نہیں دیا تو وہ مجھے قتل کر دے گا پھر وہ پٹائی جو تین دن پہلے ہوئی تھی شروع ہو گئی اور بری طرح زخم پہونچانے کے بعد مجھے سل میں دوبارہ ڈال دیا گیا۔

بیش بہا چہرے میرے سیل میں داخل ہوئے

سیل ہی میں بند دوسرے روز عصر کے وقت کچھ مانوس آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں میں بدقت تمام اٹھ کر دروازے تک پہنچی اور سوراخ سے آنکھ لگا کر باہر دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ میں نے دیکھا تو میرے سامنے وہی درندہ صفت حمزہ، صفوت اور اس کے ساتھی سوراخ پر روک بنے کھڑے تھے، وہ ایک پل کے لئے ہٹے تو میں نے ایک جھلک اور ان روشن وتابناک منور چہروں کی دیکھی جو علیہ ہضیبی اور غادہ عمار کے تھے۔ میں ایک ٹک اپنے آپ کو چھپاتے ہوئے ان لوگوں کو دیکھتی رہی۔ اس وقت مجھے اپنی تکلیف کا احساس بھی نہیں رہا تھا حالانکہ چند لمحوں پہلے درد سے سارے بدن میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں میں خدا سے دعا کر رہی تھی کہ وہ میری بہنوں، بیٹیوں کو ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے۔

میں اپنی تکلیفوں میں کھوئی ہوئی سوچ رہی تھی، علیہ چند دنوں بعد ماں بننے والی ہے اس کو ظالموں نے کیسے گرفتار کیا ہوگا اور غادہ! اس کی ننھی دودھ پیتی بچی کے ساتھ سرکشوں نے کیسا سلوک کیا ہوگا، غادہ نے اس کو کیسے چھوڑا ہوگا یہ درندگی، مردم آزاری، وسنگ دلی ہے۔ جب انسانوں

کے حکمراں جاہلیت کی چادر اوڑھ لیتے ہیں تو جاہلیت ان کے احساسات پر غالب آجاتی ہے۔ اور ان کے ضمیروں کو تاراج کر ڈالتی ہے چنانچہ وہ اپنی رعایا کے لیے جلاد و قہار ثابت ہوتے ہیں۔

تجھ کو موت آجائے، اے عبدالناصر! ظالم تو نے اپنی قوم کو کس قدر دھوکہ دیا ہے دروازہ کھلا اور سیاہ شیطان نے ایک چادر اور تکیہ اندر پھینک دیا، حالانکہ میں اٹھارہ دن سے زمین پر سو رہی تھی چند لمحوں بعد وہ پھر واپس آیا اور دو چادر اور دو تکیے پھینک گیا۔ میں اس تبدیلی پر تحت حیرت زدہ تھی میری دہشت اس وقت ختم ہوئی جب تیسری دفعہ دروازہ کھلا اور صفوت و حمزہ بسیونی علیہ ہضیبی اور غادہ عمار کو لے کر داخل ہوئے اور ان دونوں کے اندر چھوڑ کر دروازہ بند کر کے واپس چلے گئے۔

علیہ بے اختیار مجھ سے چمٹ گئی اور بے تحاشہ میرے بوسے لینے لگی، میں اس وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر غم گیں وادا اس لہجہ میں پوچھ رہی تھی علیہ! تم علیہ!! خیریت سے تو ہو؟

پھر میں غادہ کی طرف متوجہ ہوئی تو دیکھا اس کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور چہرہ آنسوؤں سے تر تھا میں نے رنجیدہ ہو کر اس سے پوچھا، کیا۔ کیا، تم نے مجھے نہیں پہچانا وہ بولی کہ نہیں، نہیں "اے حاجہ تم بہت بدل گئی ہو تمہارا وزن خوفناک حد تک گھٹ گیا ہے اور تمہارا چہرہ تمہارے بھائی سعد الدین کی طرح ہو گیا ہے۔ میں نے کہا یہ تو فطری بات ہے، تم اس ہولناک ماحول سے واقف نہیں ہو جس میں سانس لے رہی ہوں اور اس سے بھی آگے کی بات یہ ہے کہ میں رات دن میں صرف ایک بار ایک چمچہ سلاد غذا کے طور پر لے پاتی ہوں جسے ایک فوجی پھینک جاتا ہے حالانکہ اس کو ہر دم یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ اسے اس جرم میں گرفتار نہ کر لیا جائے۔

وہ چادر اور تکیے سے جگہ کو ٹھیک کرنے لگی اور بیٹھ کر مجھ سے قرآن کے بارے میں پوچھنے لگی بیچاری علیہ نے سمجھا تھا کہ میرا واسطہ آدمیوں سے پڑا ہوگا اور وہ یہ بھول گئی کہ میں قرآن کے دشمنوں کے ساتھ یہاں ہوں؟ کیا میں ان سے اس کی توقع رکھوں کہ وہ مجھ کو اس کی اجازت دیں گے چنانچہ غادہ ایک چھوٹا قرآن جو اس کے ساتھ تھا پیش کیا اور ایسا ہی علیہ نے کیا۔ وہ بیٹھ گئی اور جب میں نے

ٹوٹا ہوا پیر آرام کے لئے پھیلایا تو کوڑوں کی مار اور عذاب کے آثار نمایاں ہوئے علیہ نے جو دیکھا تو اسکے بارے میں مجھ سے پوچھنے لگی۔ چنانچہ میں نے اس کو ایک آیت "قتل اصحاب الأخدود" سنائی۔ غادہ خاموشی سے رونے لگی اور علیہ حیرت سے پوچھنے لگی کہ کیا عورتوں کے ساتھ ایسا سلوک ممکن ہے؟ نرم دل علیہ کا تصور اس انتہا تک پہونچا ہی نہیں جہاں تک عبدالناصر کی حکومت خدا دشمنی اور رسول دشمنی میں پہونچ سکتی تھی۔

رفعت مصطفیٰ نحاس کی وفات

علیہ نے گفتگو کا موضوع بدلنا اور جیل کے حدود سے باہر کی دنیا سے مجھے آگاہ کرانا چاہا اس نے مجھے مصطفیٰ نحاس کی موت کی خبر سنائی میں اپنے رب سے دعا کرنے لگی کہ اے اللہ تو اس کی سزا سے بے نیاز ہے جب کہ وہ تیری رحمت کا محتاج ہے اے اللہ تو اپنا رحم فرما۔

مجھے اسی سے پتا چلا کہ وہ میرے جیل آنے کے دو یا تین دن کے بعد ختم ہو گئے اس نے مجھے ان کے جنازہ کے بارے میں بتایا کہ تمام راستے ہزاروں افراد سے بھرے ہوئے تھے مظاہرے ہو رہے تھے مسجد حسین تک لاش ابھی جا رہی تھی نعرے لگ رہے تھے کہ نحاس کے بعد کوئی زعیم نہیں۔ جنازہ کے جلوس کے بیچوں بیچ نعرے بلند ہو رہے تھے اور حکومت کی مشینری اس طوفان کو روکنے کی کی کوشش کر رہی تھی۔ غیر ملکی نشریات نے اس واقعہ پر کیسا تبصرہ کیا؟ بہرحال ایک طویل اور اطمینان بخش گفتگو ہوئی۔

پوری قوم نے نحاس کی وفات کے موقع سے فائدہ اٹھایا تاکہ اپنی رائے اور اپنا خیال پورے طور پر واضح کرے چنانچہ اس کے فلک شگاف نعرے مصر کی فضاؤں میں گونجنے لگے۔ اے نحاس تیرے بعد کوئی رہنما نہیں۔

یہ گونجنے والے نعرے دل و جان سے احساس بیں محرومی کے اثرات کی ایک تعبیر کے تھے وہ زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے "باطل قیادت مردہ باد" کھوٹے جھوٹے دھوکے باز۔ پردہ اٹھ گیا اور کھوٹ

سامنے آگیا۔ اے نجات دھندہ تو وہم دسراب میں ہے۔

اے لاکھوں کے حبیب تم نے فاجروں کو کاروبار حکومت سپرد کیا تو انھوں نے حکومت میں کھوٹ پیدا کی اور تم نے اس کی تصدیق کی اور تم کرایہ کے اطلاعات ونشریات اور زرخرید مصنفوں کے دم سے باقی ہو اے ٹکی ہوئی لکڑیوں تمہیں حق کی آگ ضرور جلائے گی تو تم راکھ کی ڈھیر کے مانند بن جاؤ گے جسے ہوا اڑائے گی — میں نے علیہ سے پوچھا کہ اس کے بعد کیا ہوا؟ لوگ جنازہ میں شریک بیس ہزار افراد کی گرفتاری" پر سرگوشیاں کر رہے تھے۔

سچ ہے نحاس کا جنازہ حق کی اذان اور سچائی کا اعلان تھا جو باشندگانِ مصر کی آزادیٔ فطرت کا برملا اظہار تھا۔

مصطفیٰ نحاس سے متعلق بہت سی یادیں گفتگو کے ذریعہ تازہ ہوگئیں یہ انسان وہ تھا جس نے اپنے دشمنوں سے ایک دن بھی کینہ نہیں رکھا اور غلطی کرنے کی صورت میں اعترافِ خطا سے نہ شرمایا وہ ایک قومی رہنما تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا میرے بھائی سیف الغزالی کو گرفتار نہیں کیا گیا؟ میرے اس سوال پر علیہ خاموش رہی، اس نے اثبات ونفی میں جواب نہیں دیا۔ چنانچہ مجھے اپنے بھائی کے بارے میں اندیشہ ہوا تو علیہ نے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا اے حاجہ ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔

مجھے خوف نہیں تھا البتہ میرا ذہن اس شاندار جنازہ کی طرف لگا ہوا تھا۔ علیہ کے بیان کے مطابق جنازہ کی کیفیت اس بات کی واضح دلیل تھی کہ ذرائع اطلاعات سے لوگوں کو دھوکہ دینے کے باوجود خاص طور پر مصر کے باہر اس قوم کی دھڑکن بند نہ ہوئی۔ چنانچہ لوگوں نے طاغوت کو انسان سمجھ لیا یا علیہ کے تبصرہ کے مطابق نجاتِ دھندہ تصور کر لیا انشاء اللہ وہ دن آئے گا جس میں حقائق بے نقاب ہوں گے تاکہ لوگ اپنے حکام کی سودہ بازیوں سے واقف ہو سکیں۔

وہ قوموں اور ان کے ضمیروں کو فروخت کرنے اور اسلام ومسلمانوں کو کچلنے کے عوض حکومت کی کرسیاں خریدتے ہیں۔ وہ ایک خوفناک منصوبہ ہے پھر میں غادہ کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کے شوہر بچوں اور والدین کے بارے میں دریافت کرنے لگی۔

آنسوؤں کی جھڑی کے دوران اس نے بتایا کہ اس کا شوہر تو سوڈان فرار ہو گیا اور بیچاری ماں مریضہ ہے اور اگر دو بچے نہ ہوتے تو وہ کسی چیز سے دلچسپی نہ لیتی میں نے اس کو تسلی دی اور سبھوں کے لئے دعا کی۔ پھر میں نے ضیاء، طویحی اور اس کی رخصتی کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ ظالموں نے اس کو اس حال میں گرفتار کیا کہ اس کا ہاتھ اس کی دلہن کے ہاتھ میں تھا۔ اور ماذون کی دلہن کو رخصتی کے جوڑے ہی میں گرفتار کیا جب کہ اس کی بہن منی اور اس کے بھائی ڈاکٹر کو نذر زنداں کر دیا گیا۔ مجھے دوشیزاؤں کی گرفتاری سے سخت دھکا لگا اور میں نے پوچھا۔ کیا ہر اس شخص کو گرفتار کرنا مقصود ہے جس کا اخوان سے تعلق ہو علیہ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا بلکہ ہر اس شخص کو پکڑ لیا جس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا غادہ گرفتاریوں کی تفصیلات سنانے لگی۔ اور رات و دن گھروں کی وحشیانہ تلاشی کے بارے میں بتانے لگی اور مجھے اس سلسلے میں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ایسا میرے ساتھ متعدد بار واقع ہوا۔ میں نے کہا میرے خیال میں ان تاتاریوں نے بھی ویسا عمل نہیں کیا جیسا عبدالناصر اور اس کے ساتھیوں نے کیا اور نہ ہی رومیوں نے اس طرح کی کارستانیاں فتوحاتِ اسلامیہ سے پہلے مصر میں کی ہوں گی۔ ناصری حکومت نے پوری انسانی تاریخ میں مجرموں کی سیہ کاریوں کو بھی شرمندہ کر دیا۔ سچ کو سننے کے سلسلے میں ناصر مکمل بہرہ اور نورِ حق کو دیکھنے کے بارے میں اندھا تھا تو پھر اس بات پر ہمیں کوئی حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ ظالم کمزور بے خطا عورتوں پر کوڑے لگوائے، انہیں قید کرے انکے مردوں کو قتل کرے اور قید خانوں میں زندہ دفن کر دے۔ بچوں کو یتیم بنانے اور خواتین کو بیوہ بنانے میں اس نے خصوصی دلچسپی لی ہے۔

یہ تلخ وجذباتی اور رنجیدہ گفتگو تمام واقعات کی عکاسی کر رہی تھی علیہ میرے پھولے ہوئے پیروں اور متورم پنڈلیوں کی طرف متوجہ ہوئی اور بولی کہ شائد میرے عذاب کا نمبر آ گیا۔ اے رب ہماری مدد کر اور ہمیں صبر دے میں اپنے بیگ سے تمہارے لئے ایک فیتہ لاتی ہوں جس سے تمہارے پیروں کو ڈھانپ دوں گی کیا تمہارے ساتھ کپڑوں کا بیگ نہیں ہے حاجہ؟۔

میں نے کہا۔ اٹھارہ دنوں سے میں انہیں خون آلود کپڑوں میں ہوں۔ میری بیٹی، غادہ روئے

جارہی تھی۔ اور میرے جسم پر خون و پیپ سے تر کپڑوں کو دیکھتی جاتی۔ اس کو میرے کپڑے تبدیل کرانے کا خیال ہوا اور اس نے جیسے ہی میرے جسم سے شکستہ کپڑوں کو اٹھایا ہنٹر کے بے شمار نشانات دکھائی دیئے وہ گہرے رنج و غم سے چیخ پڑی۔ کیونکہ ان دونوں کے خیال میں عورتوں کے ساتھ ایسی حرکتیں نہ ہونی چاہئے تھیں۔

میں نے ان دونوں کے احساس کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اللہ کی حمد وثنا بیان کی کہ یہ سب اس کے راستے میں ہے نہ کہ کسی دنیوی یا الحادی دعوت کی راہ میں، میں خدا کا شکر بجالائی کہ اس نے اسلام کی دولت سے نوازا اور توحید و رسالت کے تصور حقیقی سے اگاہ کرتے ہوئے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سائے میں رکھا۔

علیہ نے بھی میرے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی تو میرے بارے میں بہن خالدہ ہضیبی کی بات نقل کی کہ جیل میں اس کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ بشرطیکہ زینب بھی میرے ساتھ ایک ہی سیل میں ہوں مجھے اس بات سے خوشی ہوئی لیکن اگر خالدہ میرے بدن کو دیکھ لیتی تو اپنی رائے بدل لیتی اور اللہ سے عافیت کی طلب گار ہوتی۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ تمام بہنوں اور تمام مسلمان مرد اور عورتوں کو اہل باطل کے ظلم وجور سے محفوظ رکھے۔

کھانا عبادت ہے

اچانک سیل کا دروازہ کھلا اور ہماری گفتگو بیچ ہی میں رک گئی اور سیاہ شیطان اندر آیا جس کے ایک ہاتھ میں تین روٹیاں اور دوسرے ہاتھ میں پلیٹ تھی جس میں ابلی ہوئی سیمیں تھیں۔ علیہ نے اسے لے لیا اور اس کے جانے کے بعد دروازہ بند کر دیا۔ میں اس کھانے کی بو برداشت نہیں کر پاتی تھی لیکن بھوک سے نڈھال تھی، علیہ کو میری حالت کا احساس تھا۔ اس نے کھانا میرے قریب کرتے ہوئے کہا۔ کھانا اچھا ہے حاجہ۔ اور مجھے ایک روٹی دی اور غادہ کو دوسری روٹی دی اور کھانے لگی غادہ نے بھی کھانا زہر مار کرنا شروع کر دیا۔

علیہ نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا "مجھے اس مہمان ۔ اس کا اشارہ اپنے حمل کی طرف تھا۔ کی خاطر کھانا کھانا ضروری ہے۔ لیکن اس نے جب مجھے کھانے سے ہاتھ روکے دیکھا تو اس نے بھی کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور غادہ نے بھی کھانا چھوڑ دیا علیہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولی حاجہ! تم کھانا نہ کھانے کی وجہ سے آدھی ہو کر رہ گئی ہو۔ ایسی حالت میں تو ہمارا کھانا کھانا بھی عبادت ہے۔ لیکن اگر تم اس طرح کھانا چھوڑے رہو گی تو تم نے انجام کے متعلق بھی کچھ سوچا ہے؟ جلادوں کو تو زینب الغزالی کی موت سے خوشی ہی ہو گی تو وہ یہی چاہتے ہی ہیں۔

میں نے اس کا منہ بند کرنے کے لئے کہا کہ میں اتنا کھا لیتی ہوں جس سے زندگی باقی رہے اور اللہ نے کھانے پر صبر اور ایک چمچہ سلاد پر اکتفا کرنے کی قدرت دیدی ہے۔ مگر وہ مسلسل اصرار کرتی رہی آخر کار ہار مان کر میں نے کھانا کھا لیا لیکن خدا بہتر جانتا ہے وہ کس قسم کا کھانا تھا۔

دوسرے دن صبح علیہ وغادہ کی موجودگی میں حسب معمول میں نے مرشد عام سے دروازہ کے سوراخ سے ملاقات کی اور ان دونوں کو بھی گفتگو میں شریک کیا میں نے ان دونوں کو بتایا کہ اس سے میرے دل کو اطمینان اور سکون ملتا ہے۔ علیہ بھی اپنے باپ کو باتھ روم جاتے اور آتے وقت دیکھ سکتی تھی اور اسی طرح غادہ۔ غادہ ہمیں بتاتی کہ اسے کس طرح گرفتار کیا گیا اور وہ میری گرفتاری کے بعد کیسے حمیدہ قطب سے ملی اور مجھے یہ اطلاع دی کہ پورا قطب خاندان گرفتار کر لیا گیا ہے، دن کے گھنٹے انتہائی سست اور گراں گزرے جس کی وحشت ناکی۔ جماعت کی نماز سے کم کی گئی۔

عذاب کی رات آگئی

عشاء کی نماز کے بعد سیل کا دروازہ کھلا اور ظالم صفوت روبی ایک فوجی کے ساتھ اندر آیا اور وہ دونوں مجھے اس آفس میں لے گئے جہاں اس سے پہلے میں دو مرتبہ جا چکی تھی۔

میں نے ایک شخص کو آفس میں بیٹھے دیکھا جس کو میں نے سلام کیا لیکن اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا مجھے خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا بولا کیا تم زینب الغزالی ہو؟

میں نے کہا۔ ہاں۔

اپنے سامنے کی کرسی پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے کہنے لگا اچھا تو تم زینب الغزالی ہو۔ تم نے اپنے آپ پر اس درجہ ظلم کیوں کیا؟ کیا یہ سب اخوان المسلمین کے لئے ہے؟ ان میں سے ہر ایک گلو خلاصی چاہتا ہے اور وہ سب مل کر تم کو تنہا کنویں میں پھینک رہے ہیں۔ تم نے ہمارے لئے دشواری پیدا کردی ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ تم کو ہلاکت کے کنویں سے بچاؤں گا اور بعض باتوں میں تم سے سمجھوتہ کروں گا۔ جس کے بعد تم گھر جاؤ گی صرف یہی نہیں بلکہ میں تم سے جمال عبدالناصر کی جانب سے یہ کہتا ہوں کہ اگر سمجھوتہ ہوگیا اور آپ نے عقل مندی سے کام کیا تو صدر ایک آرڈر کے ذریعہ مسلم خواتین کے مرکز کو واپس کردیں گے اور رسالہ پر سے پابندی ہٹا کر دو ہزار جنیہ ماہانہ اس کے لئے دیا کریں گے اور جمعیت کے لئے بڑی رقم خرچ کریں گے اور پہلے سے بہتر حالت میں لے آئیں گے اگر تم نے مفاہمت کرلی تو میں تمہارے کپڑے منگوالوں گا اور ایک گھنٹے بعد ہم جمال عبدالناصر سے ملاقات کریں گے۔ وہ اخوان جنھوں نے تم کو فریب میں مبتلا کردیا ہے۔ خدا ان کو معاف کرے، تم نے ہمارے لئے بڑی دشواریاں پیدا کردی ہیں بہر حال صدر بڑے فراخ دل ہیں۔

وہ بولتا جارہا تھا اور میں گم سم اس کا منہ تاک رہی تھی۔ اس نے مجھے خاموش دیکھ کر کہا۔ تم کچھ بولتی کیوں نہیں؟

زینب! تم میری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ خدا کی قسم صدر حکمت ابوزید سے استعفیٰ لے کر تم کو اسکی جگہ متعین کردے گا یہ ہماری خواہش ہے کہ تم ہم سے تعاون کرو اپنے دل کو کشادہ کرو اور صاف بات کہو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور تمہارے لئے خیر کو پسند کرتا ہوں اور جیل سے باہر بھی بہت سے نیک دل تم سے محبت کرتے ہیں اور تمہارے لئے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں، انھیں تم سے عقیدت ہے محبت ہے وہ تمہارے لئے کچھ بھی کرسکتے ہیں۔

میں نے کہا...... میں نہ وزیر بننا چاہتی ہوں اور نہ ہی میرے خیال میں کسی دن یہ بات آئی

جہاں تک خواتین کی جماعت اور رسالہ کا تعلق ہے تو ان کو میں نے خدا کے سپرد کر دیا ہے، اور مسلمانوں کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی رسالہ یا جماعت کے جھنڈے کے نیچے کام کریں بلکہ وہ۔ لاالہ الااللہ کے جھنڈے کے نیچے کام کرتے ہیں۔

اس نے کہا۔ اے زینب۔ تو پھر کیوں تم اخوان المسلمین کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے کوشش کر رہی تھیں ؟

میں نے کہا۔ دراصل میرے کام کرنے کا طریقہ دوسرا ہے۔ مثلاً میں سمجھتی ہوں کہ مسلم خواتین کی جماعت جس کی بنیاد میں نے ۱۹۳۷ء میں رکھی تھی وہ ٹوٹی نہیں ہے بلکہ عبدالناصر کو یہ وہم ہے کہ اس نے اس کے مال واسباب اور عمارتوں پر قبضہ کر کے اسے ختم کر دیا ہے بات دراصل یہ نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہماری کامیابی، ناکامی تو خدا کے ہاتھ ہے اور تم جانتے ہو "جسے خدا رکھے اسے کون چکھے"، اخوان کی جماعت مثلاً مسلم خواتین کی جماعت کبھی نہیں ٹوٹی ہے اور اللہ کی دعوت اپنی راہ پر رواں دواں ہے، کلمۂ حق قائم ہے، عبدالناصر اور اس کی حکومت فنا ہو جائے گی اور اللہ کا حکم باقی رہے گا اور جب ہماری عمریں ختم ہو جائیں گی اور اللہ سے ہم ملیں گے تو ظالم واقف ہو جائیں گے کہ ان کا انجام کار کیا ہے۔ بلاشبہ اللہ کا دین قائم ہے اللہ کے دین کا دفاع کرتے ہوئے اور خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے ان کے مخالفین ان کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اسی حال میں اللہ کا فیصلہ آ جائے گا۔ میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور امت کو راہ حق دکھانے والوں میں سے بنا۔ یہ امر بالمعروف اور نہی المنکر والے رسول اللہ کے خلیفہ ہیں اور وہی اوامر اسلامی کے مجدّد ہیں۔ اخوان المسلمین کی بنیاد حسن البنا نے بغیر سوچے سمجھے نہیں رکھی بلکہ انھوں نے اس دین کی تجدید حکومت الٰہیہ کے قیام اور اور خدائی قوانین کے نفاذ کے ذریعہ چاہی پھر آخر جمال عبدالناصر کو اخوان پر پابندی لگانے کا کیا اختیار ہے ؟

میں یہ کہہ کر خاموش ہو گئی تب اس نے مجھ سے کہا۔ خدا کی قسم تم واقعی مقرر ہو لیکن میں تمہارے

پاس اس لئے نہیں آیا کہ تم مجھے اخوان کے متعلق درس دو اور مجھے ان میں سے ایک بنانے کی کوشش کرو، میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ ہم باہمی سمجھوتے سے کسی ایسے حل تک پہنچ سکیں جو تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکے جس میں تم گرفتار ہو۔

تمام اخوان نے تم کو ذمہ دار بنایا، عبدالفتاح اسماعیل کہتا ہے کہ تم ہی نے اس کو مسلح کیا۔ ہضیبی نے اپنے آپ کو بچا کر ذمہ دار تم کو قرار دیا اور کہا کہ تم نے تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ سید قطب نے چھٹکارا پالیا اور تم کو پھنسا دیا تم یا تو بالکل ٹھیک ہو یا پاگل عبدالناصر کی خواہش ہے کہ وہ تمہیں اس مصیبت سے نجات دلائیں عبدالناصر (جس کی مٹھی میں پورا ملک ہے) تمہارا ماضی معاف کر کے نیا صفحہ کھولنا چاہتے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم مشہور مقبول خطیب ہو اور عوام تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم اے زینب خود خسارہ بھی ہو اور نفع بخش کاغذ بھی۔ کیا کوئی ایسا شخص ہے جس سے عبدالناصر قریب ہونا چاہیں اور وہ انکار کرے۔ تم سچ مچ پاگل ہو، میں یہ اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کیونکہ میں تمہاری بھلائی چاہتا ہوں اور تم پوری زندگی یتیموں کی پرورش اور خیر کے کام کرتی رہوں گی۔ عقل سے کام لو زینب! اپنا خاندان دیکھو اور میری بات سنو۔

میں نے اس سے کہا۔ کیا تم اپنی بات ختم کر چکے؟

وہ بولا۔ بات بڑی معمولی سی ہے تم مجھے ان تمام اخوان کے نام بتا دو جو تمہارے گھر میں آیا کرتے تھے اور وہ راستہ بھی جس سے وہ عبدالناصر کو قتل کرنا چاہتے تھے اور ھضیبی سے صدر کے قتل کا حکم تم نے کب لیا؟ سید قطب کا موقف بھی ہم جاننا چاہتے ہیں۔ منصوبہ کیسے تیار ہوا اور اس کی تفصیلات کیا ہیں؟ اور میں آپ سے عبدالناصر کے سر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج کی رات ہی آپ جیل سے نکل جائیں گی۔ اور سوشل افسر کی وزارت حاصل کر لیں گی اس موقع کو ضائع نہ کرو، میں نے تمہارے لیے اپنی اور صدر کے عزت کی قسم کھائی ہے عقل سے کام لو اور اپنے فائدہ کو اچھی طرح سوچ لو۔ تمام اخوان اب صرف اپنے بارے ہی میں سوچ رہے ہیں۔

اسی بیچ کمرے میں ایک لمبا تڑنگا آدمی داخل ہوا جس کے چہرہ پر شیطنیت جھلک

رہی تھی وہ بولا کرنل ہم تمام کیسٹ لے آئے ہیں جنھیں ہم زینب کے گھر نومصر سے ضبط کر کے لائے ہیں آپ ان کو حاضر کرنے کا حکم دیں تو وہ اس کو سنائے جا سکتے ہیں۔

اس نے نووارد سے بعد میں گفتگو کرنے کا کہہ کر اسے واپس بھیج دیا۔ پھر مجھ سے بولا دیکھو زینب مجھے معلوم ہے کہ تمہارا شوہر ایک اچھا اور نیک انسان ہے تمہاری وجہ سے میں اس کا بھی ادب کرتا ہوں اور اس کا فائدہ ہی چاہتا ہوں تمہارے بھائی میرے عزیز دوست ہیں۔ میں تمہاری بھلائی چاہتا ہوں اور صدر بھی تمہارے خیر خواہ ہیں انھیں تم سے مفاہمت کرنے میں رغبت ہے اور میں اپنی اور صدر عبدالناصر کی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں مفاہمت کے بعد تمہارے سامنے تمام کیسٹ میں جلا دوں گا۔ ہماری خواہش ہے کہ تمہیں اس دلدل سے نکال دیں جس میں اخوان نے تم کو گرا دیا۔ خدا کی قسم ہم مسلمان سے بہتر ہیں۔ اسلام کیا ہے؟ اسلام یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی نقصان نہ پہنچائے میں نے اس کی باتوں کی ہنسی اڑاتے ہوئے کہا۔ اس ذات کی قسم جسے تم نے گواہ بنایا ہے، کیا تمہارے بھائی کو اور تمام لوگوں نقصان نہیں پہنچا۔ وہ انجان بنتے ہوئے بولا۔ ہم اچھے لوگ ہیں۔ بس تم ہمارے ساتھ سمجھوتہ کر لو تمہیں ہماری اچھائی کا پتہ خود چل جائے گا۔

میں نے کہا۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ تمہیں توبہ کی توفیق دے اور تم مسلمان بن جاؤ۔

تب اس نے اپنے بیگ سے کاغذ قلم نکالا اور بولا۔

زینب! تم مجھے بتاؤ گی کہ تمہارے پاس کون شخص آتا رہا ہے۔

میں نے کہا۔ مجھے کسی ایک شخص کا نام یاد نہیں دراصل لوگوں کے نام مجھے یاد نہیں رہتے اور نہ میں کسی سے نام پوچھتی ہوں۔

اس نے کہا۔ ٹھیک ہے فی الحال ہم اس موضوع کو چھوڑتے ہیں کچھ دیر بعد ہم اس پر پھر گفتگو کریں گے۔ ہم حسن ہضیبی اور سید قطب کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں

میں نے کہا۔ یہ کون سا موضوع ہے؟

اس نے کہا۔ عبدالناصر کو قتل کرنے اور حکومت پر قبضہ کرنے کا موضوع۔ میں نے کہا جناب

مسئلہ عبدالناصر کے قتل اور حکومت پر قبضہ سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ عبدالناصر کا قتل تو ایک معمولی کام ہے جس سے مسلمانوں کو کوئی دلچسپی نہیں اصل مسئلہ تو اسلام کا ہے۔ اسلام قائم نہیں ہے اور ہم اسلام کے قیام کے لئے اور اسلام کے لئے نئی نسل کو تربیت دینے کا کام کر رہے ہیں جبکہ عبدالناصر مسلم افراد میں اسلام سے جنگ کر رہے ہیں اور اسلامی قانون کے ذریعہ حکومت کرنے سے انکار کر رہے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ یہ اسلام رجعت پسندی، فرقہ پرستی ہی ہے۔ تم لوگوں کو ان باتوں سے وحشت نہیں ہوتی؟

اس نے کہا۔ تم پاگل ہو۔ یہ بڑی بات ہے کیا تمہیں معلوم ہے اگر تم ابھی یہاں قتل کر کے دفن کر دی جاؤ تو کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا تم جس حال میں ہو اس لحاظ سے تم اس کی مستحق ہو اگر میں تم کو ابھی چھوڑ دوں تو ایک گھنٹہ کے بعد تم قتل کر دی جاؤ گی۔

میں نے کہا۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ میں ابھی یہ کہہ بھی نہ پائی تھی کہ وہ مار گزیدہ درندہ کی مانند ہسٹریائی انداز میں گالیاں بکنے لگا پھر ایک فوجی کو بلا کر کچھ اشارہ کیا جس کے بعد ریاض ابراہیم آئے۔

اس نے ان سے کہا۔ ٹیپ کورٹ کے لئے چھوڑے رکھو، یہ پاگل ہے۔ تم اس کے تئیں اپنے فرض سے آگاہ رہو اور اس کے لئے سعد کو بلاؤ وہ شخص چلا گیا۔ چند لمحوں بعد سعد نے آ کر اسے سلامی دی۔

اس نے اس سے کہا۔ تم اسی کو ٹھیک کرو سعد، سعد نے اس سے دریافت کیا کتنے کوڑے پاشا؟ اس نے کہا۔ پانچ سو کوڑے، میں تھوڑی دیر کے بعد واپس آؤں گا۔ اور سعد نے مجھ پر کوڑے برسانے شروع کر دیئے جب وہ مجھے مارتے مارتے تھک گیا تو مجھے دیوار کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہونے کو کہا اور خود تھوڑی دیر کے لئے غائب ہو گیا۔ پھر واپس آ کر دوبارہ مجھے کوڑے مارنے لگا اس کے بعد نوجوان اخوان کا ایک گروپ لایا گیا جن کی پٹائی شروع ہو گئی اور اس بات پر مجبور کیا جانے لگا کہ وہ مجھے بُری بُری گالیاں دیں نوجوان جب انکار کرتے تو مزید ان کی پٹائی

کی جاتی ان میں پائلٹ ضیاء تو بجی بھی تھے جن کو شادی کے دن گرفتار کیا گیا تھا۔

اور حمزہ کی باری آئی

میری اور نوجوان اخوان کی پٹائی کے بعد انھوں نے مجھے جیل واپس بھیج دیا مجھے جیل کی اس باڑ میں لے جایا گیا جہاں میرا سیل تھا سعد نے دیوار کی طرف رُخ کر کے مجھے ایک گھنٹہ تک کھڑا رکھا۔ خون کو منجمد کر دینے والی سردی تھی کوڑوں کی ضربوں سے بدن لہولہان ہو رہا تھا اور رہ رہ کر ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔

حمزہ بسوی آئے میں کچھ نام یاد کرنے لگی تھی اس کے ساتھ ریاض بھی تھا جس نے کہا۔ اے لڑکی سمجھ سے کام لے اور اپنے مفاد کے بارے میں سوچ لے ہم تیرا ہی فائدہ چاہتے ہیں۔ حمزہ باشا تم ہی اس کو نصیحت کرو۔

اس نے اپنی تقریر شروع کی۔ زینب عقل سے کام لو، نادان مت بنو دوسرے اخوانیوں کی طرح تم بھی اعتراف کیوں نہیں کر لیتیں۔ میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ کس بات کا اعتراف کر لوں؟ ہم جس مقصد کے لئے جمع ہوئے تھے وہ صرف نوجوانوں میں عقیدۂ توحید کی اشاعت تھا میری بات سن کر حمزہ صفوت کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے پیچھے ہی کھڑا ہوا تھا صفوت نے اسے اپنی طرف متوجہ پا کر کہا۔ حکم، باشا۔

حمزہ نے کہا میرے لیے اور اس کے لئے ایک کرسی لاؤ اس کا شوہر میرا دوست ہے اس لئے میں اپنے آپ کو اس کے ساتھ تھکا رہا ہوں۔

کرسی آئی اسی نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا تاکہ وہ سوچ لے کہ وہ کس طرح گفتگو شروع کرے اور یہ وضاحت کرے کہ وہ سب کچھ میرے شوہر کے لئے کر رہا ہے میں نے بیٹھنے کی کوشش کی لیکن بیٹھ نہ سکی۔ کیونکہ میرے جسم پر اس قدر کوڑے پڑے تھے کہ مجھ میں بیٹھنے کی قوت ہی نہ تھی۔

حمزہ نے دوبارہ بیٹھنے کا حکم دیا تو میں نے کہا میں بیٹھ نہیں سکتی مجھ سے کھڑے کھڑے

باتیں کرلو۔

وہ بولا تم ہی نے اپنے ساتھ سب کیا ہے تمہاری صورت بھدی اور تمہارے دونوں پیر جنگلی آدمیوں کے پیروں کے مانند ہوگئے تمہارا شوہر تمہیں اسی شکل میں دیکھے گا تو آہ وزاری کرے گا تم ساٹھ سال کی بڑھیا نظر آرہی ہو اور تمہارا شوہر میرا دوست ہے تمہیں اس حال میں دیکھ کر مجھے تکلیف ہورہی ہے ذرا اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھو گویا مزدور کے ہاتھ ہوں۔

صفودت نے کہا۔ باشاتم اس کی عمر ساٹھ سال بتارہے ہو مگر اس کی شکل ۱۲۰ سال کی عمر بتارہی ہے صورت تک بگڑ چکی ہے اس کا شوہر تو اس کو گالیاں دیتا اور اس پر لعنت بھیجتا ہے وہ عنقریب اس سے چھٹکارہ حاصل کرے گا اور ڈاک میں کسی دن اس کو طلاق نامہ بھیجدے گا۔

حمزہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ تم میرے لئے بڑی آزمائش ہو میں تمہیں اس عذاب سے نجات دلانا چاہتا ہوں، تمہارا خیر خواہ ہوں۔

میں خاموش ہی رہی بلکہ اس کی طرف حقارت بھری نظروں سے دیکھتی رہی مجھے نہیں معلوم وہ ان نظروں کو محسوس کر رہا تھا یا نہیں میرے خیال میں وہ جاہل و بزدل تھا وہ مجھے خوف زدہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ خود میرے مقصد سے خوفزدہ تھا میں ایسا اس وقت محسوس کرتی تھی جب وہ مجھے دھمکیاں دیتا تھا۔

وہ شیر کی طرح گرجا اور صفودت کو حکم دیا کہ میرا چہرہ دیوار کی طرف کردے میں نے خود ہی اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں فوراً ہی جلدی کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھا دیا اور پھر صفوت کے ہاتھ کے کوڑے میری پیٹھ پر درندگی کے ساتھ برسنے لگے۔ اسی نے سعد نامی ایک فوجی کو بلا کر میرے برابر کھڑا کر دیا جو اپنے ہاتھ کے کوڑے سے زمین پر بار بار مارتا دوسرا فوجی جوش دیتے ہوئے زیتون کا تیل ایک برتن میں لایا جس میں کچھ نشتر رکھے ہوئے تھے۔

شقی القلب سعد نے کوڑوں کو ابلتے ہوئے زیتون میں ڈبو رکھا تھا اور مجھے انھیں غور سے دیکھنے کا حکم دیئے ہوئے تھا۔ تھوڑی دیر بعد قریب درجن بھر فوجی اس حصہ میں

داخل ہوئے اور ان میں سے ہر ایک نے کھولتے ہوئے تیل میں سے کوڑے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے اور میری طرف متوجہ ہو کر وہ لوگ ننگی ننگی گالیاں دینے لگے اور ساتھ ہی کوڑوں کو فضا میں لہراتے جاتے لیکن میں نے انھیں کوئی اہمیت نہیں دی۔ میں تو اللہ کے ذکر میں مشغول تھی میں خدائے لم یزل کا یہ قول دہرا رہی تھی اللذین قال لھم الناس اِنّ النّاس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل

خونخوار روبی تھوڑی دیر بعد اندر آیا اور بولا اٹھو! نکل جاؤ میرا انتظار کرو ہم نے اس کا قتل رات تک کے لئے ملتوی کر دیا ہے پھر میرا ہاتھ پکڑ کھینچا اور سیل کی طرف لے چلا۔

سیل کی طرف واپسی

دروازہ کھلا اور میں نے خود کو سیل میں پایا علیہ وغادہ دونوں اس وقت سو رہی نہیں مجھے دیکھ کر دونوں اٹھ بیٹھیں انھیں میرے پیروں سے بہنے والے خون سے سخت گھبراہٹ ہوئی علیہ نے میرے پیر کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا الحمد للہ اور ان دونوں سے سو جانے کو کہا اور خود حدیث نبوی، "بسم اللہ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اُجد واحاذر" دہراتی رہی دو راتیں گذر گئیں مگر درد سے سکون نہ ملتا تھا جسے میں علیہ وغادہ کے ڈر سے چھپایا کرتی تھی حالانکہ وہ دونوں مجھ سے رات کے حادثے کے بارے میں جاننا چاہتی تھیں۔ دوسرے دن صبح غادہ نے حادثہ کے بارے میں پوچھا تو علیہ نے اسے خاموش کر دیا اور میں نے محسوس کیا کہ غادہ کے سوال میں کوئی نئی تدبیر ہے تو میں نے بھی خموشی اختیار کر لی۔

دوسری رات آئی

عشا کی نماز کے بعد سیل کا دروازہ کھلا اور اس کی جگہ صفوت کا ہیبت ناک جسم نظر آیا اس نے کرختگی سے مجھے پکارا، اے لڑکی، زینب! اٹھ کھڑی ہو اس نے میرے ہاتھ کو کھینچتے ہوئے کہا

چل۔ اور وہ مجھے تقریباً "گھسیٹتے" ہوئے چلا، راستہ میں اسے ایک شخص ملا جس نے کہا صفوت خلیل بیگ تمہارے منتظر ہیں صفوت نے گالیاں دیتے ہوئے کہا میں اسے اس کے پاس لے جا رہا ہوں اس شخص نے پوچھا کیا یہ زینب الغزالی ہے؟ صفوت نے جواب دیا یہی زینب الغزالی ہے اور پھر مغلظات بکنے لگا اور مجھے ایک کمرہ میں داخل کیا جہاں ایک میز کے پیچھے ڈراونی صورت والا ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جو مجھے دیکھ کر اس طرح اٹھ کھڑا ہوا جیسے اس پر جن سوار ہو گیا ہو اور صفوت سے بولا جاؤ اور اسی آدمی کو لاؤ میں کھڑی رہی اور وہ کمرے میں اسی طرح بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلتا رہا جیسے سانپ نے اسے ڈس لیا صفوت ایک شخص کے ساتھ واپس آیا جو اندر آ کر کرسی پر بیٹھ گیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولا تو کون ہے۔ اے لڑکی؟ میں نے کہا زینب الغزالی الجبیلی!"

اس نے کہا تم یہاں کیوں ہو؟

"مجھے نہیں معلوم" میں نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا

وہ بولا۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے تم اس لئے یہاں ہو کہ تم اور ہضیبی، سید قطب، عبدالفتاح، اسماعیل نے جمال عبدالناصر کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

یہ سراسر اتہام ہے، میں نے سختی۔۔۔ سے اس کے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے کہا۔

اس نے کہا سنبھل کر بات کرو آج رات موت ہو گی روز کی طرح پٹائی نہیں کیا تم جانتی ہو میں کون ہوں؟ میں فوجی قید خانہ کا جانور ہوں تم سمجھیں میں نے کہا یہاں صرف جانور اور کتے ہی ہیں جب سے میں قید خانہ میں داخل ہوئی ہوں کسی آدمی کو نہیں دیکھا۔ سوائے ان مظلوم اخوان کے جو بار امانت اٹھائے ہوئے ہیں اور حق کے قائد ہیں۔ وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے پیر سے مجھے ٹھوکر مارتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے دھکا دے کر گرا دیا اس کے بعد مسلسل وہ مجھے پیر کی ٹھوکریں لگاتا رہا حتیٰ کہ میں بالکل نڈھال ہو گئی۔ اس کے بعد وہ واپس اپنی کرسی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے میری طرف غور سے دیکھ کر کہا ہم یہ فلسفہ نہیں چاہتے ہیں، ٹھیک سے بات کر یہ کہتے ہوئے اس نے میرے چہرے پر طمانچہ رسید کیا۔ صفوت نے اپنے دونوں ہاتھ سے مجھے پکڑ کر کرسی پر بیٹھایا اور کمرہ

کا دروازہ بند کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک دوسرا شخص اندر آیا اور بولا اے زینب تم اپنے ساتھ کیا کر رہی ہو؟ تم لوگوں کو گالیاں دیتی ہو اور ان کا مذاق اڑاتی ہو، صدر کا دل کشادہ ہے وہ تمہاری بھلائی چاہتے ہیں ہم تم کو مقدمہ میں صرف گواہ بنانا چاہتے ہیں عنقریب تم کو اسی جرم سے بچالیں گے جس میں تم کو اخوان نے پھنسا دیا ہے۔

میں نے کہا۔ جرم اخوان المسلمین کا نہیں بلکہ جرم تو تمہارا ہے جو تم ایک مسلم ملک پر حکومت کر رہے ہو۔

اس نے کہا۔ تم یا تو پاگل ہو یا تمہاری نفسیاتی حالت بدتر ہو گئی ہے بس تم کو چھوڑ رہا ہوں اور اس شخص کو تمہارے واسطے بھیجوں گا جو جانتا ہے کہ تمہارے ساتھ کیسے سمجھوتہ کرے۔

وہ مجھے چھوڑ کر نکل گیا میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے کھڑے رہنے کا حکم نہیں دیا۔ کیونکہ میں بہت زیادہ تھکی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ایک شخص ہاتھ میں کوڑا لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا اور مجھے کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے میرا نام پوچھا۔

میں نے کہا۔ زینب الغزالی الجبیلی۔

کہا۔ ہائے تیری بدنصیبی! یہ تیری آخری رات ہے جب تک کہ میں یہاں ہوں۔

اس لمحے ایک دوسرا شخص آیا اور پہلے سے بولا۔ تم جاؤ۔ میں اس کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھوں گا اس نے بہت سے نیک کام کئے ہیں مگر اخوان نے اسے مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔

پہلے نے تعجب سے کہا سچ اس نے اچھے کام کئے بہر حال اس کے کچھ لمحے باقی ہیں اس کی عمر ختم ہونے والی ہے۔

دوسرے نے کہا۔ تم جاؤ میں اس کے ساتھ بیٹھ کر مصالحت کی کوشش کروں گا۔ ویسے تم لوگ اس سے چاہتے کیا ہو؟

پہلے نے کہا۔ صدر اور مشیر دونوں کی خواہش ہے کہ یہ مقدمہ میں سرکاری گواہ بن جائے اور اخوان

کے خلاف بیان دے تمام اخوان پہلے ہی اقبال کر چکے ہیں یہ کہہ کر وہ چلتا بنا، اس کے جانے کے بعد دوسرا شخص مجھ سے مخاطب ہوا۔ اس نے مجھ سے ہمدردی جتاتے ہوئے کہا

زینب تم اپنے ساتھ کیا کر رہی ہو؟ تمہارے کپڑے تار تار ہو چکے ہیں... پھر وہ میز پر بیٹھ کر کہنے لگا۔ تم اپنے ہوش وحواس یکجا کرو، سوچو اور میرے سوالات کے جواب دو۔

میں خاموش رہی تو وہ پھر بولا۔

میں نے تمہارے بھائی عبدالمنعم اور سیف اور تمہارے شوہر سے آج صبح ملاقات کی تھی۔ تمہارا شوہر بہت اچھا آدمی ہے لیکن تم اس کے لئے سخت دشواریاں پیدا کر رہی ہو بس تمہیں اس کیس سے نکالنا چاہتا ہوں اور اس کا واحد راستہ یہی ہے کہ تم سرکاری گواہ بن جاؤ ___ کتنا آسان راستہ ہے

پھر اس نے صفوت کو پکار کر مجھے سیل لے جانے کا حکم دیا کہ میں سوؤں اور آرام کروں اور کل کی ملاقات کے لئے سوچوں۔

مختصر آرام

میں سیل پہنچی علیہ وغادہ سو رہی تھیں علیہ میرے اندر جانے پر اٹھ گئی اور بولی تم آگئیں اے حاجہ؟ میں نے کہا الحمد للہ

میں نے سونا چاہا مگر نہ سو سکی حتی کہ فجر کی آذان ہو گئی تو ہم نے نماز پڑھی غادہ مجھ سے حادثات پوچھنے لگی، میں نے کہا۔ اللہ کا حکم ہے میری اس سے دعا ہے کہ وہ مجھے حق پہ ثابت قدم رکھے وہ لوگ مجھے آزمائش میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ مجھ سے ناممکن کام کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں، علیہ بولی ہمارا رب تمہاری مدد کرے گا اے حاجہ، اور پھر غادہ نے واقعات کی تفصیل جاننے کے لئے سوالات کرنے شروع کر دیئے میں اس سے بات نہ کر سکی کیونکہ میں تھکی ہوئی تھی اور خود کو آنے والی رات کی ملاقات کے لئے تیار کر رہی تھی۔ علیہ اسی نکتہ کو سمجھ گئی اور اس نے غادہ کو خاموش کر دیا اس طرح دن گذر گیا۔

ظالم رات

وہ رات آگئی جس کا مجھے خوف تھا اور علیہ وغادہ میرے اور تمام اخوان کے لئے دعائیں کرنے لگیں سیل کا دروازہ کھلا لیکن میں نے صفوت کے ساتھ ایک نئے آدمی کو دیکھا دونوں مجھے لے کر چلے اسی شخص نے صفوت کو لوٹنے کا اور مجھے اپنی میز کے قریب ایک کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا پھر کہنے لگا۔

اے زینب! تم نے ان لوگوں کو تھکا دیا ہے جو تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں اور میں آج تمہاری خدمت کے لئے حاضر ہوا ہوں مجھے توقع ہے کہ ہمارا رب میری مدد کرے گا اور تمہیں بھی اللہ کی طرف رہنمائی ملے گی اور تم اخوان المسلمین کا قصہ بیان کرنے کے بجائے اس پر اکتفا کرو گی کہ انھوں نے تم کو اس نازک صورت حال سے دوچار کرایا ہے تم کو ان کے بارے میں دھوکہ ہوا ہے۔ سوچو کیا وہ لوگ سچ مچ اسلام چاہتے ہیں یا حکومت کے طلب گار ہیں ہماری خواہش ہے کہ تم ہمارے لئے فراخ دلی اختیار کرو۔ ہضیبی نے ایسی بات کہی جس کے تحت آپ کو پھانسی کی سزا ہو سکتی ہے جس کی تائید سید قطب نے بھی کی ہم ان کی باتوں کی تصدیق نہیں کر سکتے کیونکہ ہم آپ کو اسی قضیہ سے نکالنا چاہتے ہیں اور آپ کو سرکاری گواہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ تم ابھی اپنے گھر جاؤ اور ہمیں جب تمہاری گواہی کی ضرورت ہوگی کسی کو بھیج کر یا خود تمہارے گھر آکر تمہیں بلالیں اگر تم اس پر اتفاق کرلو تمہاری ملاقات مشیر اور صدر عبدالناصر سے ہو سکتی ہے صدر کی طرف سے خواتین کے مرکز پر عائد پابندی کو ختم کرنے کے لئے حکم جاری کیا جائے گا یہی نہیں بلکہ صدر کا ارادہ ہے کہ وہ تم کو حکومت میں بڑا مقام دیں اور تم کو ملک کی جماعات کا امتیاز دیں۔ اخوان کی تمہارے ساتھ غداری کھل کر سامنے آچکی ہے وہ تمام مصیبتیں تمہارے سر ڈال کر خود محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ وہ بول رہا تھا اور میں ایک لفظ کہے بغیر خاموشی سے سن رہی تھی وہ اپنی تقریر کے دوران میرے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا پھر اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی صفوت اندر آیا جس سے اس نے چائے منگائی پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا تم قہوہ پیتی ہو تمہارے لئے ایک فنجان قہوہ منگاؤں؟

میں نے کہا۔ شکریہ

مجھے کچھ نہیں چاہئے

اس نے کہا۔ سنو! اے زینب! میں تمہیں ایک کاغذ اور قلم دوں گا تم اسی پر وہ تمام باتیں لکھ دو جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے۔

میں نے کہا۔ ہم نے کسی بات پر اتفاق نہیں کیا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا لکھوں اس نے مجھے کاغذ اور قلم دیتے ہوئے کہا "تم اب تک اپنے فائدہ کا اندازہ نہیں لگا سکی ہو، صدر جمال تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں اور تمہیں اسی قضیہ سے نکالنا چاہتے ہیں۔

میں نے کہا۔ کون سا قضیہ لوگ جمع ہوئے تاکہ اپنے دین کا مطالعہ کریں اور گہرائی کے ساتھ اسے سمجھ سکیں کیا، بہتر تو یہ ہوتا کہ صدر و مشیران لوگوں پر مقدمہ چلاتے جو اخلاقی گراوٹ و اباحت پسندی، اور الحادی فکر کو مواد دیتے ہیں اور ہر جگہ فساد پھیلاتے ہیں۔ اگر میں کچھ لکھوں گی تو اس بیچارے ملک کے واقعات حقیقت رقم کروں گی میں اس حق کو لکھوں گی جسے میں جانتی ہوں

اس نے کہا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم علم و فضل والی خاتون ہو اور تمہاری عقل بڑی ہے، تم اس بات کو ہرگز پسند نہ کروگی کہ اپنی پوزیشن کو زیادہ نازک بناؤ میں تمہیں کاغذ قلم کے ساتھ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ لکھنے سے پہلے اپنی نگاہ میں یہ بات رکھنا کہ صدر تمہیں کیس سے نکالنا چاہتے ہیں وہ کیس جس کے خدوخال میں نے پوری طرح واضح کر دیئے۔ ہضیبی و سید قطب دونوں عبدالناصر کے قتل اور حکومت پر قبضہ کا پلان بنا رہے تھے ان دونوں کے بیان کے مطابق زینب الغزالی ہی نے اسکیم تیار کی تھی وہ دونوں تمام ذمہ داریاں تمہارے سر ڈال کر خود برأت چاہتے ہیں بلکہ وہ دونوں کہتے ہیں کہ تمام حادثات کی ذمہ دار تم ہو اور تم ہی ان دونوں کی تکلیف و نقصان کا سبب بنی ہو لکھو، لکھو۔ لیکن اپنے موقف اور تمہارے تئیں اخوان کے موقف کے بارے میں خوب سوچ لو وہ لوگ سارا معاملہ تم سے جوڑ رہے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ انھوں نے ہی تم کو آمادہ کیا اور پھر خود پیچھے ہٹ گئے۔ کیا یہ شجاعت ہے یا بزدلی؟ وہ مجھے کاغذ و قلم کے ساتھ تنہا چھوڑ کر چلا گیا"! اے افسوس اسی قلم و کاغذ پر جو سیل کے ایک قیدی

کے پاس ہے"؛ میں نے لکھا۔

"ہم نوجوان اخوان کے ساتھ فقہ، سنت، حدیث، تفسیر کی کتابوں کے مطالعہ کے لئے جمع ہوئے تھے ہم ابن حزم کی المحلّی، ابن قیم کی زاد المعاد، حافظ منذری کی الترغیب والترتیب اور سید قطب کی فی ظلال القرآن اور معالم فی الطریق کے مسودے کا مطالعہ کرتے تھے ہم سیرۃ رسول وصحابہ کرام پڑھتے تھے کہ کیسے دعوت اسلامی قائم ہوئی یہ سب استاد ہضیبی کی اجازت و نگرانی سے ہوتا۔ اس مطالعہ کا مقصد مسلم نوجوان کی سلیم الفکر والعمل کھیپ تیار کرنا تھا تاکہ ہم دوبارہ اسلام کی عزت اور زمین میں اسلام کے فعال پیروکار قائم کر سکیں۔ طویل مطالعہ کے بعد ہم نے یہ طے کیا کہ ہر جگہ نوجوان کو ان سرِنو منظم کیا جائے تاکہ وہ اس جاہل اور خدا بیزار سماج میں گھرے ہوئے نوجوانوں کو بچا کر سکیں۔ ہم نے طے کیا کہ یہ کام تیرہ سال تک جاری رہیگا اس کے بعد ہم پورے ملک کا سروے کریں گے۔ اگر اسلامی اصولوں پر ایمان رکھنے والے گروہ کی تعداد ۲۵ فیصد سے کم نکلی تو ہم دوبارہ تربیتی مطالعہ کی مدت ۱۳ سال تک بڑھادیں گے پھر اس طرح دوبارہ تیسری بار اور چوتھی دفعہ جائزہ لیں گے یہاں تک کہ کل آبادی میں تعداد ۷۵ فیصد ہو جائے تب ہم اسلامی حکومت کا اعلان کریں گے پھر عبدالناصر کو کیا ڈر ہے؟ اور تمہیں اے حکمرانو کس بات کا خوف ہے؟ ہمارے مقصد کی حصولیابی سے قبل ممکن ہے کئی نسلیں گذر جائیں پھر تمہیں کیا اندیشہ؟ ہمارے منصوبہ میں عبدالناصر کا قتل نہیں اور ان کا قتل کوئی مسئلہ ہے مسئلہ تو کئی افراد کے قتل سے زیادہ بڑا ہے اور کسی کے قتل کا تو ہمارے ذہنوں میں کوئی تصور نہیں البتہ تم اسی کو دلیل بنا کر مومنو کو ھلاک کرنا چاہتے ہو تم کو کس نے ہمیں عذاب میں ڈالنے اور قتل کرنے کا حکم دیا؟ صیہونیت نے یا اشتراکیت نے؟

وہ بات جس سے الحاد پسند کمیونزم پر لرزہ طاری ہے اور مسیحیت سے منحرف و منکر مغرب خائف ہے اور عالم صیہونیت کی نہ صرف نیند غائب ہو گئی ہے بلکہ اس پر کپکپی سوار ہے اور اس طرح کے تمام لوگ دہشت زدہ ہیں۔ وہ اسلام کی اپنے عقائد و شریعت اور معاملات کے ساتھ مسلمانوں کی طرف واپسی ہے، جی ہاں، اسلام کی واپسی کا ان سبب کو قلق ہے اس لئے وہ ہمارے

گھات میں لگ کر ہماری جاسوسی کرتے ہیں اور اپنے ایجنٹوں کو مومنوں کے قتل کا حکم دیتے ہیں مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے اور کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اگر آج تم نے ہم کو قتل کر دیا تو ہمارے بعد وہ لوگ آئیں گے جو اسلام کا جھنڈا بلند کریں گے۔ جہاں تک مسلم خواتین کے رسالہ کا تعلق ہے یا مسلم خواتین کے مرکز یا اس پوری دنیا کی بات ہے جو ہمارے اطراف میں ہے تو اس کی ہمیں کوئی طلب نہیں ہم صرف اللہ اس کے راستے اور اس کے قانون کو چاہتے ہیں۔ ان کلمات کے آخر میں زینب الغزالی الجبیلی کے دستخط تھے۔

صفوت روبی اندر آیا اور مجھ سے کاغذ طلب کیا جسے میں نے اس کے حوالہ کر دیا وہ باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص میرے پاس آیا جس نے مجھے کاغذ و قلم دیئے تھے اس کے پاس کئی اوراق تھے یہ وہ اوراق نہ تھے جو میں نے لکھے تھے۔ جنھیں اسی نے پھاڑ کر میرے منہ پر پھینکدیا تاکہ میں، سمجھوں کہ جو کچھ میں نے لکھا اسے پھاڑ دیا گیا۔ اور صفوت سے کہا کہ اس کو پکڑو صفوت ۔ یہ پھانسی ہی کی مستحق ہے جیسا کہ لوگوں نے طے کیا ہے میں اس کی مدد کرنا چاہتا تھا مگر اس نے میری پیشکش کو ٹھکرا دیا تو اسے پھانسی دینے دو۔

یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا۔

شیطان صفوت نے مجھے پکڑ لیا اور درندگی کے ساتھ مجھے مارنے لگا اپنے ہاتھوں سے پیروں سے اور سیل کا دروازہ بند ہو گیا۔

میں سخت حیرت میں تھی کہ جب وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے مسئلہ کی پوری وضاحت اور اس کے اجزاء کی تشریح کر دی تو پھر کیوں وہ مجھے کھلی عدالت میں نہیں پیش کرتے اب ڈرانے دھمکانے، لالچ و عذاب کی کوئی وجہ نہیں؟ یا مسئلہ کا حل خاموشی سے طے شدہ اسکیم کے تحت مجھے مار ڈالنا ہے۔ میں نے کیس کی وضاحت کر دی۔ اس کے خدو خال بیان کر دیئے اس کے عناصر کی کھول کھول کر تشریح کر دی۔

پھر آخر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟؟

"کپڑوں کے سوٹ کیس کی آزمائش اور عبدالناصر کا خط"

سیل کا دروازہ بند ہو گیا تو میں دوسری دنیا میں پہونچ گئی میرے بدن کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا نہ بیٹھے سکون ملتا نہ کسی اور حالت میں چین ملتا میں نے اپنی جگہ سمٹ کر سونے کی کوشش کی مگر نیند نہ آئی گویا کہ میں دہکتی چنگاریوں پر لیٹی ہوں۔ کوڑے، لاتیں اور گھونسوں کی مار کی وجہ سے میرا جسم پھٹ پھٹ گیا تھا گندی گالیاں مغلظات نے میرے قلب و روح کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔

بس اسی طرح کروٹیں بدلتی رہی کہ فجر کی اذان سنائی دی تو علیہ و عادہ اٹھ گئیں۔ ہم لوگوں نے تیمم کر کے نماز ادا کی میری حالت ہر سوال کا جواب تھی۔ علیہ نے میری طرف دیکھا اور بولی ڈاکٹر نے مجھے خواب آور گولیاں دی ہیں کیا تم ایک گولی لوگی ؟ میں نے کہا کوئی حرج نہیں علیہ۔

میں نے گولی لی اور نیند کے لئے تیار ہو گئی مگر افسوس نیند زخمی جسم اور پاش پاش دل کے ٹکڑوں کو یکجا نہ کر سکی جسم نے اللہ کا سہارا لے لیا قرآن و نماز اپنی استطاعت کے مطابق پڑھا غادہ سیل کے دیواروں پر روزانہ کی تاریخ اپنے قید میں آنے کے دن سے لکھا کرتی وہ بولی آج ۱۸ ار اکتوبر ہے تو میں نے کہا۔ خدا اسے خیریت سے گذارے۔

علیہ نے کہا انشاء اللہ

چار بجے کے وقت سیل کا دروازہ کھلا اور صفوت کے ساتھ دو فوجی ایک بڑا بیگ اٹھائے ہوئے نظر آئے جس کو پہلی نظر ہی میں نے پہچان لیا کہ وہ میرے گھر سے لا رہے ہیں صفوت نے بیگ کھولا اور چلا کر بولا اے زینب یہ کپڑے ہم نے تمہارے لئے گھر سے منگائے ہیں بیگ کی تمام چیزیں نکال نکال کر دکھانے لگا پھر ان سب کو دوبارہ بیگ میں رکھ دیا اور بیگ بند کر دیا ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا کہ بیگ کسی لمبے سفر کے لئے تیار کیا گیا ہے میں نے اس سے پوچھا کس نے یہ کپڑے منگائے اور کون لایا؟ صفوت نے جواب دیا ہم نے اسے منگایا ہے اور تمہاری

بہن حیاۃ نے اسے یہاں پہنچایا پھر اس نے دو فوجیوں کو بیگ واپس لے جانے کا حکم دیا وہ تھوڑی دیر تک رکا پھر اس نے سیل بند کر دیا۔

ایجنٹ واپس آ گئے تو میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور مجھ پر گہری بے ہوشی طاری ہو گئی علیہ و غادہ میری طرف لپکیں اور انھوں نے میرے ہاتھ، پیر کو ملنا شروع کیا تاکہ مجھے ہوش آ جائے اور مجھے تسلی دینے لگیں اے حاجہ، معاملہ آسان ہے۔ انھوں نے میرے ہاتھ، پیر کو ملنا شروع کیا تاکہ مجھے ہوش آ جائے اور مجھے تسلی دینے لگیں اے حاجہ، معاملہ آسان ہے انھوں نے محسوس کیا نہیں کپڑوں کی ضرورت اس لئے منگا لیا ہے کوئی خاص بات نہیں ہے۔

میں نے کہا اے علیہ وہ بڑی مصیبت ہے۔

تو علیہ نے کہا اے حاجہ؟ انھوں نے تمہارے پھٹے کپڑوں کو دیکھا تو کپڑوں کی ضرورت محسوس کی۔

میں نے کہا۔ نہیں نہیں اے علیہ یہ آزمائش ہے صرف میرے ہی لئے کپڑے کیوں آئے مجھے اس سے آرام نہیں۔ مجھ پر زیادہ بڑی آزمائش آنے والی ہے اللہ سے دعا کرنے لگی کہ وہ مجھے حق پر ثابت قدم رکھے۔

ہم عصر کی نماز میں لگ گئے آخری رکعت تھی کہ صفوت اندر آیا! اور درندگی کے ساتھ مجھے گھسیٹتے ہوئے بولا میرے ساتھ آؤ اور غادہ و علیہ کو چھوڑ کر دروازہ بند کر دیا۔

وہ مجھے ایک دوسری گیلری میں لے گیا۔ پھر ایک تنگ و تاریک اور بدبودار چوہوں کی آماجگاہ میں ڈھکیل دیا میں سخت گھبراہٹ میں بیٹھی رہی شدید سردی سے میرا جسم کانپ رہا تھا۔ زمین کی ٹھنڈک اور سیل کی تاریکی میرے خوف و گھبراہٹ میں اضافہ کر رہی تھی۔ میں نے اللہ کی پناہ مانگی تاکہ ان حالات پر قابو پا سکوں چنانچہ میں تیمم کر کے نماز پڑھنے اور اپنے رب سے دعا کرنے لگی! "سن لو اللہ کے ذکر سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔

اچانک روشنی ہو گئی اور صفوت اندر آ کر ہاتھ بڑھا کر بولا، اے لڑکی یہ خط پڑھ میں نے خط

دیکھا تو اس کے اوپر لکھا ہوا تھا" مکتب، رئیس الجمہوریہ" ٹائپ سے بیچ میں لکھا ہوا تھا" رئیس جمہوریہ عبدالناصر کے حکم سے زینب الغزالی الجبیلی کو مردوں سے زیادہ عذاب و تکلیف دی جائے دستخط، جمال عبدالناصر رئیس جمہوریہ، اور ملک کے مخصوص شعار کی مہر بھی لگی ہوئی تھی۔ میں نے خط پڑھا پھر اسے صفوت کو واپس کرتے ہوئے کہا۔ تم سب سے بڑا اللہ ہے۔ ہمارے ساتھ اللہ ہے

وہ مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا اور اپنے منہ سے مغلظات بکنے لگا حالانکہ میں نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ اس نے سیل بند کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے صفوت کی آواز سنی جو چیخ کر اعلان کر رہا تھا۔ ہوشیار۔ اور سیل کا دروازہ کھلا حمزہ بسیونی جس کی آنکھوں میں شیطان رقص کر رہا تھا۔ اندر آیا۔ اور بولا ——

تمہارے لئے آخری موقع ہے ایک گھنٹہ خوب اچھی طرح سوچ لو اور اپنے فائدہ کا اندازہ لگا لو میں تمہارے لئے کپڑے لے آیا ہوں تاکہ مشیر عبدالحکیم عامر اور رئیس جمال سے ملاقات کر سکو پھر کیس کے سلسلہ میں تمہارا موقف بدل جائے گا۔" پھر صفوت کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

صفوت اسے خط پڑھ کر سناؤ۔ صفوت نے خط اٹھا کر پڑھا۔ جمال عبدالناصر رئیس جمہوریہ کے حکم سے زینب الغزالی الجبیلی کو مردوں سے زائد تکلیف و عذاب دیا جائے دستخط جمال عبدالناصر۔ حمزہ بسیونی نے صفوت سے خط لیا اور مجھے دیتے ہوئے کہنے لگا اے پگلی خط پکڑ اور اس کے مضمون کو سمجھ۔

میں نے اس سے کہا۔ میں نے پڑھ لیا تب اس نے کہا دوبارہ پڑھو پھر صفوت کی طرف مخاطب ہو کر بولا نہر کہاں ہے صفوت؟ میں خط لے کر پڑھنے لگی پھر اسے زمین پر پھینک کر بولی۔ اے سیہ کارو ہمارا رب تم سے بڑا ہے نکل جاؤ اے کافرو۔

حمزہ بسیونی نے سیل کے باہر کھڑے بعض فوجیوں کو پکارا۔ فوجی کپڑوں کا بیگ اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوا اور جنگلیوں کے انداز سے بولا" ہم لوگ تم کو ایک گھنٹہ کا موقع دے رہے ہیں یہ تیرے کپڑے ہیں اپنی بھلائی کی خاطر سوچ لو مسئلہ کا حل صرف تمہارے ہاتھ میں ہے

پھر ان لوگوں نے سیل بند کر دیا اور واپس لوٹ گیا میں اللہ سے استغفار اور حق پر ثابت قدمی کی دعائیں مانگنے لگی۔ ایک گھنٹہ گذر گیا صفوت کی آواز سنائی دی "ہوشیار" پھر حمزہ بسیونی اندر آیا اور میری طرف دیکھ کر بولا۔ تو نے کپڑے نہیں پہنے؟ کیا تو موت چاہتی ہے؟

کوئی پرواہ نہیں میں اپنے آپ کو حوالہ کر چکی ہوں ٹھیک ہے صفوت..... لڑکی اپنے آپ کو سید قطب اور ہضیبی کے لئے فدیہ کے طور پر پیش کر رہی ہے وہ تو اسی سے گلو خلاصی چاہتے ہیں وہ لوگ بری ہو کر نکلیں گے۔

صفوت نے مجھے درشتگی کے ساتھ گھیسٹا اور مجھے لے کر سیل کے باہر نکل گیا اور گیلری سے گذرنے کے دوران میں نے بلند آواز سے کہا کہ اللہ اکبر تاکہ علیہ و غادہ سن لیں کیونکہ میرے خیال میں یہ زندگی کا آخری لمحہ تھا جیسا کہ حمزہ بسیونی نے کہا ہے۔

باب چہارم

باب چہارم

شمس بدراں کے ساتھ

صفوت چلتا رہا یہاں تک کہ ہانی افسر کا آفس ملا اور ہانی مجھے شمس بدران کے آفس لے چلا۔
شمس بدران، تم کیا جانو کہ شمس بدران کون ہے؟ وہ انوکھا انسان اور جنگل کے جانوروں سے زیادہ درندہ صفت ہے وہ انسانیت کشی و مردم آزاری کا افسانہ ہے وہ توحید پرست مومنوں کو عقل انسانی کے ممکن تصور کی حد تک ایک خاص لذت کے ساتھ پوری تیزی و سختی کے ساتھ مارتا تھا یہ سمجھ کر کہ سزا دینے میں تشدد و سنگ دلانہ رویہ مسلمانوں کو ان کے دین و عقیدہ سے پھیر دے گا حالانکہ ان کا خیال ایک بے حقیقت گماں ہی رہا۔ مجھ سے شمس بدران نے پوچھا۔ اس کے انداز سے ایسا غرور ٹپک رہا تھا گویا اس کی انگلیوں میں مخلوق کی گردنیں ہیں کیا تم زندہ ہو زینب الغزالی؟
میں نے جواب دیا "ہاں"
حمزہ بسیونی کا آفس شمس کے آفس سے متصل تھا اور میری پشت پر ظالم صفوت دو آدمیوں کے ساتھ ایسے کوڑوں کے ساتھ مسلط تھا گویا وہ آگ کی لپٹیں ہوں، شمس بدران نے اکڑتے ہوئے کہا۔ اے لڑکی! اے زینب اپنا دماغ درست کر لو اور عقل کی بات کر اور اپنا فائدہ دیکھ تاکہ تمہیں مجھ سے چھٹکارا ملے اور ہم دوسروں سے نبٹ سکیں اور عبدالناصر کی عزت کی قسم

ہنٹروں سے تجھے پھاڑ دوں گا۔ میں نے جواب دیا" اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ بااختیار ہے"
اس نے کہا اے لڑکی! یہ کیسا عجیب اکھڑپن ہے؟ میں نے اسے جواب نہ دیا۔ تو اس نے کہا
تیرا سید قطب اور ہضیبی سے کیا تعلق ہے؟

میں نے اطمینان سے جواب دیا" اسلامی اخوت"

تو اس نے احمقانہ انداز سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ کیسی اخوت؟

میں نے جواب دیا اسلامی بھائی چارگی۔

اس نے کہا۔ سید قطب کا پیشہ کیا ہے؟

میں نے کہا۔ استاذ امام سید قطب اللہ کی راہ کے مجاہد اور قرآن کے مُفسّر اور مجدد و مجتہد ہیں اس نے بیوقوف بنتے ہوئے کہا۔ اس کلام کا کیا مطلب ہے؟

تو میں نے الفاظ کے مخارج پر زور دے کر کہا۔ استاذ سید قطب قائد معلم، اسلامی مصنف بلکہ عظیم تر اسلامی انشا پردازوں میں سے اور محمدی وارث ہیں۔ اس کی انگلی کے اشارے پر ایجنٹ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور اس نے کہا اے لڑکی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے کہا ہضیبی کا پیشہ کیا ہے؟

میں نے کہا۔ استاذ امام حسن ہضیبی ان مسلمانوں سے بیعت لینے والے امام ہیں جو اخوان المسلمین سے تعلق رکھتے ہیں، احکام شریعت کے نفاذ کا عہد کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تاکہ پوری امت اسلامیہ کتاب وسنت کی طرف لوٹ جائے۔ ابھی میں نے بات مکمل بھی نہ کی تھی کہ ایجنٹ کوڑے لے کر دوڑ پڑے۔

اس نے کہا۔ فضول، خالی بکواس یہ کیا ہے اے... لڑکی

حسن خلیل نے کہا کہ۔ تم اس کو بولنے دو یا شا ایک اہم نکتہ دریافت ہونے والا ہے پھر وہ میرے سامنے آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ کیا تم نے سید قطب کی کتاب معالم فی الطریق پڑھی ہے تو میں نے کہا۔

ہاں پڑھی ہے۔

بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک دوسرے شخص نے کہا بعض افسران سوال وجواب کے دوران آکر بیٹھ گئے تھے تاکہ ایک جانب جواب طلبی میں شرکت کرسکیں اور دوسری طرف ایک طرح کی دہشت گردی میں حصّہ دار رہیں) کیا تم اس کتاب کا خلاصہ بتا سکتی ہو؟ ــــ

تومیں نے کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الامین ..

مگر شمس بدران نے عجیب انداز سے تالی بجاکر بات کاٹ دی۔ اے لڑکی کیا تو مسجد کے منبر پر کھڑی ہے؟ ہم چرچ میں ہیں اتنا کہہ کر اس نے چند ننگی گالیاں مجھے دیں۔

حسن خلیل نے کہا ــــ معذرت! اے پاشا، زینب بات پوری کرو معالم فی الطریق کتاب سے تم نے کیا سمجھا؟ ــــ

تب میں نے کہا معالم فی الطریق مجتہد مفسر سید قطب کی کتاب ہے جو مسلمانوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول سے مراجعت کی دعوت دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے عقیدہ توحید کے تصور کو ٹھیک کریں اور جب اپنے آپ کو...... جیسا کہ آج کل ہے کتاب وسنت سے منقطع پائیں تو توبہ کی طرف لپکیں اور دین، کتاب سنت کی جانب پلٹیں، پھر انھوں نے لوگوں کو اپنے اور امت میں رائج جاہلیت کے درمیان مفاصلہ کی دعوت دی چنانچہ قرآن کے سمجھنے میں واضح روایت اور اس کے احکام کو بہتر طور پر اخذ کرنے میں نشان مٹ گئے تو جب امت کتاب اللہ اور اس کے مقاصد واغراض کی طرف پلٹنے لگے تب اپنے دین سے وابستہ ہوگئی اور اس کے مقاصد صحیح ہوں گے اسی لئے سید قطب کی رائے میں امت کی اپنے عقائد کی طرف قلب وضمیر کے ساتھ مراجعت ضروری ہے کیونکہ توحید ورسالت کی شہادت کے نتیجے میں جو ضمانت حاصل ہوتی ہے امت اس سے چھٹی ہوتی ہے۔

چند لمحات خاموشی طاری رہی پھر حسن خلیل نے احمقانہ انداز سے کہا۔ یہ خطیبہ ہے دوسرے نے کہا مصنفہ بھی ہے اور مسلم خواتین کے رسالہ کا ایک مجموعہ بھی نکالا۔ جسے انھوں نے دوسری کتابوں

کے ساتھ میری گرفتاری کے دن حاصل کیا تھا۔ وہ اس میں سے کسی ایک رسالہ کے افتتاحیہ کے چند جملے پڑھنے لگا مگر شمس بدران مجھے گھورتے ہوئے بات کاٹ کر جاہلانہ انداز سے بولا۔ اس لڑکی باتیں میں بالکل نہ سمجھ سکا۔ اس کے یہ کہتے ہی مجھ پر ایجیٹ کوڑے لے کر ٹوٹ پڑے وہ مجھے مارتے جاتے اور کہتے جاتے اے لڑکی! باشا سے پوری بات کہہ۔

حسن خلیل جو گویا مجھے شکار کرنے کے لئے جال بن رہا تھا۔ بولا "کوئی حرج نہیں"۔ پھر مجھ سے گویا ہوا میں اس لاالہٰ اللہ محمد رسول اللہ کے معنی سمجھنا چاہتا ہوں جیسے تم نے اپنا رکھا ہے۔

میں نے کہا۔ محمد صلعم پوری انسانیت کو بتوں اور انسانوں کی عبادت سے ایک خدا کی عبادت کی طرف نکالنے کے لئے آئے ہیں۔ لاالہ الا اللہ کے معنی ہیں اور محمد عبدہ و رسولہ کا مطلب ہے محمد صلعم جو وحی لے کر آئے یعنی قرآن و سنت۔ تو ہم پر اعتقاداً و عملاً اس کا نفاذ واجب ہے اور یہی کلمہ توحید کا صحیح تصور ہے۔

تو شمس بدران نے بے قابو ہو کر کہا۔ بس خرافات بند کرو، پھر اس کے درندے اپنے ہنٹروں سے میری خبر لینے لگے۔ حسن خلیل نے کہا جو اپنے تصور میں میری گردن کے گرد پھندے ڈال رہا تھا۔ باشا میری خاطر کچھ اور لمحے۔

اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ ہمارے بارے میں تمہارا کیا خیال، ہم مسلمان ہیں یا کافر؟
میں نے جواب دیا اپنے آپ کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھو، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارا اسلام سے کیا تعلق ہے؟

میرا یہ جواب سن کر شمس بدران غصہ سے پاگل ہو گیا اور وہ مجھے بے تحاشہ فحش اور ننگی ننگی گالیاں دینے لگا۔ میں خاموش ہی رہی، کر بھی کیا سکتی تھی۔ پھر شمس بدران درندہ کی طرح حرکتیں کرنے لگا۔ عبدالناصر کا جنگل رسوم و رواج سے واقف نہیں بلکہ اس میں اندھی جاہلیت کا راج ہے جس میں نابود کر دینے والے طوفان ہیں جس کے راستوں میں انسانوں کو نوچ ڈالنے والے خبیث بھوکے بھیڑیئے گھومتے رہتے ہیں۔

شمس بدران نے صفوت کی طرف دیکھ کر کہا۔ اس کو لٹکا دو صفوت یہ پٹائی کچھ مفید نہیں صفوت باہر گیا اور لوہے کا ایک موٹا ڈنڈا اور لکڑی کے دو اسٹینڈ لایا، نیز ۳ ایجنٹ کوڑے لیے ہوئے اندر آئے اور پھر مجھے اس پر لٹکانے کے لئے آخری شکل دی۔ تو میں نے ان سے کہا مہربانی کر کے آپ مجھے ایک پتلون دیدیں۔

حسن خلیل نے شمس بدران سے کہا۔ کوئی حرج نہیں پاشا تو شمس بدران نے کہا اس کے لئے پتلون لاؤ اور ایک فوجی فوراً پتلون لے آیا۔ گویا اس نے اپنے پیروں کے پاس سے اٹھایا ہو۔ شمس بدران مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ اس کمرہ میں جاکر پتلون پہن لو۔

ایرکنڈیشنڈ کمرہ بہترین فرنیچر، قیمتی فرش اور دیگر لوازمات تعیش سے آراستہ تھا۔ میں پتلون پہن کر باہر نکل آئی اور شمس بدران کے حکم سے مجھے اسٹینڈ پر لٹکا دیا گیا۔ مجھے نہیں یاد کہ ان لوگوں نے کس طرح میرے ہاتھوں کو پیروں سے باندھا اور کس طرح مجھے لٹکا دیا اور پھر شمس بدران کے منھ سے اس طرح حکم نکلا جیسے وہ میدان جنگ کا کوئی بڑا افسر ہو۔ صفوت! اس کو پانچ سو کوڑے لگاؤ۔ کوڑے میرے ہاتھ اور پیروں پر انتہائی شقاوت و حیوانیت کے ساتھ پڑنے شروع ہوئے، پٹائی تیز ہو گئی۔ اور درد بڑھنے لگا۔ ان جانوروں کے سامنے کمزوری ظاہر کرنا مجھ پہ گراں گذرا۔ چنانچہ میں نے برداشت کیا اور آہستگی سے اللہ کو یاد کرنے لگی۔

درد دو چند ہوتا گیا۔ شدید ترین، اور جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور خاموش رہنے کی قوت ختم ہو گئی تو میری آواز شکوہ لیٹے ہوئے اس ذات کے سامنے بلند ہوئی جو ظاہر و مخفی سب کا جاننے والا ہے میں اسم اعظم یا اللہ یا اللہ دہرانے لگی اور کوڑے میرے پیروں کے درد میں اضافہ کرتے جارہے تھے اور میرے دل و دماغ میں صرف اللہ ہی اللہ تھا۔ حتی کہ میں ہوش کھو بیٹھی اور مجھے اپنا شعور نہ رہا میں زمین پر ایک بے جان لاش کی مانند گر پڑی۔ لوگ مجھے کھڑا کرنے اور اٹھانے کی کوشش کرنے لگے مگر کامیاب نہ ہو سکے میں جب کھڑی ہوتی تھی گر پڑتی تھی۔

درد برداشت سے باہر ہو چکا تھا خون میرے پیروں سے رواں تھا اور شمس بدران صفوت

کو مجھے کھڑا کرنے کا حکم دے رہا تھا۔ میں نے درد والم سے چور ہو کر دیوار سے ٹیک لگانے کی کوشش کی تو صفوت نے اپنے کوڑے مار کر مجھے اس سے ہٹا دیا۔ میں ان سے کہہ رہی تھی کہ مجھے زمین پر بیٹھنے دیجیے، تو شمس بدران نے کہا۔ نہیں۔ نہیں۔ تمہارا رب کہاں ہے؟ تو اس کو بلا کر وہ تجھے میرے ہاتھوں سے بچا سکے۔ عبدالناصر کو پکار کر دیکھو تو کیا ہوتا ہے۔ میں نے اسے کوئی جواب نہ دیا مگر وہ اپنی جاہلیت کا ثبوت دیتا رہا۔ مجھے جواب دو تمہارا رب کہاں ہے؟ تو میں نے خاموشی اختیار کر لی تو اس نے کہا جواب دو تب میں نے کانپتی ہوئی آواز سے کہا۔ اللہ پاک بڑی قوت والا اور کارساز ہے.... اور پھر مجھے شمس بدران کے آفس سے اسپتال پہونچا دیا گیا۔

پانی کا سیل

میں شمس بدران کے آفس سے نکلی تو میری سانس پھول رہی تھی اور میں ذرا دم لینا چاہتی تھی میں محسوس کر رہی تھی کہ میرے اعضاء کٹ رہے تھے۔ اور میں اپنے جلاد صفوت روبی کے ساتھ وہاں گئی جہاں وہ مجھے لے گیا۔ میں ابھی گیلری کے آخری حصہ تک پہونچی بھی نہ تھی کہ حسن خلیل کے الفاظ اس طرح سنائی دیے گویا کسی آتش فشاں پہاڑ سے لاوا بہہ نکلا ہو۔ صفوت واپس آؤ۔ پاشا دوبارہ زینب کو بلا رہے ہیں۔

میں دوبارہ شمس بدران کے آفس میں داخل ہوئی اور اچانک میں نے حمیدہ قطب کو اپنے سامنے دیکھا، میں نے انھیں پہچان لیا مگر انھوں نے مجھے اس وجہ سے نہیں پہچانا کیونکہ بھوک، پیاس، کتوں، کوڑوں کی مار، زخمی اعضاء اور غیر معمولی تکان نے میری شکل وصورت بدل دی تھی۔

شمس بدران نے فاضلہ بیٹی حمیدہ قطب سے پوچھا، کیا یہ زینب الغزالی ہے؟ تو حمیدہ نے غور سے دیکھا اور پھر اثبات میں جواب دیا۔ میں اس وقت بے پناہ رنج والم کا شکار تھی۔ اس لئے حمیدہ قطب سے کئے گئے سوالات یا خود مجھ سے کئے جانے والے سوالات کو ذہن بالکل قبول نہ کر سکا۔ تمام سوالوں سے میں یہی سمجھی کہ شمس بدران بہن فاطمہ عیسی کے بارے میں دریافت کر رہا ہے جو میرے سیل

کے مقابل سیل میں لائی جاتی تھی۔ حمیدہ قطب شمس بدران کے سوالات کا جواب دینے لگی تو اس نے میرے نکلنے کا حکم دیا۔

اور جونہی میں کمرہ سے نکلی زمین پر گر پڑی صفوت نے ایک فوجی عبد المعبود کو نرس بلانے کا حکم دیا عبد المعبود ایک شیشی لے کر آیا جس کا ڈھکن کھول کر مجھے سنگھایا اور مجھے ہوش آگیا۔ پھر مجھے کھڑا کیا گیا۔ صفوت جلاد نے مجھے چلنے کا حکم دیا اور اپنے کوڑوں کو فضا میں لہراتے ہوئے مجھے تیز تیز چلنے کو کہتا جب میں زمین پر گر پڑتی تو وہ دوبارہ مجھے زمین پر کھڑے ہونے اور چلنے کا حکم دیتا اور اس کا دیوانہ ہنٹر میرے زخمی جسم پر گرم آگ کی طرح پڑتا اس طرح میں نے گیلری طے کی کہ میں گر گر پڑتی پھر چلنے کو اٹھتی اور گر پڑتی۔ پاگل جلاد کا کوڑا بڑا بے رحم تھا۔ اے خدایا۔ کیا یہ انسان ہے یا کوئی دوسری مخلوق جو دو پیر اور ایک کوڑے پر چلتی ہے۔

مجھے کسی کی آواز سنائی دی صفوت اس کو قید خانہ ۲۸ میں داخل کردو، ایک دوسری آواز سنائی دی اسے پانی کی طرف لے جاؤ صفوت! صفوت نے مجھے ایک کوٹھری میں داخل کیا اور زمین پر بیٹھنے کا حکم دیا پھر نرس کو میرے زخم پر پٹی باندھنے کا حکم دیا۔

سیل کا دروازہ کھلا، تو میں نے دروازہ کے پیچھے ایک لوہے کی دیوار دیکھی جو ایک پیڑ سے زیادہ بلند تھی۔ مجھے صفوت نے کپڑے اتار کر لوہے کی دیوار کے پار جمپ کرنے کا حکم دیا، خوف سے میرا وجود منجمد ہوگیا، اور مجھ میں ایک بالشت بھی آگے بڑھنے کی قوت باقی نہ رہی میری دونوں آنکھیں دیوار کے پیچھے پانی کے کنوئیں پر مرکوز ہو گئیں۔ میں نے اپنی پوری قوت جمع کر کے صفوت سے کہا۔

"میں ہرگز اپنے کپڑے نہیں اتاروں گی۔" اس نے بے خیالی کے ساتھ ہنستے ہوئے کہا۔ تم صرف ایک کپڑے میں پانی میں اترو گی۔

میں نے کہا۔ میں صرف ایک چادر اوڑھے ہوں۔ صفوت نے متکبرانہ انداز میں کہا۔ میں اسے پھاڑ دوں گا۔ اور اس نے قینچی سے میری چادر کو چیر دیا۔ پھر بولا۔ نیلون اتار ڈال تجھے تو ایک گھنٹہ بعد مر ہی جانا ہے،

میں نے کہا۔ جب میں کمرہ میں داخل ہوں گی تو میں پتلون دیدوں گی تو اس نے حماقت سے کہا۔ کیسا کمرہ ؟ لڑکی، ہم تجھ کو کنوئیں میں پھینک کر نجات پائیں گے۔ میں نے کہا تب تم اپنی پیٹھ موڑ لو تاکہ میں پتلون اتار لوں اور صفوت نے اپنی پیٹھ موڑ لی تو میں نے وہ پتلون اتار دی جسے ان لوگوں نے شمس بدران کے آفس میں، میری پٹائی کے وقت مجھے دیا تھا۔

اور میں پھٹے پرانے کپڑوں میں کھڑی رہی میں سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ میں کیا کروں اور جب صفوت نے مجھ کو پانی میں چھلانگ لگانے کا حکم دیا تو میں رک گئی۔ اور میں نے کہا۔ نہیں! میں اپنی جان کو خود پانی میں نہ ڈالوں گی اگر تمہیں میرے قتل پر اصرار ہے تو اس کی ذمہ داری تمہارے سر آئے گی۔

میں سمجھ رہی تھی کہ ان لوگوں نے سچ مچ مجھے مار ڈالنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اور حالات میرے گمان کے حق میں تھے۔ کیونکہ ناقابل تصور سختی و بیہودگی اور کنواں (جس میں کود جانے کا مطالبہ کیا جا رہا تھا) سب صاف اشارہ کر رہے تھے کہ واقعی میرے قتل کی نیت کر لی گئی ہے۔ اگر وہ چاہیں تو مجھے کنویں میں پھینک سکتے ہیں اس لئے کہ اللہ کی راہ میں موت میری عزیز تمنا ہے اور اے خدا! تیری راہ میں شہادت کو میں خوش آمدید کہتی ہوں۔

ایجنٹ وارد ہوئے اور کوڑوں کے بل پر مجھے پانی میں جمپ کرنے پر مجبور کرنے لگے مگر میں باز رہی بس کیا تھا۔ جاہلیت کا پارہ چڑھ گیا اور کوڑے اپنی گرمیاں دکھانے لگے، آخر کار میں زمین پر ڈھیر ہوگئی کیونکہ تکلیف ناقابل برداشت تھی، صفوت اور دو فوجی سعد و سامبو تیزی سے لپکے اور مجھے اٹھا کر کنویں کی طرف پھینک دیا۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو خود کو سخت زمین پر پایا تب میں سمجھی کہ یہ کنواں نہیں بلکہ پانی کا سیل ہے، میں اللہ سبحانہ کی جانب متوجہ ہو کر کہنے لگی ۔ اے اللہ تیرے ہی نام سے، میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا کیونکہ میں تیری امتی ہوں، جب تک مجھ میں دم ہے عہد پر قائم رہوں گی۔ مجھے اپنی محبت کی چادر اڑھا دے اور اے اللہ! مجھے صبر بیکراں عطا کر۔

صفوت نے سزا کے طوفان کو تیز کرنے کے لیے میرے بدن پر بے تحاشہ کوڑے لگاتے ہوئے

کہا بیٹھ لے..... لڑکی۔

میں بولی کہ اس پانی میں کیسے بیٹھوں، یہ ناممکن ہے۔ ظالم صفوت دائیں زبان و کوڑے کو ایک ساتھ حرکت دیتے ہوئے بولا جیسے تو نماز میں بیٹھتی ہے ویسے ہی قعود کر۔ تو زیادہ بہتر طریقہ پر جانتی ہے ہمیں اپنی مہارت دکھا۔ صرف جمال عبدالناصر ہی اخوان المسلمین سے نپٹنا جانتے ہیں، چل، بیٹھ اے..... لڑکی۔

میں بیٹھی تو پانی میرے مژگاں سے آ لگا، صفوت نے کہا! خبردار جو تو ذرا بھی ہلی۔ ایک حرکت بھی نہ ہو، عبدالناصر نے روزانہ تجھے ایک ہزار بار ہنٹر مارنے کا حکم دیا ہے۔ بہرحال تجھے قیمت لگانے اور شمار کرنے کا طریقہ بتا دیتا ہوں۔ ہر حرکت پر دس کوڑے۔

ہولناک ماحول کی وجہ سے میں اپنے پیر کی پھٹی جلد اور زخموں کو بلکہ سارے وجود کو بھول گئی۔ البتہ پانی زخموں کی تکلیف میں بے پناہ اضافہ کر رہا تھا اگر اللہ کا کرم نہ ہوتا تو میں برداشت نہ کر پاتی، ناقابل بیان درد نے مجھے صفوت، سعد، سامبو سے غافل کر دیا کہ پھر صفوت نے کوڑے کا استعمال کر کے ماحول کی تلخی میں زہر گھول دیا۔

صفوت بولا۔ سن لے ! اگر تو نے سونے کی کوشش کی تو کوڑے تجھے بیدار کر دیں گے بس اس حال میں بیٹھی رہ، ہاں اسی طرح بیٹھ! تو دروازہ کا وہ سوراخ دیکھ رہی ہے ؟ وہ نگرانی کے لئے ہے اگر تو کھڑی ہوئی یا سوئی یا ہاتھ یا پیر ہلایا تو کوڑے تیار ہیں۔ ہم نے تجھے کمرہ کے بیچوں بیچ رکھا ہے، ہرگز تیرے خواب و خیال میں دیوار سے ٹیک لگانے کی بات نہ آئے اگر تو نفس کے بہکاوے میں آئی تو دس کوڑے، کھڑی ہوئی تو دس کوڑے، پیر پھیلایا تو دس، ہاتھ سیدھا کیا تو دس ۔ یاد کر لو یہی اعداد و شمار ہیں دیکھتا ہوں ہضیبی یا سید قطب کون تیرے کام آتا ہے، تو یہاں عبدالناصر کے جہنم میں ہے، اگر تو یا رب کہے گی تو ہرگز تجھے کوئی نہ بچائے گا۔ اور خوش بختی اگر تجھ سے یا عبدالناصر کہلوا دے تو تیرے لئے جنت کے دروازے کھل جائیں گے، عبدالناصر کی جنت ۔ سمجھ رہی ہو۔ تجھے بہت سزائیں ملیں گی، کاش کہ تو سمجھ سکتی۔ میں تمہارے لئے پاشا سے درخواست کرنے کو تیار ہوں، تم ان کے پاس

جاؤ گی جو وہ چاہیں گے وہ کہو گی ۔ کیا تم پاگل ہو؟ آخر کس کے لئے تم اپنے آپ کو تباہ کر رہی ہو؟ اخوان کے لئے؟ جنھوں نے اعتراف کر لیا اور پھانسی کا پھندا تیرے سر منڈھ دیا۔

میں خاموش رہی گرچہ میری نظریں ان سے بہت کچھ کہہ رہی تھیں مگر وہ جاہل، بیوقوف، مغرور انسان سمجھنے سے معذور تھا۔ اسی لئے اس نے حماقتیں شروع کر دیں اور بولا ۔ میرا حکم مانو۔ میری باتیں غور سے سنو۔ اپنے آپ کو بچاؤ ورنہ صبح تیری موت ہے۔

پھر بھی میں ساکت وصامت رہی تو وہ بولا ۔۔ جواب دے لڑکی۔

مگر میں خاموش رہی ۔ وہ بولا، بات بہت آسان ہے میں تمہیں پاشا کے پاس لے جاؤں گا جن سے تم یہ بتاؤ گی کہ سید قطب و ہضیبی نے ناصر کو قتل کرنے کا کس طرح منصوبہ بنایا!

تب میں پوری قوت سے چیخ کر بولی ۔ تمام اخوان بری ہیں ہمارا رب عنقریب تم سے انتقام لے گا۔ دنیا ہمارا مقصد نہیں بلکہ اللہ کی رضا مطلوب ہے۔ اس کے بعد جو ہو گا سو ہو گا۔

صفوت انتہائی بری گالیاں بکنے لگا جس کا سلسلہ آدھ گھنٹہ تک جاری رہا پھر وہ جاتے ہوئے کہنے لگا خیر تم ہماری بات سمجھ چکی ہو۔

میں اپنی جگہ بلا حرکت نہیں رہ سکتی، کسی انسان میں خواہ کتنی ہی قوت برداشت ہو اس کے بس میں بغیر کسی حرکت کے یکساں حال میں بیٹھے رہنا ممکن نہیں، بلاشبہ یہ بدترین سزا ہے ۔ اس حال میں بیٹھے رہنے سے کم تر کوڑے کی پٹائی ہے، چنانچہ ہٹر کی لپیٹ پانی کے عذاب سے کم تکلیف دہ ہے۔

میں سوچتی رہی کہ کیسے حرکت کروں اگر پاؤں پھیلاتی ہوں تو پانی منہ تک پہونچ جائے گا۔ لہذا کھڑے ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں، کیا کروں دس کوڑے جھیل لوں گی، میں نے معاملہ خدا کے سپرد کیا میں نے کہا اے رب تو میرے ساتھ ہے اور میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

مجھے خیال ہوا کہ فوجی سو رہے ہیں، میں نے فجر کی اذان سنی، دیوار پر تیمم کیا کیونکہ پانی گندہ ہونے کی وجہ سے وضو کے لائق نہ تھا، دو رکعت سنت پڑھ کر فرض ادا کرنے لگی کہ دروازہ کھلا اور

کوڑا میرے جسم پر پڑنے لگا چنانچہ میں پہلے کی طرح بیٹھ گئی اور دروازہ بند ہو گیا۔

میں "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" دہراتے دہراتے اونگھنے لگی تو منتظر گاں کو چھوتے ہوئے پانی نے بیدار کر دیا۔ ایک رات میں پانچ بار سے زیادہ سامبوا اپنے ہنٹر کے ساتھ وارد ہوتا، حرکت بھی ناگزیر تھی اور کوڑا بھی ضرور تھا۔

جُرم

چاشت کے وقت صفوت نے آ کر مجھے پانی سے نکالا اور مجھے دوسرے سل میں پھینک دیا جو پانی کے سل کے برابر میں تھا۔ اس سل نے مجھے نگل لیا میں اس کے ایک حصہ میں دیوار سے ٹیک لگا کر سمٹ کر بیٹھ گئی، دیوار میرے لئے کسی نرم و نازک تکیہ سے کم نہ تھی۔ درد و الم قسم قسم کے تھے، بھوک کی تکلیف میری آنتوں کو جلائے دے رہی تھی، اور زخموں کی تکلیف مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی، میرے جسم کا زخم، دل کا زخم، میں الم کا مجموعہ تھی جس کا ہر حصہ چیخ و کراہ میں بتلا تھا۔

صفوت ایک سیاہ شیطان کے ساتھ داخل ہوا اپنے بائیں ہاتھ سے کوڑے کو پھر زمین و دیوار پر مارنے لگا گویا وہ اسے تیار کر رہا ہو۔

صفوت نے کھڑے ہو کر سیاہ شیطان کو احکامات دیئے کہ وہ انسان کے ممکنہ ارتکاب جرم سے زائد بدترین جرم انجام دے، اور کوڑا اس کو دیتے ہوئے کہا۔ اگر اس کی طرف سے کوئی مخالفت پاؤ تو کوڑا تمہارے ساتھ ہے۔

خدا کے ساتھ اس مذاق سے میں غافل ہو کر یہ دعا کرنے لگی، اے اللہ میں تیری بندی ہوں اور تیرے عہد پر اپنی استطاعت تک قائم ہوں میں اپنی کمزوری، انکساری اور کم تدبیری کی وجہ سے یہ دعا کرتی ہوں کہ تو اشرار کے شر کو مجھ سے دور کر دے اور اپنی قدرت سے مجھ کو محفوظ رکھ اور ان کے ظلم کے مقابلہ میری مدد کر۔

وہ شخص جو مجھے انتہائی تکلیف دینے کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس کی آواز نے مجھے بیہوشی

سے نکالا۔ وہ خالہ کہہ کر مجھے پکار رہا تھا، میں نے اس کی طرف حیرت سے دیکھا، اس کے چہرہ کا انداز بدل گیا اور انسانیت کا نور عیاں ہوا۔ دھیمی صاف آواز سے وہ بولا۔ اے خالہ مت ڈرو، میں تم کو ہرگز تکلیف نہ دوں گا چاہے وہ مجھے کاٹ دیں۔

میں نے بڑی مشکل سے جواب دیا۔ اب میرے بیٹے، میرا رب تمہیں ہدایت دے گا، ہمارا رب تمہیں نوازے گا۔

جھٹکے سے سل کا دروازہ کھلا اور صفوت اس آدمی کو کوڑوں سے مارتا اور گالیاں دیتا ہوا بولا۔ اے ملعون اے کتے کی اولاد۔ تو نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالا، تجھے مجلس عسکری کے حوالہ کیا جائے گا، اے کتے کی اولاد، یہ جمال عبدالناصر کے احکام جن کی تو خلاف ورزی کر رہا ہے، فوراً اپنی جان بچا قبل اس کے کہ میں تجھے شمس باشا کے پاس لے جاؤں جو تجھے مجلس عسکری کو سونپ دے گا۔ پھر وہ اس کو بے ہودہ وگندے الفاظ کے ساتھ مجرمانہ احکام دینے لگا اور دروازہ بند کر کے سوراخ سے جھانکتے ہوئے کہا۔ میں تجھے ایک گھنٹہ تک چھوٹ دے رہا ہوں پھر آکر دیکھوں گا کہ تو نے کیا کیا۔ اپنی جان بچا۔ اور احکام کو نافذ کر۔

فوجی نے صفوت کو سل کے اندر سے فوجی انداز پر سیلوٹ کیا اور بولا حاضر اے آفندم۔

میں اس جاہلیت وفجور کو غور سے سن رہی تھی چنانچہ میں نے ان کلمات سے اپنے رب کو پکارا ــــ یہ تیری دعوت ہے، اور ہم اس کے فوج اور شہید ہیں، تو اپنی فوج کی عزت وغیرت کو بچا لے اللہ ہمیں ان کے ظلم اور مختلف قسم کے عذاب کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور بنا خیال تھا کہ یہ آدمی نئے احکامات کے بعد جانور بن جائے گا مگر وہ بہادر و شاندار ثابت ہوا اس نے مجھے بچی کی سی معصومیت سے پوچھا۔ کیوں وہ لوگ تم کو اس طرح تکلیف دے رہے ہیں اے خالہ؟

تو میں نے کہا ــ اے میرے بیٹے ہم اللہ کے لئے دعوت دیتے اور اس ملک میں اسلامی حکومت چاہتے ہیں اور ہمیں اپنا ذاتی اقتدار نہیں مطلوب ہے۔

میں نے ظہر کی اذان سنی تو میں نے سل کے دروازہ پر تیمم کیا اور نماز ادا کی تو اس نے

درخواست کی کہ میرے لئے دعا کروائے خالہ، تب میں نے اس کی ہدایت کے لئے دعا کی اور سنت نماز کے لئے کھڑی ہوئی تب اس نے کہا تم میرے لئے دعا کرو کہ اللہ مجھے نماز سے نوازے اے خالہ، تم لوگ بشر نہ ہو، خدا تمہارے گھر کو برباد کرے اے عبدالناصر۔

میں نے اس سے پوچھا۔ کیا تم وضو جانتے ہو؟

تو اس نے کہا۔۔۔ جی ہاں! میں نماز کی پابندی کرتا تھا مگر یہ لوگ۔ اگر مجھے نماز پڑھتے دیکھ لیتے تو قید میں ڈال دیتے۔

تب میں نے اس سے کہا۔۔۔ نماز پڑھ چاہے وہ تجھے قید کر دیں کیونکہ خدا تیرے ساتھ ہے۔

تو اس نے نور ایمانی سے معمور چہرہ کے ساتھ کہا، میں نماز پڑھوں گا" اسی لمحہ ایک فوجی نے دروازہ پر زور سے دھکا دیکر کہا۔ اے کتے کی اولاد تو کیا کر رہا ہے؟ تو اس آدمی نے جواب دیا، نماز سے فارغ نہیں ہوئی تو فوجی نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ صفوت آرہا ہے، اس نے مجھے تم کو دیکھنے کے لئے بھیجا ہے۔

صفوت پاگل جانور کی طرح آیا اور درندگی کے ساتھ اس شخص پر حملہ آور ہوا، اور اس قدر کوڑے برسائے کہ وہ چیخ چیخ کر بے ہوش ہو گیا۔ جلاد کے مددگار آئے اور اس غریب کو اٹھا کر لے گئے اور سل بند کر دیا گیا۔ میرے افکار و آرام کے ساتھ، میری وجہ سے جو تکلیف اس انسان کو پہونچی اس کا مجھے ملال ہوا اس لئے کہ خدا نے اس کی بصیرت روشن کر دی تو اس نے ظالم کی اطاعت نہ کی ان کوڑوں نے جسم کو پھاڑ دیا تھا میرے جسم کو چھلنی کر رہے تھے اور میرے دل میں نہ سورہنا رہے تھے۔

میں رنج و فکر سے عصر کی نماز کی جانب لپکی۔

دوبارہ پانی کے سل کی طرف

سورج غروب ہو گیا تو حسن حربی نے جلاد اور اس کے ایجنٹ سامنے ہو گئے، اور عذاب

کا منہ گردش کرنے لگا۔ وہ لوگ مجھے رات کی تاریکی میں پانی کے سل کی طرف لے گئے۔ میری آنکھیں بھوک سے چلا رہی تھیں اور میرا حلق پیاس سے پھٹا جا رہا تھا اور میرے زخم کے آلام میرے جسم کے ہر حصہ کو پوری تیزی کے ساتھ پیس رہے تھے۔

مجھے اسی حال میں نیند آگئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ کچھ خوب صورت لوگ سیاہ ریشم کے کپڑے ہوئے ہیں جن پر موتی جڑے ہیں، وہ سنہرے تھال میں سونے اور چاندی کی پلیٹوں میں عمدہ عمدہ کھانے بے مثال میوے وگوشت لئے ہوئے ہیں میں اس میں سے کھانے لگی۔ کہ اچانک نیند سے بیدار ہوگئی۔ تو خود کو سیراب پایا۔ نہ بھوک تھی اور نہ پیاس۔ بلکہ میں نے جو کھایا تھا اس کا ذائقہ تک میرے منہ میں تھا چنانچہ میں خدا کا شکر و حمد کرنے لگی۔

میں ساری رات پانی میں رہی تیسرے دن کے چاشت تک۔ جب کہ صفوت آیا اور اپنی پتلون چڑھا کر پانی میں اترا اور مجھے زور زور سے بلاتا ہوا بولا۔ کب تک اپنی ہٹ پر رہوگی اپنے آپ کو بچاؤ اور اپنی بات ہم کو بتاؤ۔ پورا واقعہ بیان کرو، سید قطب عنبسی کے ساتھ مل کر کیسے عبدالناصر کے قتل کا پروگرام بنایا اور ان دونوں نے کب تم سے کہا کہ تم عبدالفتاح اسماعیل کو عبدالناصر کے قتل کا حکم دو؟ تو میں نے جواب دیا کہ یہ سب ہوا ہی نہیں ۔ تو وہ گالیاں دیتا ہوا نکل گیا۔

پھر ایک گھنٹہ بعد دوبارہ صفوت واپس آیا اور مجھے پانی سے نکالا اور پانی کے سل سے متصل دوسرے سل میں مجھے پہونچا دیا اور واپس لوٹ گیا اور میں کانپ اٹھی کیونکہ میرا ذہن سل میں ہوئے واقعات کی طرف چلا گیا تو میں اپنے پورے ایمان کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہوئی کہ وہ ان کے مکر و فریب سے مجھے محفوظ فرمائے۔

صفوت ایک افسر ابراہیم کے ساتھ واپس آیا جو سرکاری لباس میں تھا اور صفوت نے کہا۔ افسر تم سے بات کریں گے۔۔۔۔

تو افسر نے کہا۔ صفوت تم جاؤ۔ اور میری طرف مخاطب ہو کر بولا۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ تم

اپنے فائدہ کا اندازہ کرو اور صرف مفاد کے تحت کام کرو۔ ان لوگوں کا کوئی خدا نہیں جس سے وہ ڈریں۔ کیا تمھیں اس فوجی کی خبر ہے جس نے کل تمہارے ساتھ احکام نافذ نہ کیئے؟ اسے گولی مار دی گئی، وہ لوگ آج تمہارے لئے سرکش مجرموں کا ایک گروپ تیار کر رہے ہیں..... وہ لوگ جو تم سے مطالبہ کریں اس کو پورا کرو اور ان کے چنگل اسے اپنے آپ کو بچاؤ۔ حسن ہضیبی، سید قطب اور عبدالفتاح نے اپنی غلطیوں کی ذمہ دار ہیں۔

میں خاموش رہی کیونکہ میں بھاؤ تاؤ اور پھسلانے یا دھمکی دینے کے طریقوں سے اکتا چکی تھی اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں اس سے زیادہ بدتر و سخت عذاب سے دوچار ہوں گی۔

افسر نے صفوت سے کہا گویا اُسے اپنی مہم میں ناکامی شاق گذری۔ تم اس کے ساتھ جو دل چاہے کرو..... یہ وہی ہے۔

صفوت اندر آیا اور زوردار گالی دی کہ عبدالناصر نے شیاطین بُلا بھیجے ہیں جو تجھ کو بالکل نوچ ڈالیں گے تو ان سے کہاں تک بھاگے گی۔ وقت گذر رہا ہے اور ہر منٹ تجھے موت سے قریب کر رہا ہے پھر اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔

اور عصر کے بعد ان لوگوں نے مجھے پانی کے سل میں منتقل کر دیا جہاں میں رات بھر رہی اور چوتھے دن چاشت کے وقت صفوت ہی نے آ کر مجھے پانی سے نکالا اور دوسرے سل میں داخل کر دیا۔ اور عصر کے بعد پانی کے سل تک پہونچا دیا جہاں میں پانچویں دن چاشت کے وقت تک رہی اسی طرح روزانہ ایک سل سے دوسرے سل تک مختلف تکلیفوں کے ساتھ آنا جانا رہا۔

جانور میرے سیل میں چت ہو گیا

میرے جسم میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جو زخمی اور تکلیف کے اثر سے خالی ہو اور میرے دل کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس میں گہرا زخم نہ ہو اور حسرت و الم سے بھرپور نہ ہو گیا ہو لیکن حیرانی ہے کہ یہ والے تمام حادثات انسان کی جانب سے ہوتے ہیں۔

یہ مخلوقات بشر ہیں، سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ ایسی مخلوق ہیں جو سنتی، دیکھتی، بولتی اور چلتی اور دو ہاتھ والی انسانی ھیکل ہے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ وہ انوکھی مخلوق ہے جو مخصوص انداز سے بنائی گئی ہے؟ ـــــ مجھے پانی سے نکال کر ایک دوسرے سیل میں ڈال دیا گیا جہاں صفوت نے گرم گرم کوڑوں سے مجنونانہ طور پر استقبال کیا۔ اور مارتے ہوئے کہنے لگا کہ آج تمہارے ساتھ وہ ہوگا جو کسی کتے کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا اور دروازہ بند کر کے روانہ ہوگیا۔ چند لمحوں بعد حمزہ بسیونی، صفوت اور دو فوجیوں کی صورت دکھائی دی جو کمرہ میں آدھمکے۔

حمزہ تو بے تحاشہ گالیاں بکتے ہوئے کہنے لگا: ہضیبی، سید قطب، عبدالفتاح اسماعیل سب لوگوں نے اعتراف کر لیا اور ہم نے ان کے جرائم کی تصدیق بھی کر دی۔ ہضیبی سے پتہ چلا کہ انھوں نے تم کو عبدالفتاح سے یہ کہنے کا حکم دیا کہ ناصر کا خون حلال ہے کیونکہ وہ کافر ہے۔ پھر سرخ چنگاریاں نکلتی آنکھوں سے دھمکیاں دیتے ہوئے بولا: تو خوب جانتی ہے کہ میں کیسے تجھ سے سب کچھ اقرار کرا لوں گا، بولتی ہے یا نہیں؟؟

پھر صفوت کی طرف مخاطب ہو کر بولا: صفوت! ہدایات دو، اور جو کتے کی اولاد (فوجیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) نافرمانی کرے اسے فوراً آفس بھیجو۔ اور صفوت فوجیوں کو ان کے کام سے آگاہ کرانے کی ذمہ داری انجام دینے لگا جس میں وہ بے حیائی و بے شرمی کی آخری حد سے بھی تجاوز کر گیا۔ ایک فوجی کو مخاطب کر کے اس نے حکم دیا دروازہ بند کر کے اپنا کام انجام دینا کتے کی اولاد! اور جب تو فارغ ہو جائے تو اپنے ساتھی کو بلانا کہ وہ بھی ویسے ہی کرے، سمجھے؟ پھر وہ رخصت ہوا۔

فوجی میری طرف دھیرے دھیرے بڑھنے لگا تو میں نے پوری قوت سے چیخ کر کہا! خبردار! ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنا اگر تو نے قریب آنے کی کوشش کی تو میں تجھے مار ڈالوں گی، مار ڈالوں گی۔ مار ڈالوں گی۔ سمجھے؟

فوجی سکڑتا سمٹتا میری طرف بڑھنے لگا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میرے دونوں ہاتھ

اس کی گردن کو دبوچے ہوئے تھے اور میں نے پوری طاقت سے چلا کر، بسم اللہ، اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے دانت اس کی گردن میں پیوست کر دیئے۔ اچانک وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا، اس کے منہ سے صابون کے جھاگ کی طرح سفید جھاگ بہہ رہا تھا، جانور میرے پیروں کے پاس بے حس و حرکت پڑا تھا۔ اور میں مجبور و بیکس درد و الم سے چور، زخموں سے بدحال کوڑوں کا نشانہ بننے کے لئے کھڑی تھی کیونکہ میں نے بہرحال شکاری بھیڑیئے کو پچھاڑ دیا تھا۔ اس لمحہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں کمزوری و لاچارگی کے باوجود عجیب و غریب قوت پیدا کر دی تھی۔ معرکہ زوردار رہا۔ جس میں فتح خیر ہی کی رہی۔ یہ سچائی کی علامت تھی اور مخلصوں کے لئے بشارت تھی الحمدللہ رب العالمین۔ سرکش خوف زدہ ہو کر شکست کھاتے ہیں جب کہ وارثین نبوت پس دیوار زنداں صرف ایمان سے مسلح ہوتے ہیں، مومنوں کی حق پر ثابت قدمی ایسی چیز ہے

اے خدا تو کتنا رحیم و کریم ہے، تو ہمارا اور سب کا رب ہے یہ وہی لوگ ہیں جو حدود اللہ کی مخالفت کرتے اور اس سے جنگ کرتے ہیں مگر نتیجہ ہمیشہ متقین کے حق میں رہتا ہے۔

سیل کھلا اور ایجنٹوں کا سردار حمزہ بسیونی ظالم صفوت اور دوسرے فوجی اندر آئے اور ان کی نظر یا زمین پر پڑے اس جنگلی پر پڑیں جس کے منہ سے سفید جھاگ نکل رہا ہے۔

تو کافر مبہوت رہ گئے۔ زبانیں گنگ ہو گئیں اور حیران کن نگاہوں سے سبھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور لاش اٹھا کر لے گئے اور مجھے پانی کے سیل میں داخل کر دیا۔

چوہوں سے پانی کی طرف اور اس کے برعکس

میں متواتر پانی کے سیل میں پانچ دن رہی۔ چھٹے دن چاشت کے وقت مجھے پانی کے سیل سے نکال کر اس سے متصل دوسرے سیل میں ڈال دیا گیا۔ آنے والے واقعات کا انتظار کرتے کرتے میرے اعصاب میں تشنج پیدا ہونے لگا۔ اس سیل میں مجھے قسم قسم کی تکلیفیں دی گئیں۔ میں نے اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا اور سیل کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ میں

نے محسوس کیا کہ کچھ چیزیں حرکت کر رہی ہیں۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو روشندان سے چوہوں کی ایک فوج مسلسل اتر رہی تھی گویا ان کو کسی تھیلے سے نکالا گیا تھا۔

مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی اور مجھے خوف محسوس ہونے لگا، میری زبان پر یہ دعا جاری ہو گئی

اعوذ باللہ من الخبث والخبائث ، اللھم اصرف عنی السوء بما شئت وکیف شئت "۔

میں یہ دعا پڑھتی رہی یہاں تک کہ ظہر کی اذان سنائی دی تو میں نے تیمم کیا اور نماز ادا کی اور نماز ختم کر کے بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئی حتیٰ کہ عصر کی اذان ہوئی تو میں نے نماز پڑھی۔

اسی وقت وحشی صفوت اندر آیا اور چوہے اسی روشندان سے واپس جا چکے تھے جہاں سے وہ بھیجے گئے تھے اور صرف ایک دو چوہے باقی رہ گئے تھے اس کی نگاہیں سیل کی اطراف میں حیرت سے گردش کرنے لگیں اور اس کے چہرہ پر تعجب کی ہزاروں نشانیاں ابھر آئیں۔ گویا اسے یہ بات ناگوار گذری اور وہ برا بھلا کہتا ہوا واپس لوٹ گیا۔ وہ مجھے پانی کے سیل میں دوبارہ ڈال گیا اور پھر جب واپس آیا تو اس کے ساتھ ریاض بھی تھا۔

ریاض جو ایک افسر تھا سیل کے باہر کھڑا ہو کر مجھے مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگا کہ تنظیم اخوان کا مقصد عبدالناصر کا قتل، اقتدار پر قبضہ اور حکومت کی تبدیلی تھی میں نے جواب دیا کہ یہ جھوٹ اور بہتان ہے، ہم صرف کتاب وسنت کے مطالعہ اور نئی نسل کی تربیت کے لئے اکٹھے ہوتے تھے تاکہ وہ اسلام کو سمجھ سکیں اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے کوشش کریں۔

اس نے کہا۔ تمہیں اس پر اصرار ہے؟ اب تمہیں پتہ چلے گا کہ عذاب کیسا ہوتا ہے۔ جو کچھ تم پر گذر چکی وہ تو بس ایک ابتدائی شکل تھی۔ پھر وہ چلا گیا اور میں پانی میں پڑی رہی۔ آٹھ دن اسی طرح گذر گئے یہاں تک کہ تکلیف و تکان ناقابل برداشت ہو گئی۔ میری صحت ایسی ہو گئی تھی کہ اس پر مرثیہ کہا جا سکتا تھا۔

نویں دن ریاض صفوت سرکاری لباس میں ملبوس ایک افسر کے ساتھ آئے اور مجھے

پانی سے نکالا۔ ریاض مجھے دھمکیاں دینے لگا کہ یہ گلو خلاصی کا آخری موقع ہے یا تو اعتراف کر لو یا چھٹکارا حاصل کرو۔ پھر کہنے لگا "تمہارے رب کے پاس جہنم ہے۔ یہ ٹھیک ہے لیکن یہاں عبد الناصر کے پاس بھی جہنم ہے اور جنت بھی جو حقیقی ہے نہ کہ خیالی جیسا تمہارے رب نے وعدہ کیا ہے۔

ان لوگوں نے مجھے پانی سے نکال کر اس سے متصل ایک دوسرے سیل میں لے جا کر بند کر دیا اور واپس چلے گئے میں اللہ سے دعا کرنے لگی کہ وہ مجھے ان لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

میں دعا میں مصروف تھی کہ سیل میں دس سے زائد فوجی ایک افسر کے ساتھ داخل ہوئے اور پھر حمزہ بسیونی اور صفوت بھی۔ صفوت نے بسیونی سے کہا "اے پاشا! آپ کے احکامات...... لڑکی کے بارے میں" تو بسیونی نے فوجیوں سے کہا تم کیا ہو گے؟ انھوں نے جواب دیا چائے حضور۔

وہ بولا ـــ اے کتے کی اولاد چائے۔ صفوت ان سب کو شراب و حشیش پلاؤ اور جو وہ چاہیں کھلاؤ پھر...... لڑکی کو ان کے حوالہ کر دو اور انہیں میری طرف سے پوری چھوٹ ہے۔ پھر انھوں نے سیل بند کیا اور واپس چلے گئے۔

میں سیل میں نماز عصر تک رہی، میں سجدہ میں تھی کہ سیل کا دروازہ کھلا اور صفوت نے مجھے دھکا دیکر پاگلوں کی طرح کھینچنا شروع کیا اور نماز توڑ دی۔ وہ مجھے پانی کے سیل میں لے گیا اور بند کر کے لوٹ گیا۔

ریاض آیا اور وہ سراپا حیرت و استعجاب بنا ہوا تھا لیکن غرور کے سایہ میں۔ کہنے لگا۔ تم پاکباز بننا چاہتی ہو؟ وہ فوجی جنہیں ہم نے تمہارے لئے تیار کیا ہے وہ سب ہوسٹیل گئے ہیں کل وہ آئیں گے تو تمہارا گوشت نوچ کھائیں گے ہسپتال میں ان سب کو انجکشن لگائے گئے ہیں اور وہ سب تیار کتوں کی طرح ہو گئے ہیں۔ یہی عبد الناصر کا حکم ہے وہ ہرگز تجھے نہ چھوڑ گیا ہم تجھے بھگا کر تھک چکے ہیں۔ متعدد بار کوشش کر چکے لیکن تو اپنے موقف سے ہٹنے کو تیار

نہیں۔ تو پاکدامن و پاکباز بننا چاہتی ہے؟ جواب دے جواب؟ تمہارا ہنٹر کہاں ہے صفوت؟ صفوت مجھے مارنے لگا اور ریاض اس کو ابھار رہا تھا، صفوت مارتے رہو۔ پاکباز بنتی ہے اے... لڑکی! تو چاہتی ہے کہ تیری موت کے تیس سال بعد وہ تمہارا مقبرہ مسجد میں بنائیں گے اور کہیں گے کہ زینب الغزالی نے جیل میں کرامات دکھائی۔ مگر تو یہاں ہے اور شیطان کو بھی یہ معلوم نہیں کہ ہم تیرے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟

میں ہنسی حالانکہ سخت تکلیف میں مبتلا تھی۔ میری ہنسی اس کے غرور و جہالت کا مذاق اڑا رہی تھی۔ میں نے کہا کہ جو تم کہہ رہے ہو اگر وہ سچ ہوتا تو اللہ تعالیٰ تمہارے شر سے ہمیں محفوظ نہ رکھتا اور صبر و مقابلہ کی مجھے تاب نہ دیتا اور نہ ہی تمہارے قول کے مطابق عبدالناصر کے جہنم پر غلبہ پانے دیتا۔ مگر ہم حقیقت کے متلاشی ہیں، ہم اللہ اور اس کی رضا کے طلبگار ہیں۔ خداوند ہمیں فتحیاب کرے گا اور ان بدبختوں کے دانت توڑ دے گا جنہیں تم نے ہمارے گوشت نوچنے کے لئے تیار کیا ہے۔

صفوت ریاض سے دور تھا چنانچہ اس نے اُسے مدد کے لیے پکارا۔ جلدی آؤ صفوت...... لڑکی تقریر کر رہی ہے۔ صفوت ریاض کی مدد کو لپکا اور ہنٹر مجھ پر شعلے برسانے لگا۔ وہ بولا، محترم! اسے میرے لئے چھوڑ دیجئے کل ہم اور آپ دیکھیں گے کہ اسے کیا ہوا۔

پھر ان لوگوں نے مجھے عام طریقہ پر پانی میں بٹھایا اور سیل بند کر کے واپس لوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہی میرے حال کو جانتا ہے کہ میں کس قدر مغموم و بے چین تھی۔ درد و تکلیف سے میرا جسم پھٹا جا رہا تھا۔

بارے ملک! کیا تیرا حکم زیادتی کی اس حد تک پہونچ گیا جہاں اقتدار کی دھجیاں بکھر جاتی اور تمام قوانین کے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں۔

ملک کے بارے میں غور و فکر نے مجھے تھوڑی دیر کے لئے رنج و الم کا احساس ہونے نہ دیا گرچہ اس سے میرے غم میں اضافہ ہوا کیونکہ جو تکلیفیں مجھے ہو رہی ہیں وہی دوسروں کو

بھی پہنچ رہی ہیں۔ میں سوچنے لگی کہ سارا ملک جنگی قید خانہ بن گیا ہے جس پر حمزہ بسیونی، صفوت، ریاض اور خونخوار شمس بدران کی حکومت ہے۔ یہ سب ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں جو اس ملک کو دبوچے ہوئے ہے۔

بیچارا امیر الملک، نہیں نہیں، تو ہرگز بیچارگی میں نہ رہے گا کیونکہ تیرے پاس اللہ کی کتاب والے نہیں، سنت رسول کے وارثین ہیں، اور وہ لوگ ہیں جو توحید و رسالت کا جھنڈا لئے ہوئے ہیں۔ اگر ہم رخصت ہو گئے تو ہمارے بعد وہ لوگ آئیں گے جو جھنڈا بلند کریں گے اور کل — زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور انسانیت خدائے واحد کی غلامی کے سایہ میں سانس لے گی۔

پانی سے اٹارنی کی طرف

اس تکرار کی معذرت کرتی ہوں کیونکہ مقصود تفصیل و وضاحت ہے۔ مصر کی کیا حالت تھی، زندگی تباہ حالی تھی، ظلم، گرفتاریاں، قتل، تباہ کاری کا دور دورہ تھا شرپسند و باطل قوتیں چھا گئی تھیں اور ان کا استبداد ہر ایک کو شکار کر رہا تھا۔ کیا مفکر و دانشور، کیا صاحب قلم و وزیر کیا فوجی کمانڈر و عام شہری۔

نوجوان، بوڑھا، عورت، مرد، تندرست و مریض سب اس کے شکار ہوئے تھے۔ سب کوڑوں کے سامنے، پھانسی کے تختے پر، کتوں کے کمرے میں تھے، ہر ایک کو یکساں عذاب سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

نویں دن صبح سویرے مجھے پانی سے نکالا گیا اور صفوت نے کہا تم وکیل النیابۃ کے پاس جا رہی ہو، تمہیں سزا دی جا چکی اب اپنے آپ کو بچاؤ۔ پھر وہ دھمکی آمیز لہجہ میں بولا۔ یقیناً تمہیں مقصد معلوم ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ تم کیا کہتی ہو۔ پھر مجھے سختی سے گھسیٹنے لگا تب میں نے کہا ”میرا کپڑا تار تار ہے مجھے کوئی دوسرا کپڑا دیدو تاکہ ستر پوشی کر سکوں“ تو اس نے بھاؤ تاؤ کے انداز میں کہا میں

تمہیں ایک چادر لادوں گا مگر تمہیں یہ لکھنا ہوگا کہ حسن ہضیبی اور سید قطب نے عبدالناصر کے قتل اور حکومت کے قبضہ پر اتفاق کیا تھا۔ میں نے کہا — نہیں، نہیں۔ تو وہ بولا ننگی ہی جاؤ دیکھوں تمہارا اسلام تم کو کتنا فائدہ پہونچائے گا اور اخوان بھی تم کو اس حال میں دیکھ لیں۔ تب میں نے کہا — بیشک اللہ تعالیٰ علیم و ستار ہے۔

میں جنگی قید خانہ سے دوسری عمارت میں داخل ہوئی اور پھر ایک کھلے ہوئے کمرہ میں میز کے قریب جس کے بیچ میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے بارے میں مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ جلال الدیب ہے اس نے مجھ پر ایک طائرانہ نظر ڈالی گویا اسے کوئی معمولی سا کام سپرد ہو اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ بیٹھ جایئے! میں میز کے مقابل ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ تو اس نے گفتگو شروع کی۔ آپ زینب الغزالی مشہور اسلامی لیڈر ہیں۔ آپ نے بذات خود یہ موقف کیوں اختیار کیا؟ جس حال میں آپ ہیں کیا اس سے خوش ہیں؟ — میں مسلمان ہوں اس لئے آپ کا خیر خواہ ہوں اور آپ کو بچانے کے لئے آیا ہوں۔ میں اسعد فخر الدین وکیل النیابۃ ہوں میں تصور بھی نہیں کرسکتا کہ زینب الغزالی ہی میرے سامنے اس حال میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ آپ میرا تعاون کریں گی تاکہ میں آپ کو نجات دلا سکوں۔

میں بولی — خدا کی قسم وہی کہوں گی جس سے ہمارا رب راضی ہو کیونکہ ہمیں وہی مطلوب ہے۔ تب اس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں اور منہ بنائے ہوئے اس نے دریافت کیا کہ اس وقت آپ کی کیا عمر ہے؟

تب میں نے کہا — میری پیدائش ۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو ہوئی۔ تو اس نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا واہ! میں تو آپ کو ۹۰ سے اوپر کا سمجھ رہا تھا۔ یہ سب آپ نے کیوں کیا؟ — میں نے جواب دیا "ہمیں وہی پہونچے گا جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے۔ وہی ہمارا دوست ہے اور اللہ ہی پر مومنین بھروسہ کرتے ہیں۔

وہ بولا — "ایسا محسوس ہوتا ہے گویا آپ کو بولنے میں دشواری ہو رہی ہے" میں خاموش

رہی۔ اس نے پوچھا۔ آپ اور شیخ عبدالفتاح اسماعیل نے کس بات پر اتفاق کیا تھا؟

میں نے کہا۔ ہم نے نوجوانوں کی اسلامی تربیت، کتاب وسنت کی تعلیم پر اتفاق کیا تھا تاکہ ہم اس معاشرہ کو اس تباہی سے بچا سکیں جس سے وہ دوچار ہیں۔

اس نے بات کاٹ کر کہا: "نہیں، نہیں۔ مجھے تقریر نہیں چاہیے۔ میں صرف وضاحت چاہتا ہوں۔ مضیبی نے عبدالفتاح تک ایک بات پہنچانے کے لیے تم کو کہی اور دوسری بات سید قطب تک پہنچانے کے لئے کہی، وہ کونسی بات ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ میرا سوال واضح ہے؟"

میں نے جواب دیا: "میں نے مرشد مضیبی سے نوجوانوں کے اجتماع میں قرآن وسنت چند فقہ کی کتاب کی مدد سے مثلاً محلی ابن حزم اور ابن الوہاب وابن تیمیہ کی توحید کی کتابوں اور سید قطب کی تصنیفات کے مطالعہ کی اجازت طلب کی اور نوجوانوں میں عبدالفتاح اسماعیل تھے۔ اس نے کہا۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ نہیں زینب بات یہ نہیں ہے۔ موضوع بالکل واضح ہے۔ تم خود کو بچاؤ اور حقیقت حال سے آگاہ کرو۔ تب میں نے کہا: "ہمارا اصل ارادہ نئی نسل اور امت مسلمہ کی تعمیر ہے۔" تو اس نے زور دے کر کہا جنھوں نے اعتراف کر کے مصیبت تمہاری سر ڈال دی ہے۔ تب میں نے سنجیدگی سے جواب دیا: اللہ میری اور ان کی حفاظت کرے گا کہ ہم باطل کی طرف پھسل نہ جائیں۔

اس نے جوش میں کہا۔ نہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم اپنی خطیبانہ صلاحیتوں کا اظہار کرنا چاہتی ہو اور خود فریبی میں مبتلا ہو یہاں تک ایوان عدل تمہارے ساتھ کسی معاہدہ تک نہ پہونچ سکا۔

حالانکہ مجھے بولنے کی طاقت نہ تھی کیونکہ میں بری طرح مجروح اور تھکی ہاری تھی، مگر ظلم کے احساس نے مجھے یہ کہنے پر مجبور کیا۔ "اگر دیوان عدالت کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا تو...... اس نے برانگیختہ ہو کر بات کاٹ دی۔ زبان بند کرو اب مصری عدالت پر زبان درازی کر رہی ہے اور اسے نشانہ بنا رہی ہے۔ پھر صفوت کو پکارا جو دروازہ کے

قریب ہی کھڑا تھا" اس سے کوئی فائدہ نہیں صفوت! اس نے عدالت کی توہین کی۔ ذر۔ مجھے صفوت نے درندگی کے ساتھ کھینچا اور اٹارنی کی طرف نظریں اٹھاکر دریافت کیا۔ کہاں حضور؟ اس نے فوراً جواب دیا" پانی کی طرف" اور میں پانی اور صفوت کے نہ تھکنے اور نہ رکنے والے کوڑے کی طرف واپس چلی گئی۔ شیطان نے اس کے لئے شر کو مزین اور اس کی جاہلیت نے شر کشی کو آمادہ کر رکھا تھا۔ اور اس کے بیمار نفس نے اوپر والوں کی رضا مندی کی ہوس اور ان سے قربت کی غرض پیدا کر دی تھی۔ وکذٰلک زینا لکل امۃ عملھم۔

روٹی اور منظر

دسویں دن عصر کے بعد پانی کا سیل کھلا اور صفوت نے مجھے پانی سے نکال کر دو ایجنٹوں کے حوالہ کرتے ہوئے کہا" قید خانہ نمبر ۳ میں"۔ ان لوگوں نے مجھے ایک دوسرے سیل میں ڈال دیا جہاں میں ایک بے جان لاش کی طرح زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑی۔ میرا جسم فٹ بال کی مانند ورم سے پھول گیا تھا اور محسوس ہو رہا تھا کہ دل اپنی جگہ چھوڑ چکا ہے۔ میں خاک میں ڈھیر ہو گئی۔ مجھ میں آہ و کراہ کی بھی قوت باقی نہ رہی اور میں نے اپنی جان اس ذات کے حوالہ کر دی جس کے قبضہ میں کائنات کے تمام معاملات ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ اس حال میں کتنا وقت گذر گیا۔ اچانک باہر ایک شور سنائی دیا۔ میں بڑی مشکل سے گھسٹتی ہوئی دروازہ تک پہونچی اور اس کے سوراخ سے دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ اخوان کی ایک جماعت ایک لمبی لائن میں کھڑی ہے اور ہر ایک کے ہاتھ میں صفیح کا ایک قروانہ ہے جسے وہ لے کر ایک فوجی کی طرف بڑھتا ہے۔ اسے دوسرا قروانہ میں سے ہاتھوں سے لے کر پٹتا ہے جس کے سامنے انوکھی چیز ہے اور وہ قروانہ میں صفیح ڈالتا ہے۔ اور جب بھائی اپنا حصّہ اس عجیب و غریب کھانے میں سے کچھ لیتا تو ساتھ ہی اپنے حصّہ کے کوڑے بھی کھاتا۔ ایجنٹ فوجیوں کی ایک تعداد دو متقابل صف میں کھڑی

تھی۔ جب کوئی بھائی اپنے حصہ کا کھانا لے کر گزرتا تو ہر فوجی اس پر اپنے کوڑے چلاتا اس طرح ہر بھائی متعدد فوجیوں سے متعدد کوڑے کھانے کا جبری ٹیکس ادا کرتے ہوئے واپس ہو جاتا۔

ایک ایجنٹ کو میری موجودگی کا احساس ہو گیا جس وقت میں نظر بچا کر خوفناک کھانے دینے کی لائن کو دیکھ رہی تھی چنانچہ وہ سیل میں بپھرے جانور کی طرح داخل ہوا اور اپنے جوتوں سے مجھے دردناک ٹھوکریں لگانے لگا پھر وہ دیوانہ ہنٹر میرے جسم پر برسانے لگا تب میری قوت جواب دے گئی اور میں سیل کے فرش پر بے ہوش ہو گئی۔

مجھے ملعون صفوت اور اس کے ساتھی ایک فوجی نے ہوش میں لانے کی کوشش کی جس کے ہاتھ میں ایک جگ میں تھوڑی سی سیاہ رنگ کی دال تھی جس سے ناقابل برداشت بدبو آ رہی تھی صفوت نے کہا: "اسے پی لو ورنہ تمہیں دس کوڑے لگائیں گے۔" میں نے کہا: "میں اسے پی لوں گی۔"

صفوت نے اپنے اسسٹنٹ سے کہا کہ اسے دس منٹ کا موقع دو اگر نہ پیئے تو اسے دس کوڑے لگاؤ اور مجھے اطلاع کرو۔

میں نے رات بسر کی۔ ہائے وہ رات! درد ٹیس میں میرا سارا جسم جلا جا رہا تھا میں نے انتہائی پریشانی و تکلیف کے ساتھ رات بسر کی۔

ہسپتال

گیارھویں دن صفوت نے سیل کھولا اور بولا: "ڈاکٹر ماجد اندر آیئے"

ڈاکٹر ماجد فوجی لباس میں اپنے کمپاؤنڈر فوجی عبدالمعبود کے ساتھ آئے، اس وقت میرے پاؤں سے خون و پیپ بہہ رہا تھا اور پورے جسم کا ورم، درد میری ہڈیوں کو کاٹ رہا تھا۔

ڈاکٹر ماجد نے ڈریسر سے کہا کہ ان کے دونوں پیروں کے زخموں کو خوب دبا کر

صاف کرو اور انہیں ہسپتال پہونچادو۔ اور میں دو ایجنٹوں کی حفاظت میں ہسپتال منتقل کردی گئی۔

شمس کے ساتھ

میں ہسپتال میں ایک دن رہی لیکن مجھے عذاب و سزا سے نجات نہیں تھی کیونکہ جسمانی اذیت پہنچائے جانے کا سلسلہ جاری تھا البتہ جگہ بدل گئی تھی۔ میں ہسپتال کے جیل میں تھی مگر میرا احساس تھا کہ میں ہسپتال میں کچھ آرام سے ہوں اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

میں نے تمنا کی کہ ہسپتال میں میری مدت اقامت کچھ طویل ہوجائے تاکہ میرے زخم مندمل ہوسکیں اور ہڈیوں کی ٹیس و درد میں کمی آجائے اور میں یہی تصور کرتی رہی۔ لیکن آہ! ایجنٹوں نے آکر مجھے اس حسین خواب سے نکال کر تلخ و دردناک حقیقت تک ایک بار پھر پہونچادیا۔

ایجنٹ مجھے شمس بدران کے آفس لے کر چلے۔ میں بڑی مشکلوں سے اپنے خستہ حالی کے ساتھ زخمی پیروں کے سہارے چل رہی تھی بلکہ خود اپنے جسم کا بوجھ سنبھال نہیں پارہی تھی لیکن میری پشت پر کوڑے لہرا رہے تھے اور جونہی میں ڈگمگاتی یا رکتی کوڑے میری طرف تیزی سے لپکتے۔ میں ہسپتال سے شمس بدران کے آفس تک کا راستہ طے نہ کرسکی اور آدھے راستہ ہی میں زمین پر گر پڑی۔ مجھے فوجیوں نے اٹھایا اور زمین پر گھسیٹنے لگے اور اسی حال میں شمس بدران کے آفس تک پہونچادیا۔

جیسے ہی خونی ظالم شمس کی نظر مجھ پر پڑی اس نے صفوت کو پکارا اور اس طرح حرکتیں کرنے لگا گویا وہ کیمرہ کے سامنے ہے۔ اس کا چہرہ شدید غصہ میں عجیب نظر آرہا تھا، اس کی آنکھیں پتھرا کر اس طرح ہوگئی تھیں گویا وہ اُلّو کا ہم شکل ہو۔ وہ صفوت کی طرف بڑھا اس کے ہاتھ دوسری جانب اُٹھے تھے اور اس کی انگلیاں میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ

رہی تھیں "۔ اسے لٹکاؤ اے صفوت! اور پانچ سو کوڑے لگاؤ" درندگی کے بعد درندگی۔
ہائے وہ ظلم جسے صرف شمس جانتا تھا۔

مجھے لٹکا کر جلاد صفوت کیلئے تیار کیا گیا، جو مستعد ہو کر اپنے آقا کے احکام کے مطابق کوڑے برسانے لگا۔ پانچ سو کوڑے ــــ میں یا اللہ، یا اللہ کے نعرے لگانے لگی اور شمس بدران یہ کہتا جاتا کہ اللہ کہاں ہے جسے تم پکار رہی ہو؟ اگر وہ موجود ہوتا تو تمہارے کام آتا۔ بلکہ اگر تم عبدالناصر سے مدد طلب کرو تو وہ فوراً تمہاری مدد کرے گا۔ پھر وہ خداوند قدوس کی کبریائی وجلال پر زبان درازی کرنے لگا جس کی ادائیگی مومنوں کی زبان کر ہی نہیں سکتی ــــ

کوڑے لگ چکے تو مجھے اتار کر کھڑا کیا گیا۔ خون میرے پیروں سے رواں تھا۔ مجھے شمس بدران نے مہلک سزا کا حکم دیا اور کہا کہ یہی میرے پیروں کا علاج ہے۔

تھوڑی دیر بعد میں نے اپنی پیٹھ ذرا دیوار سے ٹکادی پھر شدید تکان کی وجہ سے بیٹھ گئی لیکن صفوت نے پوری قوت سے مجھے کھینچا مگر میں نہ اُٹھ سکی اور زمین پر ڈھیر ہوگئی۔
اسی لمحہ جنگی قید خانہ کا درندہ حمزہ آ پہونچا اور بولا "یہ اداکاری کر رہی ہے"۔ میں بے ہوش ہوگئی اور جب ہوش آیا تو ڈاکٹر کو اپنے پاس کھڑا پایا جس نے میرے بازو میں انجکشن دیا اور ایک پیالہ سنترہ کا عرق پلانے کا حکم دیا۔ شمس بدران نے کہا ہٹ دھرمی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جو ہم چاہتے ہیں وہ کرو ورنہ ہم تجھے دوبارہ، سہ بارہ بلکہ سو مرتبہ لٹکا سکتے ہیں۔ یہ بات بھی تمہاری سمجھ میں آنی چاہیے کہ ہم تم سے اگلوانے سے قاصر ہیں، ہم تو صرف موقع دے رہے ہیں سمجھی؟ ہمیں کون تم کو زندہ دفن کرنے سے روک سکتا ہے؟" میں نے جواب دیا "اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کا شکر ادا کرتی ہوں تاکہ وہ راضی رہے۔

اس نے غصہ میں کہا "اس زبان واسلوب میں مجھ سے باتیں نہ کرو!"
حسن خلیل نے بھی مجھے اپنے ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"اے لڑکی عقل سے کام لے! یہاں کوئی اخوان تمہارے کسی کام نہیں آئے گا کیوں کہ

ان میں سے ہر ایک اپنی ذات میں گم ہے اور وہ گلو خلاصی کے خواہاں ہیں۔

پھر اس نے کاغذ و قلم نکالتے ہوئے ناصحانہ انداز میں کہا۔

صفوت اسے ہسپتال لے جاؤ اور وہاں سے اخوان کی تنظیم کے بارے میں لکھنے کی آزادی دو کہ ان سے کس طرح شناسائی ہوئی؟ عبدالناصر کے قتل پر کیسے اتفاق ہوا؟ تمام اخوان جنہیں جانتی ہو ان کا نام لکھ دینا ـــــ ہسپتال جانے کے راستے میں صفوت مجھے چلنے کا حکم دیتا اور میں اس بچہ کی مانند چلنے سے قاصر تھی جو پہلے پہل قدم رکھتا ہے۔ صفوت ظالمانہ و وحشیانہ انداز سے مجھے راستہ میں وقتاً فوقتاً روک کر کوڑے مارنے کا حکم دیتا اور کہتا کہ یہ تیرے پیروں کا علاج ہے۔

اللہ ہی جانتا ہے کہ میں نے کس طرح راستہ طے کیا اور عذاب کا مرحلہ طے کر کے ہسپتال پہنچی اور اپنی کوٹھری میں داخل ہو گئی ـ صفوت نے مجھے کاغذ و قلم دیتے ہوئے کہا "اے چھوٹی اخوانی! فطری طور پر تو مقصد سے واقف ہے، فلسفہ کی ضرورت نہیں جو کچھ تو جانتی ہے اسے لکھ دے کہ کس طرح تو جمال عبدالناصر کو قتل کرنا چاہتی تھیں۔ یہ کہتے ہوئے لکھو لکھو! اور دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

مجھ میں قلم پکڑنے کی بھی صلاحیت نہیں تھی کیونکہ دونوں ہاتھ بری طرح پھول گئے تھے۔ پہلا دن گذر گیا مگر میں ایک حرف بھی نہ لکھ سکی۔ صفوت تحریر لینے کے لئے آیا تو کاغذ کو سادہ دیکھ کر بولا "میں ایک بار پھر کاغذ چھوڑے جا رہا ہوں تاکہ تم اپنی جان بچا سکو" پھر وہ چلا گیا۔

میں نے اسی تکلیف میں لکھنا شروع کیا۔ تیسرے دن حمزہ بسیونی آیا اور اوراق اکٹھا کر کے واپس لوٹ گیا۔ میں نے سارا دن سخت پریشانی میں گذارا مجھے کوئی پل قرار نہ تھا۔ بیدار رہتی تو پیروں کی سوزش و درد سانس نہ لینے دیتی اور اگر سوتی تو ہڈیاں چیخ پڑتیں۔

صفوت دو فوجیوں کے ساتھ مجھے شمس بدران کے آفس لے جانے کے لئے آیا۔ سابقہ راستہ ہی مجھے پیدل چل کر جانا پڑا۔

میں شمس بدران کے آفس میں جیسے ہی داخل ہوئی تو اس نے مجھے کھا جانے والی نظروں

سے دیکھا اور کاغذات کو پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں ڈالتے ہوئے کہنے لگا۔ اے لڑکی! کیا تیرے لئے یہ سزائیں کافی نہیں ہوئیں؟ تو نے کیا لکھا ہے؟۔ بیکار باتیں۔ حمزہ! اسے دوبارہ کوڑے لگاؤ۔

حمزہ و خلیل نے کہا: ”اسے کتوں کے حوالہ کرنا زیادہ بہتر ہوگا“

شمس بدران اعصابی تناؤ میں بولا: ”کتے یہاں لائے جائیں۔

صفوت اور اس کا معاون نجم لپک کر جنگی قید خانہ کے تربیت یافتہ کتوں کی ٹولی کے دو بڑے خطرناک کتے لائے ان کتوں سے پہلے بھی مجھے سابقہ پیش آچکا تھا اور شمس نے کتوں کو مجھ پر چھوڑنے کا حکم دیا۔

دونوں درندے مجھ پر حملہ آور ہوئے میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور میں کہہ رہی تھی حسبنا اللہ و نعم الوکیل اے اللہ تو مجھ سے شر کو دفع فرمایئے۔ دونوں کتے مسلسل میرے جسم کو اپنے دانتوں سے نوچتے کھسوٹتے رہے اور جسم میں آگ لگاتے رہے۔ دوسری جانب شمس کی گالیوں کا سلسلہ جاری رہا۔

اے لڑکی!..... لکھ کہ تم نے جمال عبد الناصر کو قتل کرنے کا تہیہ کیا تھا۔ تم لوگ انہیں کس طرح قتل کرتے؟۔ کتوں کی تعداد تین ہوگئی دو دانتوں سے نوچ رہے تھے اور ایک گندی زبان سے زخم پہ ہونچا رہا تھا۔

شمس بدران نے محسوس کیا کہ کتوں سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو اس نے صفوت کو چیخ کر واپس لے جانے اور دوبارہ کوڑے برسانے کا حکم دیا۔ غصہ سے اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔

ڈاکٹر بلایا گیا جانچ کے بعد اس نے شمس سے کہا کہ ”اگر مناسب ہو تو آج کوڑے لگانا موخر کر دیا جائے کیونکہ حالت ایسی نہیں ہے جو مزید ضرب برداشت کر سکے،

شمس نے حمزہ سے کہا: ”اسے ۲۴ نمبر میں لے جاؤ“ میں چاہتا ہوں کہ اس کی لاش میرے پاس لائی جائے۔

مجھے ۲۴ نمبر میں لے جایا گیا۔ اُس میں پہلے کبھی میں نہیں گئی تھی۔ انھوں نے مجھے وہاں کھڑا کیا تو میں لرز گئی اور میں اپنی جگہ جم گئی اس کمرہ کے بیچ میں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور چاروں کونوں پر ایک ایک فوجی ہنٹر لئے کھڑے تھے۔ ایک فوجی نے مجھ پر کوڑے برساتے ہوئے حکم دیا کہ میں آگ کے سرکل میں داخل ہو جاؤں۔ مگر جب میں قریب جاتی تو اس کے قریب کھڑا فوجی مجھے روک دیتا اور تیسرا کوڑوں سے استقبال کرتا۔ اسی طرح ایک طرف آگ کے خوفناک شعلے اور اس کی لپٹیں مجھے جھلسا رہی تھیں تو دوسری طرف دائرہ میں کھڑے فوجیوں کے ہنٹر مجھے تڑپا رہے تھے۔ میں پورے دو گھنٹے تک دو شعلوں کے درمیان رہی۔ میں اس جہنم کے درمیان تھی کہ حمزہ بسیونی آیا اور میری طرف غضب ناک نگاہوں سے دیکھ کر بولا "لکھو کہ تم لوگ جمال عبدالناصر کو قتل کرنا چاہتے تھے ورنہ اس آگ میں تم کو ڈال دیں گے۔

میں صبر و ثبات کی نظر سے دیکھتے ہوئے بلا آواز کے چیخی اور بغیر کسی آنسو کے روئی۔ ناقابل برداشت عذاب سے میں بے ہوش ہو گئی اور پھر مجھے ہسپتال ہی میں ہوش آیا۔

جبر کا ڈرامائی منظر

ایک دن صبح مجھے ہسپتال کے کمرہ سے نکالا گیا تو میں نے فوٹو گرافر اور کیمرے تیار دیکھے۔ مجھے ایک کرسی پر بٹھایا گیا اور حکم دیا گیا کہ میں پیر پر پیر رکھ کر بیٹھوں اور منہ میں سگریٹ لے لوں تاکہ اسی حال میں میری تصویر لے لی جائے میں نے کہا کہ سگریٹ لینا ناممکن ہے نہ ہاتھ میں نہ منہ میں۔ چنانچہ ان لوگوں نے میری پیٹھ اور سر سے پستول لگا دیا تاکہ میں سگریٹ لے لوں۔ میں نے انکار کیا اور شہادتین پڑھ کر کہا "تم جو چاہو کرو میں ہرگز یہ نہیں کروں گی۔ مجھ پر کوڑے برسائے گئے اور میری گدی سے پستول دوبارہ لگا دیا گیا اور سگریٹ لینے اور اسے منہ میں رکھنے کا حکم دیا گیا تو پھر میں نے انکار کیا۔ جب وہ مایوس ہو گئے تو انھوں نے ویسے ہی تصویر

کھینچ لی۔

دوسرے دن مجھ سے مطالبہ کیا گیا کہ میں ٹیلی ویژن پر وہ کہوں جو اخوان کے خلاف جھوٹ و بہتان مجھے املا کرایا جائے۔ تب میں نے جواب دیا کہ اگر میں ٹیلی ویژن پر بولی تو کہوں گی کہ جمال عبدالناصر کافر ہے جو اسلام سے نبرد آزمائی کر رہا ہے اسی لئے ہم اس سے لڑ رہے ہیں کیونکہ اُس نے قرآن سے فیصلہ کرنے اور حکومت کو رجعیت پسندی، پسماندگی اور رسوا کن مصیبت مصیبت قرار دیا ہے اور وہ اپنی قانون سازی، احکامات سرخ کمیونزم اور اس الحادی مذہب سے مستعار لیتا ہے جس کے یہاں خدا بیزاری اور مادہ پرستی ہی زندگی ہے اس بنا پر ہم اس سے جنگ کر رہے ہیں۔

یہ سن کر اس نے کہا: "پستول تمہاری پیٹھ اور گردن پر لگا ہو گا پھر تمہاری ہمت یہ سب کہنے کی کیسے ہو گی؟ تم وہی کہو گی جو ہم چاہیں گے۔

میں نے کہا: کل میں ہاتھ اور منہ میں سگریٹ لینے پر رضامند نہیں ہوئی تھی حالانکہ تم صحافت و رسائل ابلاغ کے فوٹو گرافر کی موجودگی میں پستول سے دھمکیاں دے رہے تھے تو کیا آج میں حقیقت کے خلاف بولوں گی؟ "نہیں۔ خدا کی قسم ہم ایک پیغام کے حامل ہیں، امت کے امین اور کتاب کے وارث ہیں۔" چنانچہ مجھ پر کوڑے برسائے گئے اور کمرہ میں واپس کر دیا گیا۔

کمرہ نمبر ۳۲

میرے دل میں اکثر بار ایک سوال ابھرتا جو مجھے حیرت زدہ بھی کرتا۔ وہ یہ کہ فرض کر لیا جائے کہ مجھے کسی متعین جرم کے تحت گرفتار کیا گیا تو پھر مجھ سے یہ اقرار نامہ لکھنے کا مطالبہ کیوں کیا جاتا ہے کہ میں نے ناصر کو قتل کرنے پر اتفاق کیا بلکہ اس جرم کے لئے پلان بنایا۔ اگر جرم کی تمام شہادتیں فراہم ہیں تو پھر کیوں مجھ سے اس اقرار کا مطالبہ کیا جاتا ہے؟ مجھ سے

کیوں کہا جاتا ہے میں ایسے جرم کی دلیل پیش کروں جس کی ان کے تصورات کے علاوہ کوئی آماجگاہ نہیں۔ کیا یہ گرفتاری اور وحشیانہ عذاب کسی دوسرے مقصد یعنی اسلام سے رزم آرائی ومحاذ آرائی کے لئے اور اس کے شعائر کو نیست ونابود کرنے کے لئے تو نہیں ہے ؟۔

مجھے شمس بدران کے آفس پہونچا دیا گیا۔ جیسے ہی اس کی نگاہ مجھ پر پڑی مصنوعی حیرت میں بولا" ارے، تو اب تک زندہ ہے ؟ حمزہ! میں نے کہا تھا کہ اس کی لاش لانا۔

حمزہ نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ معذرت پاشا! آپ اسے حکم دیں وہ اطاعت کے لئے تیار ہے۔

شمس بدران نے کہا" لکھ اے لڑکی !

میں نے جواب دیا" میں حقیقت کے علاوہ کچھ نہیں لکھوں گی خواہ تم مجھے قتل کردو شاید یہ خدا کی مشیت کے مطابق شہادت ہو۔

حسن جلیل نے کہا" ہم ہرگز اس شہادت کی اجازت نہ دیں گے ؟"

میں نے جواب دیا" شہادت خدا کی جانب سے ہوتی ہے اگر وہ اپنی مخلوق کے لئے فیصلہ کرلیتا ہے تو وہ اس کو دیدیتا ہے۔

شمس بدران نے پر افروختہ ہو کر کہا، صفوت اسے لٹکا دو اور پانچ سو کوڑے لگاؤ" تا کہ پتہ چلے کہ اس کا رب کون ہے ؟

چنانچہ ایجنٹوں نے مجھے لٹکا کر کوڑے لگائے۔ پانچ سو کوڑے ایک ایسے انسان کو جو شدید زخمی ومجروح تھا۔ پھر مجھے کوٹھری میں ڈالدیا گیا۔

تھوڑی دیر بعد پھر دوبارہ مجھے شمس کے آفس لے جایا گیا جہاں ایک کرسی کی طرف اس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا" یہاں بیٹھو" پھر کہنے لگا" کہ تو سمجھتی ہے کہ ہم بے حس وسنگدل ہیں ہم تمہاری اس حالت سے کافی متاثر ہیں۔ میرے والد ازہر کے استاذ ہیں۔

میں نے اس کی طرف حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔

وہ فوراً ہی اپنی اصل فطرت پر آگیا اور اس نے دھمکی آمیز لہجہ میں حکم دیا۔ حمزہ!
اس لڑکی کو ۲۴ نمبر میں لے جاؤ۔

میں ایک کوٹھری میں داخل ہوئی جس میں لکڑی کی دو بلیاں گڑی ہوئی تھی جس کے اوپر ایک لکڑی بندھی ہوئی تھی جس سے دو رنگ لوہے کے لٹک رہے تھے۔ مجھے ایک کرسی پر کھڑا کر کے ہنٹر کے زور پر دونوں رنگ پکڑنے کا حکم دیا گیا اور اسی لمحہ میرے پیروں کے نیچے سے کرسی ہٹا دی گئی۔ چنانچہ میں فضا میں معلق ہو گئی۔

میں دس منٹ سے زیادہ دونوں رنگ کو پکڑ کر لٹکی نہ رہ سکی اور زمین پر گر پڑی۔ لیکن ایجنٹ پاگلوں کی طرح کوڑے لے کر پل پڑے اور دوبارہ اسی طرح لٹکا دیا چنانچہ میں پھر گر پڑی اور دوبارہ ہنٹر برسنے لگے۔ تقریباً تین گھنٹے تک یہ عمل جاری رہا۔

ایمان کی عزت اور باطل کی ذلت

مجھے شمس بدران کے آفس میں پھر لے جایا گیا جس نے اداکاری کے انداز سے مجھے انگلی کے اشارے سے ایک کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ جب میں بیٹھ گئی تو جلال اور حسن خلیل دونوں مجھے اس بات پر آمادہ کرنے لگے کہ میں پاشا کی مرضی کے مطابق تحریر لکھوں کیوں اس میں میرا فائدہ ہے۔ میں نے دونوں کو یہی جواب دیا کہ "میں وہ باتیں نہیں لکھوں گی جس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں ہے۔" تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ "تمام باتوں سے ہم واقف ہیں اور اخوان نے تمام چیزوں کا اعتراف کر لیا ہے۔ پھر جلال سے کہا گیا کہ اس کے سامنے فائلیں پڑھو۔ اور مجید شاذلی کی فائل وغیرہ۔ پھر شمس نے کہا کہ اسے اخوان کے اقوال بھی پڑھ کر سناؤ۔ جلال نے ان کے کہنے کے مطابق علی عشماوی کے اقوال سنائے تو میں دہشت میں پڑ گئی۔ جب وہ سنا کر فارغ ہوا تو شمس نے سر ہلاتے ہوئے اور آنکھ مارتے ہوئے بولا: "ان اقوال کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے فوراً جواب دیا: "یہ سب جھوٹ اور بہتان تراشی ہے۔"

شمس بدران نے کہا۔ "تو انکار کرنا چاہتی ہے کہ تو نے تنظیم اخوان کی بنیاد ڈالی؟ حالانکہ تمہارے شیخ کی باتوں سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تم نے تنظیم کی بنیاد رکھی ـــ جلال! ذرا ہضیبی کے اقوال سناؤ لیکن چند منٹ بعد بولا ٹھیرو اس فائل کو چھوڑ دو اور عبدالفتاح اسماعیل کے اقوال سناؤ۔ تھوڑی دیر بعد شمس بدران نے مجھ سے پوچھا۔ "تمہاری کیا رائے ہے"؟

جلال پڑھنے لگا۔ پھر ایک فائل سے دوسری فائل کی طرف منتقل ہوتا رہا اور جب وہ اس سے فارغ ہو چکا تو شمس نے کہا کہ "جو کچھ تم نے سنا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ کیا ہم جو چاہتے ہیں وہ تم لکھوگی؟ ـــ میں نے کہا۔ "یہ باطل ہے"۔ تو اس نے استہزائی انداز میں کہا پھر حق کیا ہے اے نابغۂ زماں؟۔

میں نے کہا۔ "علی عشماوی کا جو بیان یہاں ریکارڈ ہے میں سمجھتی ہوں کہ وہ غلط ہے؟ جہاں تک دوسرے اخوان کا تعلق ہے تو وہ اہل دعوۃ واہل حق ہیں۔ اور یہ بیان ان کے خلاف بہتان ہے۔ شمس نے کہا۔ صفوت! اسے لٹکا دو اور حمزہ! علی عشماوی کو بلاؤ اور کسے بھی لے آؤ۔

علی عشماوی آیا وہ عمدہ صاف ستھرا باریک ریشمی پائجامہ زیب تن کئے ہوئے تھا اسکے بال سنورے ہوئے تھے پورے جسم وچہرہ پر کسی تکلیف کا اثر نہیں تھا ـــ میں نے اسے دیکھا تو اپنی اور دوسروں کی حالت کا اپنے ذہن میں جائزہ لیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ اس شخص نے اللہ کی امانت میں خیانت کی اور اپنے اخوان کے خلاف جھوٹی شہادتیں دے کر، فساق و فجار، ظالموں کے چکر میں پڑ گیا جو کسی قدر و اخلاق اور کسی دین کو نہیں جانتے اور شمس بدران کے آدمیوں میں شامل ہو کر جمال عبدالناصر کا دم چھلہ بن گیا۔

شمس بدران نے اس سے کہا۔ "اے علی! آخری دن جب تم زینب الغزالی کے پاس گئے تو اس سے کیا لیا اور اس نے تم سے کیا کہا؟ ـــ

عشماوی نے کہا۔ "انھوں نے مجھے ایک ہزار جنیہہ دیئے اور کہا یہ پیسے غادہ عمار کے پاس جائیں گے تا کہ وہ ہضیبی یا قطب کے گھر پہونچا دیئے جائیں۔ اگر میں گرفتار ہو جاؤں اور

پیسوں کی ضرورت ہو تو غادہ یا حمیدہ سے ربط قائم کرنا انہیں معلوم ہے کہ پیسے کہاں ہیں۔
شمس بدران نے کہا ـــــ زینب! کتنے روپئے تھے؟ اور تمہیں اس کا خوف کیوں تھا؟
سوڈان وسعودیہ کے اخوان کی جانب سے قیدیوں کے خاندانوں کی امداد کے لیۓ چار ہزار جنیہہ چندہ کے تھے نیز اسکول و یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم طلبہ کے مصارف اور گھروں کے کرائے جس میں سے گذشتہ عید کے موقعہ پر ہم نے مختلف خاندانوں کے لیۓ ایک ہزار جنیہہ خرچ کیۓ اور یہ جو تمہارے سامنے کھڑا ہے اسی نے ایک ہزار جنیہہ عبدالفتاح اسماعیل کو خاندان کے اخراجات کے لیۓ دینے کو لیۓ تھے۔

شمس بدران نے کہا " علی! تم نے آخری مرتبہ زینب الغزالی کے یہاں کیا کھایا؟۔
عشماوی نے جواب دیا" اس نے مجھے کلیجی میں ملا ہوا ایک پلیٹ چاول دیا اور کہا کہ کھاؤ ہمارا رب تمہاری مدد کرے گا۔

پھر کہنے لگا ـــ کافی ہے۔ جاؤ علی! ـــــ تو علی عشماوی شمس بدران کی خصوصی نظرِ عنایت کے ساتھ باہر چلا گیا۔

شمس نے کہا حمزہ! عبدالفتاح کو لاؤ۔ چند لمحوں کے بعد حمزہ بسیونی عبدالفتاح اسماعیل کے ساتھ آیا جو موحدین کے نور اور صادقین کے وقار کے حامل تھے۔ جیل کا پھٹا ہوا کپڑا پہنے ہوئے تھے۔ اس سچے مؤمن و مجاہد کو جو اذیتیں پہونچائی گئی تھیں وہ سب نمایاں تھیں۔ انھوں نے مجھے سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔

شمس نے کہا" عبدالفتاح! تم زینب الغزالی کے یہاں کیا کرتے تھے اور تم اس کے پاس کیوں جاتے تھے؟"

عبدالفتاح نے سچی اور حقیقت پسندانہ زبان میں جواب دیا جو جاہلوں کے لیۓ انوکھا تھا۔
"اللہ کی راہ میں یہ میری بہن ہیں۔ ہم ایک دوسرے کا تعاون قرآن وسنت کی بنیاد پر مسلم نوجوانوں کی تربیت کے لیۓ کر رہے تھے جو فطری طور پر حکومت کی تبدیلی جاہلی حکومت سے اسلامی

حکومت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

شمس بدران نے سختی سے کہا: "کیا تم تقریر کر رہے ہو؟ تم منبر پر نہیں ہو اب ......
اولاد! نکل جاؤ، نکل جاؤ۔" عبدالفتاح اسماعیل جیسے آئے تھے ویسے ہی چلے گئے۔ جاتے
جاتے انھوں نے مجھے سلام کیا تو میں نے "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" جواب دیا۔

شمس بدران کی زبان سے انتہائی گندے، بدبودار الفاظ اور گالیوں کا سیلاب بہ نکلا۔
مجھے سکون حاصل ہوا۔ ہاں! عبدالفتاح اسماعیل میں انسانیت کی عظمت، آدمیت
کی بلندی اور ایمان کی رفعت کو دیکھ کر مجھے سکون نصیب ہوا اور میں نے آہستگی سے الحمدللہ
کہا۔ خدا کے ایسے بھی بندے ہیں۔ اے اللہ توان کی اپنی دعوت کے لئے حفاظت فرما۔
اگر علی عشماوی نے خیانت و غداری کی تو کوئی بات نہیں یہاں سینکڑوں صابر، رہبرانِ حق اور
طلبگارانِ حقیقت موجود ہیں۔

شمس بدران کی آواز پر میں چونکی۔ وہ چیخ رہا تھا۔ "اس .... لڑکی کو لے جاؤ اور
صبح میرے پاس لکھے ہوئے کاغذ کے ساتھ لاؤ۔" حسن خلیل نے صفوت کو کاغذ قلم دیا اور مجھے
ہسپتال پہونچا دیا گیا۔ میں کاغذ قلم لے کر بیٹھی۔ کیا لکھوں؟ وہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ کیا وہ چاہتے
ہیں کہ ہم اپنے رب کو غضب ناک کریں اور دین کی مخالفت کریں؟ نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں لکھیں
گے سوا اس کے کہ خدا کی راہ میں ہم کھڑے ہوئے اور قرآن کے جھنڈے کے نیچے ہم چلے، اللہ
کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کریں گے۔
اور صرف اسی کی عبادت کریں گے۔ اے ہمارے رب! ثابت قدمی عطا کر اور ایمان واسلام کی حالت
میں موت دے۔ اور تم اے فراعنۂ وقت اس دنیوی زندگی کو گزار لو۔ قضا و قدر مقرر ہے۔ عنقریب
ظالم دیکھ لیں گے کہ ان کا انجام کار کیا ہے۔

دوسرے دن حمزہ لسیونی، ریاض، صفوت آئے اور کاغذات لے کر واپس چلے گئے اور
ایک گھنٹہ بعد پھر آئے اور چلنے سے قاصر رہنے کی بنا پر مجھے ایک گاڑی پر شمس کے آفس لے چلے جو

کچھ اوراق پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینکتے ہوئے کہہ رہا تھا "یہ تمہارے کاغذات ہیں، تمہارے جسم سے ایک پیالی خون نکالوں گا تاکہ تو میری مرضی کے مطابق لکھے۔ پھر گالیوں اور کوڑوں کی مار کے ساتھ مجھے ہسپتال واپس کر دیا۔

عبدالناصر نے مجھے پھانسی دینے کا حکم دیا

میں چند دنوں تک ہسپتال میں زیر علاج رہی کیونکہ موت مجھ سے بہت قریب تھی، ایک دن غروب آفتاب سے کچھ پہلے مجھے شمس کے آفس لے جایا گیا لیکن اندر نہ پہونچایا گیا بلکہ مجھے کھڑا رہنے اور اپنا منہ بجلی کی ایک ایسی مشین کی جانب کئے رہنے کا حکم دیا گیا جس سے خوفناک آواز کے ساتھ انتہائی گرم ہوا نکل رہی تھی میں اپنا منہ ملعون مشین کی طرف کئے، پوری رات کھڑی رہی صبح کو مجھے دوبارہ ہسپتال میں داخل کیا گیا، ڈاکٹر ماجد نے میرے چہرہ کو دیکھ کر عبدالمعبود سے پوچھا کیا اسے دوبارہ رات میں لے گئے تھے۔ اس کا چہرہ بالکل پیلا ہو گیا ہے؟ عبدالمعبود نے کہا ہاں! آدھ گھنٹہ بعد عبدالمعبود نے نصف انگریزی روٹی کے ساتھ کچھ مربی ملا کر مجھے دیا اور کہا کہ ڈاکٹر کی یہی ہدایت ہے۔

غروب آفتاب کے وقت مجھے ہسپتال سے نکال کر شمس بدران کے آفس کے قریب ایک کمرہ میں رکھا گیا پھر ایجنٹ حمزہ، صفوت ریاض آدھمکے اور آپس میں کچھ سرگوشیاں کرنے لگے، پہلے دونوں تو چلے گئے، تیسرا موجود رہا لیکن اچانک وہ اپنے بال نوچنے، چہرہ پر طمانچے لگانے کے ساتھ ایسی حرکتیں کرنے لگا گویا وہ اپنے کپڑے پھاڑ دینا چاہتا ہے! اور چیخ چیخ کر مجھے جنونی کہہ رہا تھا اور دھمکیاں دے رہا تھا کہ اگر میں نے آج شمس کی بات نہ مانی تو میری زندگی کا خاتمہ ہے، پھر پوچھنے لگا کہ عواد، رفعت، اسماعیل الفیومی کہاں گئے؟ مزید اس نے کہا کہ یہاں روز جیل میں دس اخوانی کتوں کو عبدالناصر کے جہنم میں دفن کیا جاتا ہے۔

جب میں نے تبصرہ کیا کہ ہمارے مقتولین جنت کے شہداء ہیں تو وہ اور زیادہ اپنے

منہ پر طمانچے لگانے لگا اور چلا کر بولا کہ اب تک کتے، پانی، آگ، کوڑے اثر انداز نہ ہوئے تو آج پاشا تجھے ذبح کردے گا، اس نے ناصر سے اجازت لے لی ہے۔ تم کیا کروگی؟

میں نے کہا۔ جو کچھ کرتا ہے اللہ ہی کرتا ہے۔

اس نے احمقانہ انداز سے کہا۔ تو چاہتی ہے کہ ہم تیری طرح کام کریں اور تمہاری طرح ناکام ہوں؟ تمہاری خواہش ہے کہ ہم اس روس کو چھوڑ دیں جو آدھی دنیا پر حکومت کرتا ہے اور ہم بدنصیبی سید قطب یا حسن البنا جیسے افراد کی باتوں کو تسلیم کرلیں؟ تم سب پاگل ہو۔ ہم تمہاری طرح نہیں ہیں مجھے جواب دو۔

میں نے جواب دیا۔ "ان لوگوں سے جب کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے اور کہتے کہ کیا ہم ایک مجنوں شاعر کی وجہ سے اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں"۔ یہ خدا اصنام تھے اور حکام بتوں کے محافظ و رکھوالے ہوتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر جنون کا الزام لگایا اور آج تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے تو اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کو وہ پاگل قرار دے رہے ہیں، وہ طاغوت تمہیں چلا رہا ہے جس نے تم کو باطل کی راہ میں استعمال کیا ہے اور تم اس کے پیچھے چند کھوٹے سکوں کے عوض ذلیل ہوکر چل رہے ہو، کیا تم نے مخلوق کو خوش کرکے خدا کا غضب حاصل کیا؟

تب وہ بھڑک اٹھا اور غصہ میں بولا۔ کیا تم ہم لوگوں کو جمود و پسماندگی کی جانب لے جانا چاہتے ہو۔

دروازہ کھلا اور جنگلی جانوروں کی طرح فوجی گھس پڑے اور کوڑوں سے میرے جسم کو جلانے اور سلگانے لگے مگر ریاض ہنس ہنس کر کہہ رہا تھا، خدا کی قسم زینب میں تم پر شفقت کرتا ہوں اور اندیشہ بھی رکھتا ہوں۔ میں حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا ورد کررہی تھی۔ میں نے مذاقاً کہا۔ شفقت اور خوف؟ کیا بات ہوئی! کیا تم ڈرتے ہو؟۔

معاملہ جیسا کہ تمہارا خیال ہے بالکل واضح ہے، تمہیں صرف میرے اعتراف واقرار سے

دلچسپی ومطلب ہے ؟ ہاں ہر مسئلہ واضح ہے ۔ تمہارا جھوٹ وبہتان ، بے گناہوں پر مخصوص مقاصد کے تحت مقدمات قائم کرنا اور جرائم منسوب کرنا سب کچھ کھل کر سامنے آگیا ہے ۔

ریاض سینہ کوبی کرتے اور بال نوچتے ہوئے چیخ کر کہنے لگا کس بل بوتے پر تو زندہ ہے ؟ ہماری عقل وحواس بھی تیرے سلسلہ میں بیکار ثابت ہوتی جارہی ہے ۔ ڈاکٹر بھی کہتے لگے ہیں کہ اگر تجھ کو کھانا نہ کھلایا تو ہلاک ہوجائے گی ۔

حمزہ وصفوت آئے اور ریاض سے پوچھا کہ تو نے کیا کیا ، میں سمجھتا ہوں کہ اسے عقل آگئی ہوگی ؟ میں نے استہزائی انداز سے حمزہ کو دیکھ کر کہا مجھے نہیں معلوم کہ مجنوں کون ہے ؟

حمزہ نے مجھے بلا تبصرہ خاموش رہ کر دیکھا اور صفوت کی جانب گھوم کر بولا ، اسے پاشا کے آفس لے جاؤ ۔

پاشا کے آفس میں

شمس نے مجھے ایک کرسی پر بٹھاتے ہوئے بولا ، میرا خیال ہے کہ مسلسل عناد سے کوئی فائدہ نہیں ، تم میری مرضی کے مطابق تحریر لکھ دو ۔ میں نے کہا ، کیا تم چاہتے ہو کہ میں لکھوں کہ ہم عبدالناصر کو قتل کرنا چاہتے تھے ؟ یہ ناممکن ہے خدا کی قسم ہم صرف قرآن وحدیث کے مطابق جمع ہوتے تھے تاکہ ہم لوگوں کو بتا سکیں کہ وہ کس طرح انسانی طاغوت کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف آسکتے ہیں تاکہ وہ اس کی عبادت اور اس کے دین کی اقامت کا فریضہ انجام دے سکیں ۔ وہ کتاب وسنت ہی سے فیصلے کرتے ہیں ، اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے یہی ان کی کوشش ہوتی ہے کہ خدا کی نافرمانی نہ ہوسکے اگر ایسا ہوجاتا ہے تو وہ توبہ واستغفار کرتے ہیں ، اس کے باوجود ہمارا خیال ہے کہ موجودہ حکومت جاہل ہے جس کا خاتمہ ضروری ہے ، آگ و دھات سے نہیں بلکہ امت میں مضبوط " اسلامیت " کے وجود میں آجانے کے بعد یقیناً اسلامی حکومت قائم ہوجائے گی اچانک ہنٹر مجھ پر برسنے لگے تو میں پوری قوت سے چیخ کر بولی ، میں ہرگز نہ لکھوں گی ، ہرگز

نہیں لکھوں گی، چاہے مجھے مار ڈالو کیونکہ دنیا کی میرے نزدیک کوئی قیمت نہیں ہے۔

شمس بدران میری طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگا۔ وہ کاغذ جسے میں نے پھاڑ دیا۔ اس میں تم نے عبدالعزیز علی کا کوئی ذکر نہیں کیا، میں نے دریافت کیا کہ کون عبدالعزیز علی تو بولا۔

عبدالعزیز پاشا جسے ناصر نے وزیر بنایا مگر اس نے اُسی ہاتھ کو کاٹ لیا جس نے اس پر احسان کیا اور ناصر کو ناپسند کیا۔

میرے ذہن میں فوراً نام آیا اور میں نے کہا۔ عبدالعزیز علی، انگریزوں کے خلاف "سیاہ ہاتھ" تحریک کے بانی؟ وہ نیشنل پارٹی کے بڑے لوگوں میں ہیں۔ عبدالناصر اور اس کے ہم نشیں ان کے سامنے زمین پر وطنیت کا درس سننے کو بیٹھا کرتے تھے، میرا خیال ہے کہ وہ عظیم انسان اور میرے شوہر کے دوست ہیں نیز اللہ کی راہ میں میرے بھائی ہیں، ان کی بیوی مسلم خواتین کی تنظیم کے سنٹر کی ممبر میری سہیلی اور اسلامی بہن ہیں۔ تب اس نے کرخت لہجہ میں پوچھا، تم نے اسے اخوان سے وابستہ کیوں نہیں کیا؟

میں نے جواب دیا۔ مجھے اس کا خیال تھا جیسا کہ خنسا نے کہا کہ بعض علم کے سر میں آگ ہے۔ شمس بدران غصہ میں دھاڑا تمہارے پاس فضول باتیں ہیں؟ اور کوڑے لگنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد ان سب نے آپس میں سرگوشیاں کیں پھر حسن خلیل بولا، ہم جاننا چاہتے ہیں کہ تو نے عبدالعزیز کو عبدالفتاح اسماعیل سے کیوں متعارف کرایا؟ اور یہ تعارف کہاں ہوا؟

میں نے جواب دیا۔ جس وقت تمہارے محکمہ خفیہ کی کارستانی کے نتیجہ میں میرا ایکسیڈنٹ ہوا تو وہ اور ان کی بیگم ہسپتال میں میری ملاقات کو آیا کرتے تھے، یہی ملاقاتیں ہسپتال چھوڑنے کے بعد گھر پر بھی جاری رہیں۔ ایک دن عبدالفتاح میری ملاقات کو اچانک آگئے تو عبدالعزیز بھی اتفاقاً موجود تھے تو دونوں میں باہمی تعارف ہو گیا، مجھے اس واقعہ کے تعلق سے بس اتنا ہی یاد ہے۔

حسن خلیل نے کہا اے زینب! ہم نے تسلیم کر لیا کہ عبدالعزیز کا عبدالفتاح سے تعارف سرسری اچانک ملاقات کا نتیجہ ہے لیکن عبدالعزیز تمہارے گھر میں اور تمہارے واسطہ سے فرید عبدالخالق

سے کس طرح متعارف ہوئے ؟

میں نے جواب دیا۔ نرس پنڈلی کی ٹوٹی ہڈی کے علاج کے لیۓ آئی تو عبدالعزیز نکل کر باہر ملاقات کے کمرہ میں بیٹھ گئے اس دوران فرید عبدالخالق بھی آکر بیٹھ گئے وہ عبدالعزیز سے اس وقت تک واقف نہ تھے جب علاج کا مرحلہ مکمل ہوا اور لیڈی ڈاکٹر واپس چلی گئی تو فرید عبدالخالق مجھے دیکھنے کے لئے اندر آئے اور عبدالعزیز بھی واپس جانے کے لئے مجھ سے اجازت لینے آئے، تو میں نے دونوں کو ایک دوسرے سے متعارف کرایا، شمس بدران غصہ میں لال ہوکر پہنچا، صفوت کو بلاؤ۔

مجھے ہسپتال میں ہوش آیا تو میرے دونوں پیروں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور ہولناک درد میری ہڈیوں کو پیس رہا تھا بلکہ پورا جسم ہی جل بھن چکا تھا۔

بڑا وہم

میں ہسپتال میں کئی دنوں تک زیر علاج رہی پھر مجھے شمس بدران کے آفس لے جایا گیا جہاں وہ اپنے بڑے وہم پر اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ اس واہمہ کو بکثرت دہرانے کی وجہ سے وہ اس کے دل میں ایک حقیقت کی طرح ہوگیا ہے اور اس کی عقل میں واقعہ کی مانند یہ بات جاگزیں ہوگئی ہے کہ اخوان المسلمون نے عبدالناصر کو قتل کرنے کی سازش کی

شمس بدران نے میری طرف حیرت زدہ نگاہوں سے دیکھا اور بولا کیا تو اب تک زندہ ہے؟ حالانکہ تجھ پر سب کچھ بیت چکی ؟

تو میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " اصحاب الاخدود قتل کر دیئے گئے " جن لوگوں نے اصحاب اخدود کو قتل کیا وہ بالکل، جھوٹ اور بہتان کی وجہ سے پاگل ہو چکے تھے اور جو لوگ اخدود میں اپنے لوگوں کے ہاتھوں شہید کئے گئے وہ امانت کے حامل تھے ۔ اور پیغام کو پہونچانے اور امانت کی ادائیگی پر اصرار کر رہے تھے ۔

شمس بدران نے کہا۔ پاگل! ہم اس اسلوب کو نہیں سمجھتے کیا تو اب تک کسی خدا کے وجود پر یقین رکھتی ہے؟ حالانکہ تم لوگوں کو ۱۹۴۸ء سے اب تک شکست ہو رہی ہے، تمہیں فاروق کے مقابلہ نیز ۱۹۵۴ء کے انقلاب کے خلاف رزم آرائی میں اور ۱۹۶۵ء کے انقلاب سے ٹکرانے میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ آخر تمہارا نام نہاد خدا کہاں ہے؟

میں نے کہا۔ ہم ۱۹۴۸ء میں کامیاب ہوئے، ۱۹۵۴ء میں بھی فتحیاب رہے اور ۱۹۶۵ء بھی میدان مارا گیا۔

وہ بولا۔ ہم تجھے مرغی کی طرح لٹکاتے ہیں، پانی میں ڈالتے ہیں، آگ میں پھینکتے ہیں، کتوں سے نچواتے ہیں تو کیوں تمہارا پروردگار و پالنہار تمہیں نہیں باز رکھتا اگر وہ موجود ہے، اے شکست خوردہ ...... لڑکی۔

میں نے کہا۔ کیا ہم لوگوں کی کوڑوں سے پٹائی کر کے اور مختلف قسم کے عذاب دے کر تم اس وہم میں پڑ گئے ہو کہ تم پر غالب آگئے، تم سب ہم سے خوف زدہ ہو۔

غصہ میں وہ بولا۔ خاموش رہو، تم سب مجرم ہو۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ ہم مجرم نہیں ہیں، ہم تو پیغام کے حامل امانت کا بار اٹھانے والے، حق کے داعی اور نوری راستہ کی نشانیاں ہیں۔

اس نے کہا! مجھے بتاؤ کہ کس طرح تم ہم پر غالب ہو، میں نے کہا۔ ہم تم پر غالب ہیں کیونکہ خدا کی ذات سے ہم غنی و قوی ہیں اسی پر یقین و اعتماد رکھتے ہیں، اسی کی راہ میں جہاد و قتال کرتے ہیں مگر ایک بات ایسی ہے جس سے ہماری شکست خوردگی ثابت ہوئی ہے اگر ہم اسلام کی سربلندی اور توحید کے علم کو بلند کرنے کے لئے جہاد کے وجوب کے تصور سے دست بردار ہو جائیں، اسلام درحقیقت، دینی و حکومت، سیاست داخلی و سیاست خارجی، امت و سماج کا نظام اور ایسا امن و سلام ہے جو ساری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔ اور وہ ایسی جنگ ہے جو بندوں کو فرد کی عبادت سے چھٹکارا دلا کر خدائے واحد و غالب کی عبادت سے سرفراز کرتا ہے۔ خالق کی نافرمانی کے لئے مخلوق کی اطاعت نہ کرنی چاہیے۔ بیشک وہ بندہ جو اللہ ہی کے لئے

سچائی واعتماد کے ساتھ اسلام لایا وہ کائنات اللہ تعالیٰ سے متعلق و وابستہ ہوگیا۔ وہ شخص مخلوق سے کیا ڈرے گا جس کی روح عالم سماوی سے وابستہ ہو اور جس کا قلب فردوس سے پیوستہ ہو کیونکہ دنیا اس کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہے اور وہ حقیقت دنیا سے آگاہ ہو چکا ہوتا ہے۔

اے گمراہ جھوٹے لوگو۔ تم کیا کر سکتے ہو؟ ہمارے جسموں کو چیرتے پھاڑتے ہو، ہمیں قتل کرتے ہو، ہم پر تشدد کرتے ہو، ہم سے پانی۔ و غذا روکتے ہو، کوڑے تمہارے ہاتھوں میں ہیں اذیت و تکلیف کے ذرائع تمہارے رہینِ اشارہ ہیں، یہ تمام چیزیں ہمارے دلوں میں بے حقیقت ہیں، تم نے خوف کی بناء پر ہمیں الگ الگ کر دیا ہے کیوں؟ اس لئے کہ ہم حزب اللہ ہیں اور تم حزب الشیطان ہو۔" وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں وہی لوگ ذلیل ترین ہیں، اللہ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب ہو کر رہیں گے، بیشک اللہ غالب و قوی ہے۔"

ایمان و توحید کی زبان نے شمس بدران کی جاہلیت و حیوانیت کو للکارا اور وہ اس طرح چلایا جیسے کسی نے اسے ڈنک مار دیا ہو۔ صفوت صفوت! اسے لٹکا کر پانچ سو کوڑے لگاؤ۔ مجھے کوڑے لگائے گئے اور اتار کر مذکورہ بالا سوالات پھر پوچھے گئے اور میں نے اپنے جواب پر اصرار کیا تو شمس نے دوبارہ لٹکا کر ڈھائی سو کوڑے لگانے کا حکم دیا اور اس کے حکم کی تعمیل کی گئی مگر جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ہسپتال میں ڈاکٹروں کے گھیرے میں پایا جو زخموں کی مرہم پٹی اور طبی امداد انجام دے رہے تھے۔

میں ہسپتال میں کئی دنوں تک زیر علاج رہی پھر مجھے اسٹریچر پر شمس بدران کے آفس لے جایا گیا۔

زندگی کی بچی کھچی رمق کی بنیاد پر میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اتارنی؟ تم کون ہو؟

اس نے کہا۔ ہم تمہیں عدالت کیلئے تیار کریں گے!

میں نے کہا۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

وہ دھمکی آمیز لہجہ میں بولا۔ ذرا سنبھل کر جواب دو، تم میں مار کھانے کی بھی قوت نہیں ہے حالانکہ پورطور پر تیار ہے۔

میں نے جواب دیا۔ اللہ کارساز و مددگار ہے۔

وہ بولا۔ محمد قطب اور اخوان کے نوجوان تمہارے گھر میں کیوں جمع ہوئے تھے؟

میں نے کہا۔ استاذ محمد قطب اور ان کی دونوں بہنیں امینہ و حمیدہ میری ملاقات کو اکثر آتے تھے۔

شمس نے جھلا کر بات کاٹتے ہوئے مغلظات بک کر کہا، محمد قطب، اخوان کے نوجوان کس لئے تمہارے پاس جمع ہوئے تھے۔

میں نے اس کی فحش و تبذل باتوں کا جواب دیا۔ بعض فاضل نوجوان، اسلامی کارکن مجھ سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے اور استاذ محمد قطب سے ان کی ملاقات اچانک ہو جایا کرتی تھی۔

وہ گرج کر بولا۔ اے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لڑکی، میں کہہ رہا ہوں کہ نوجوان تجھ سے محمد قطب سے ان کی ملاقات کے لئے مواقع فراہم کرنے کا مطالبہ کرتے تھے چنانچہ محمد قطب اور یہ نوجوان دوپہر کے کھانے پر تمہارے یہاں جمع ہوتے تھے اور کھانے کے بعد ملاقات ہوئی تھی اور اجتماع منعقد ہوتا تھا کیوں؟

میں نے مکمل اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ جب استاذ محمد قطب کی دو کتابیں "التطور والثبات اور جاھلیۃ القرن العشرین" شائع ہوئیں تو میرے بیٹوں اور دعوت اسلامی سے وابستہ بعض اخوان نوجوانوں نے استاذ محمد قطب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تاکہ دونوں کتابوں کی جو باتیں ان کی سمجھ میں نہ آسکی ہیں وہ ان کے متعلق سوالات کریں چنانچہ استاذ نے ان کی دعوت متعدد مرتبہ قبول کی۔

پھر اس نے پوچھا۔ عبدالفتاح اسماعیل ان اجتماعات میں کیوں شریک ہوتے تھے؟

میں نے کہا ــــ چوں کہ وہ اخوان المسلمین کے بہترین صالح نوجوانوں میں سے ہے۔

اس نے جاہلی تمسخر میں جواب دیا۔ اللہ اس صالحیت و پاکیزگی سے بلند ہے ـــــــ

..... لڑکی۔

پھر بولا۔ ان اجتماعات میں سے کس اجتماع میں اس نے اور محمد قطب نے ناصر کو قتل کرنے پر اتفاق کیا؟ میں نے کہا ــــ عبدالناصر کے قتل کا افسانہ خود تمہارا بنایا ہوا ہے۔

شمس بدران نے کہا ــــ تم نے وکالت کیوں نہیں کی۔

میں نے جواب دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بہتر حال میں رکھا۔ میں اللہ کی طرف بلاتی ہوں اور اس کے فضل و مشیت کے تحت، مسلسل دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیتی رہونگی۔

بڑی تیزی کے ساتھ شمس بدران اٹھ کر لاتوں سے مجھے مارنے لگا اور کہتا جاتا، آج میرے ہاتھوں تیری موت ہے اے..... لڑکی چند لمحوں بعد بولا، وہ کونسی تنظیم ہے جسے تم نے محمد قطب کے ساتھ مل کر قائم کیا، عبدالناصر کو کون قتل کرنے والا تھا، عبدالفتاح یا الفیومی؟

میں نے کہا ــــ الفیومی کو تو تم لوگ ختم کر چکے، اب کیا ہے؟ اس نے زوردار قہقہہ لگا کر کہا۔ تم اس کو جانتی ہو کیا وہ خوب صورت ہے صفوت، صفوت! اسے فیوجی سے محبت ہے۔

صفوت دیوانہ وار بھیڑئے کی طرح ٹوٹ پڑا، میں بے ہوش ہوگئی تو مجھے دوبارہ شمس اور اس کے جیلوں کی مغلظات سننے نیز انسانی ہوس کے مذبح پر انسانیت کا گلا گھونٹنے اور مزید عذاب و تکلیف کے لئے تیار کرنے کے لئے ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔

شمس کا اپنے وہم پر اصرار

دوسری مرتبہ مجھے شمس کے آفس منتقل کیا گیا۔ مجھے ہوش آچکا تھا اس لئے عذاب کے آفس واپسی ضروری تھی۔ ہاں! مجھے اسٹریچر پر شمس بدران کے آفس لے جایا گیا۔

شمس جو اپنے دوستوں کے ٹولہ میں تھا مجھے ایک کرسی پر بٹھاتے ہوئے بولا۔ اے... لڑکی

تجھے معمولی سزا کے برداشت کی بھی تاب نہیں، اپنے اوپر رحم کرو۔ ورنہ عبدالناصر کی قسم میں تجھے فتوحی کے ساتھ دفن کردوں گا۔ اس کے ایک دم چھلّے نے اضافہ کیا۔

زینب سنو! پاشا کو جواب دو اور اپنے مفاد کا خیال رکھو تاکہ ہم تمہارے ساتھ کسی نتیجہ تک پہونچ سکیں۔

شمس بدران نے تیز لہجہ میں ابتدا کی ـــ یاد کرو۔ تمہارے پاس فواد سراج الدین کی جانب سے ایک شخص آیا اور درخواست کی کہ تم اخوان سے اتفاق کرو تاکہ وہ ناصر حکومت کے خاتمہ کے لئے وفد سے تعاون کریں اسی شخص نے تم سے کہا کہ یہاں مشیر عامر کے دفتر میں ایسے لوگ ہیں جو تمہارے اور وفد کے ساتھ تعاون کریں گے۔

میں نے اس شیطانوں کے جھوٹ گڑھنے اور خلط ملط کرنے کی صلاحیت پر حیرت کرتے ہوئے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ـــ یہ محض دروغ ہے۔ فواد سراج الدین نے میرے پاس کسی کو نہ اس مسئلہ میں اور نہ اس مسئلہ میں اور نہ کسی اور سلسلہ میں بھیجا اور میں تو تقریبا ۱۲ سال سے فواد پاشا سے ملی بھی نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ میرے شوہر محمد سالم صالح کی ایک پبلک نمائش میں اچانک معالی فواد پاشا سے ملاقات ہوگئی تو انھوں نے میرے شوہر سے میری صحت و عافیت دریافت کی اور مجھ تک سلام پہونچانے کو کہا۔

ملعون ہنٹر حرکت میں آگئے اور بھوکے اژدھوں کی زبانوں کی طرح جسم کے ہر حصہ پر مہلک زہر ٹپکانے لگے۔ یا آگ کے شعلوں کی مانند ہر عضو کو جلانے اور بھوننے لگے حالانکہ میرے دونوں پیروں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور زخم مندمل نہ ہوئے تھے۔ ایجنٹ میرے پیروں اور جسم پر ہنٹر مار مار کر پوچھتے: فواد سراج الدین نے تجھ کو کوئی پیغام پہونچایا یا نہیں؟ میں نے جواب دیا نہیں! شمس بدران نے مزید اذیتیں دینے کا حکم دیا چنانچہ مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور مارنے کا سلسلہ روک کر اسٹریچر پر ہسپتال پہونچایا گیا۔ لیکن پھر شمس کے آفس نمبری بارے جایا گیا وہ اقتدار کے نشہ میں مست ہوکر بولا ـــ سن لو۔ ہماری راہ میں کوئی رکاوٹ

نہیں، ہم تم میں سے بیس کتوں کو روزانہ دفن کرتے ہیں اور جنگی قید خانہ کا میدان ہزاروں کو نگلنے کے لئے کافی ہے۔ عبدالناصر کی قسم اگر تو ہماری مرضی کے مطابق عمل نہ کرسکی تو تجھے بھی دوسرے کتوں کی طرح دفن کردوں گا۔

میں نے اس کی طرف دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی اس کی حماقتوں کا مجھ پر کوئی اثر ہوا تو وہ غصہ سے بے قابو ہوکر بولا، جواب دو ورنہ تجھے لٹکا دوں گا اور تجھے ہنٹروں ہی سے ختم کرڈالوں گا۔

میں نے کہا۔ اللہ ہی کارساز ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے اور بہتر وکیل ہے، اے خدا تو ہمیں صبر عطا کر اور اسلام کی حالت میں موت دے۔

شمس نے کہا۔ صفوت کتے لاؤ؟۔

صفوت دو تربیت یافتہ کتے لایا اور مجھ پر چھوڑ دیا جو مجھ پر اس طرح حملہ آور ہوئے جیسے بھوکا درندہ شکار پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

درندوں کی تکلیف سے میں پناہ مانگ رہی تھی۔ اے اللہ تیری رضا کے ذریعہ میں تیرے غضب سے پناہ چاہتی ہوں۔ اے اللہ تو مصیبت و شر کو مجھ سے دفع فرما۔

حمزہ نے کہا۔ پاشا اس کا چہرہ پیلا پڑ چکا ہے اور موت قریب ہے۔

شمس نے آکر کہا۔ صفوت! کتوں کو باہر کردو اور اسے ہسپتال لے جاکر مرنے کے لئے ڈال دو۔ اور میں اسٹریچر پر ہسپتال پہونچا دی گئی۔ آدھی رات کی تاریکی میں چوتھی بار شمس بدران کے آفس لے جائی گئی یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ملک کے باشندوں کا ایک گروہ انتقام کی پیاس بجھانے اور دینی اسلامی کے داعیوں کو ختم کرکے اسے منہدم کرنے کا منصوبہ کی تکمیل کے لئے اور (ان کے زعم کے مطابق) توحید و رسالت کا جھنڈا الپیٹ دینے اور کفر والحاد کے دھارے کو تیز کرنے کے لئے سرگرم عمل تھا۔

جیسے ہی مجھے اسٹریچر سے منتقل کرکے شمس کے آفس میں ایک کرسی پر بٹھایا گیا میں بیہوش ہوگئی، چنانچہ شربت لیموں مجھے پلایا گیا اور انجکشن دیا گیا تب ہوش آیا۔

شمس بدران گویا ہوا۔ اے لڑکی ذرا خیال رکھ، تو ہمارے لئے مصیبت ہے، ہم وحشی نہیں ہیں جیساکہ تو کہتی ہے صدر ناصر کا دل بہت کشادہ ہے اگر تم نے سچ سچ سب بتادیا تو وہ تمہیں معاف کردیں گے پس اپنے مفاد کا خیال رکھو، سچی بات کہو۔

میں نے کہا۔ سچ ۔ عبدالناصر سے کہو کہ تم غاصب اور اللہ کی حکومت کے باغی ہو اس سے توبہ کرو، اپنے باطل سے حق کی طرف ظلم سے عدل کی جانب تاریکی سے روشنی کی سمت آؤ ۔

جو لوگ باطل کی راہ میں تمہاری تائید کرتے اور جن کو تم ظلم وجرم اور باطل کے چنگل کے طور پر استعمال کرتے ہو ان کے دل بیمار ہیں اور تم سب مریض ہو۔

ان لوگوں نے گھبرا کر پوچھا : کیا یہی پیغام عبدالناصر تک پہونچائیں ؛

میں نے اصرار وغصہ میں کہا۔ ہاں میں نے اس تک پہونچانے ہی کے لئے کہا ہے۔

مجھے جواب ملا کہ تو نے "زبان درازی کی" پھر ان میں سے متعدد نے ایک ساتھ کہا پاگل، پاگل ۔ اسے بجلی کے شاک لگائے جانے کی ضرورت ہے۔

ابھی لوگوں کے دلوں کا خوف وگھبراہٹ ان کے آقا پر زبان درازی کی وجہ سے دور نہ ہوئی تھی کہ شمس بدران کی آواز بلند ہوئی گذشتہ رات سے جن کتوں کو بھوکا رکھا گیا ہے وہ کہاں ہیں حمزہ!

اداکاری کرتے ہوئے حسن نے کہا، زینب اپنی جان بچا کیونکہ موت کے قریب ہے، تمام اخوان نے اپنے مفاد کا خیال رکھا اور اپنی جان بچالی مجھے امید ہے کہ پاشا علی عشماوی کو حاضر کرنے کی اجازت دیں گے تاکہ وہ زینب کو نواد سراج الدین کے فرستادہ شخص کے بارے میں یاد دلائے۔

شمس بدران نے کہا! اے لڑکی یاد کرو ورنہ ہم علی عشماوی سے تیرا سامنا کرائیں گے۔

میں نے جواب دیا! علی عشماوی نے اپنے آپ کو چند کھوٹے سکوں کے عوض باطل وجرم کے طاغوتوں کے ہاتھ بیچ ڈالا اور دنیا وآخرت کا نقصان مول لیا، نیز سراج الدین کا قصہ ایک تیار کر

پلاٹ ہے جس کا مقصد بلند صاحب دل، صاحب ضمیر افراد کو ذلیل و رسوا کرنا ہے۔

تفتیش کے کمرہ میں سعید عبدالکریم نامی آفیسر داخل ہوا اور شریک گفتگو ہو کر بولا! زینب! سراج الدین کے مسئلہ پر میں تمہیں کچھ یاد دلاتا ہوں شاید اس سے مدد مل سکے، تم حسینی عبدالغفار کو جانتی ہو جو اخوان المسلمین تھا پھر ان سے سیدنا محمد کے ساتھ علیٰحدہ ہو گیا، تم نے اس کے ساتھ متعدد مرتبہ تبادلۂ خیال کیا تاکہ وہ اخوان کی صف میں دوبارہ شامل ہو جائے کیونکہ تمہاری خواہش تھی کہ وہ جماعت کی اندرونی صفوں میں اپنی جدوجہد جاری رکھے؟

میں نے جواب دیا! حسبنا اللہ ونعم الوکیل، حسینی عبدالغفار اللہ کی راہ میں میرے بھائی ہیں وہ اخوان المسلمین میں جیسا کہ سیدنا محمد نوجوانوں میں تھے۔ میں نے ان کے ساتھ علما اخوان کے ساتھ دوبارہ شامل ہونے کے لئے گفتگو کی مگر انھوں نے معذرت کی۔ ان کا سراج الدین یا وفد سے کوئی تعلق نہ تھا وہ چونکہ ان دنوں احرار نوجوانوں کے صدر تھے اس لئے وفد سے دور تھے اور نہ اس سے متفق تھے۔

حسن خلیل نے کہا۔ تم صحیح ہے لیکن جب کسی مسئلہ پر احرار سعدیوں، وفدیوں اور اخوان کے درمیان اتفاق ہو جائے تو پھر فطری طور پر وہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے!

"میں نے جواب دیا۔ یہ درست نہیں کیونکہ اخوان اور ان لوگوں کے درمیان خلیج حائل ہے۔ جنھوں نے اسلامی نظریہ کا خدائی رنگ ہیں اور ربانی آئیڈیالوجی کا مطالعہ نہیں کیا۔ شمس کے اشارہ پر کوڑے پڑنے لگے۔" تب عبدالکریم نے کہا۔ پاشا تھوڑی دیر موقع دیجئے "تاکہ وہ بات مکمل کر سکے۔ زینب اپنی بات مکمل کرو۔

میں نے کہا۔ الاخوان المسلمون اسلامی عقائد کے سرچشمہ پر غور و خوض کرتے اور اس کے اصول و مصادر پر گہری نظر ڈالتے ہیں جسے انھوں نے خدا کی جانب سے رسول اللہ کے ذریعہ حاصل کیا ہے کیونکہ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور اخوان کے نزدیک اسی سرزمین کی قدر و قیمت ہے جو اسلام کے لئے ہو جس کی راہ میں شہادت دیتے اور جس کے

صلاح کے لئے وہ دفاع کرتے ہوں، وہ جس طرح انسان کو خدا کے لئے آزاد کرانا چاہتے ہیں ویسے ہی زمین کو اللہ کے لئے آزاد دیکھنا پسند کرتے ہیں، وہ زمین کو خدا کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں جس طرح انسان کو اللہ کے قریب کرنے کے لئے لرزاں و سوزاں ہیں ؟ زمین و انسان دونوں کو اللہ کا تابع ہونا چاہیے" تاکہ امت اور سماج اسلامی رنگ پر باقی رہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے وقت زمین کو آزاد کرا کر لوگوں کو توحید کی دعوت نہ دی اور نہ اس طرح دعوت دی کہ سماجی اصلاح کے لئے آواز بلند کی ہو اور پھر جمہور کو وحدانیت کا پیام دیا ہو اور نہ دولت کی مساویانہ تقسیم کی دعوت دی اور پھر توحید کی طرف بلایا، نہ ہی جزوی اصلاح کی دعوت دی، ــ بلکہ محمد صلعم نے توحید کی دعوت دی چنانچہ جو لوگ اسلام لائے انھیں یہ یقین تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ ہی حاکم و مقتدر اعلیٰ ہے۔ اور وہی رازق ہے اور وہی نفع و نقصان پہونچاتا ہے، اسی کے ہاتھ میں زندگی و موت ہے، اور وہی قانون ساز و مدبر بھی ہے۔ پھر مدینہ کی طرف پہلے ہجرت کرنے والے سابقون اولون مومنین تھے پھر اسی گروہ قیام امت کی آواز پر لبیک کہا اور نبی کریم پر قرآنی قوانین و حدود حلال و حرام پر مشتمل احکام کے ساتھ نازل ہونا شروع ہوا، اور عملاً امت قائم ہو گئی جس نے زمین کو عدل، سچائی و روشنی سے معمور کر دیا۔

شمس نے کہا ــ یہ تم سراج الدین کا واقعہ بیان کر رہی ہو میں نے کہا، وہ تو تم لوگوں کی بنائی کہانی ہے۔ جن لوگوں نے یہ بات کہی دراصل انھوں نے اجرت پر جھوٹ گڑھا، میں سراج کے بارے میں صرف یہی بتا سکتی ہوں کہ وہ ایک قومی لیڈر تھے جو ملک کی خدمت کے خواہاں تھے، میرا خیال ہے کہ اب وہ تمام سرگرمیوں سے علیحدہ ہیں۔

شمس نے کہا ـ صفوت! کتے لاؤ۔

کتے اور انسانی درندے جھپٹ کر مجھے نوچنے اور مارنے لگے جب کہ خون ہر جگہ سے رواں تھا، پاس ہی کھڑے ڈاکٹر مجھے روکنے کے لئے لپکا لیکن افسوس۔ ہائے افسوس، فجر کی

ازان شب کے سکون کو ختم کرنے لگی تو میں نے نرم پڑنے والے اور نہ رکنے والے کوڑوں کے باوجود سلامتی و ٹھنڈک محسوس کی اور مجھے اللہ کا حکم" یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم" یاد آگیا۔

اے بلند و برتر ذات والے پالنہار میں نبی اکرم کے جد امجد، موحد اول حضرت ابراہیم کی پوتی ہوں، اگر تو مجھے توفیق دے تو میں شیاطین کی زیادتی کے جواب میں کہوں، میرا رب اللہ ہے میں اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں گی، بلکہ دیکھئے کہ اے کافرو میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم پوجا کرتے ہو؛

مجھے ہوش آیا تو خود کو ہسپتال میں پایا نہیں معلوم کتنی بار اور کتنی دفعہ۔

ہوس کی حکمرانی اور پست افراد کا تسلط

جب زمام حکومت بالشتیوں کے ہاتھ میں ہو اور مسائل کا حل غافل جاہلوں کے اختیار میں ہو تو حکومت ڈکٹیٹر شپ میں تبدیل ہو جاتی اور رائے معصیت بن جاتی اور سلطنت غبن کی شکل لے لیتی ہے کیونکہ وہ احکامات خواہشات کے تحت صادر کرتی اور بھوک مٹاتی کھوٹ پیدا کرتی ہے۔

اقتدار سے مسلح ہونے عوام پر اس طرح حکومت کر رہے تھے، کہ شرافت و عزت کی دھجیاں اڑائی جا رہی تھیں غیرت و حمیت کا خاتمہ کیا جا رہا تھا۔ ان دنوں قانون گہری نیند میں تھا اور انسانیت طویل رخصت پر تھی اور رحمت ہمارے ملک سے کوچ کر چکی تھی۔

جب مجھے شمس کے دفتر لے جایا گیا تو مجھ سے شمس اور اس کے مددگاروں نے پوچھا۔

عبدالغفار نے فواد سراج الدین کی طرف سے جو پیغام پہونچایا وہ کیا ہے، مشیر عامر کے آفس کے وہ کون لوگ ہیں جو فواد سراج الدین کے ساتھ تعاون کرتے ؟ اور اخوان سے انقلاب لانے کے لئے کیا مطالبہ کیا گیا ؟

میں نے جواب دیا۔ حسینی عبدالغفار اسلامی بھائی ہے اور جو کچھ جھوٹ و بہتان میں نے سن

رہی ہوں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔

سعد وحسن خلیل نے دریافت کیا۔ زینب سنو! کیا حسینی نے تمہارے گھر میں عبدالفتاح اسماعیل سے ملاقات نہیں کی؟ کیا تم نے حسینی سے اخوان المسلمین کی صفوں میں شامل ہونے کے لئے بات چیت نہیں کی؟

میں نے کہا۔ میں نے حسینی سے دعوت کی صفوں میں واپس آنے کے لئے گفتگو کی اور یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ حسینی اخوان کی دعوت پر یقین رکھنے والا فرد ہے گرچہ وہ اس میں شامل نہیں ہے کیونکہ اس کی تمنا ہے کہ اخوان مقاصد میں کامیاب ہو، اور عوام کو کتاب اللہ اور سنت رسول کے مقاصد تک رہنمائی حاصل ہو۔ حسینی کی عبدالفتاح اسماعیل سے میرے گھر میں ملاقات ہوئی اور ان دونوں نے اسلام اور مسلمانوں کے انحطاط و پسماندگی کے متعلق گفتگو کی پھر حسینی واپس چلے گئے؛ پھر اچانک ایک دن میرے ہی گھر میں دونوں کی ملاقات ہوگئی تو عبدالفتاح نے مجھ سے کہا۔ حسینی نیک فرد اور مخلص عالم ہے اس کے صوفیاء کے ساتھ گہرے روابط ہیں۔

ان میں سے ایک بولا۔ حسینی سب کچھ بتا چکا ہے مگر تو تمام اخوان کی جانب سے فدیہ بننا چاہتی ہے یہاں تک کہ حسینی اور فواد سراج الدین پر بھی فدا، ہونا چاہتی ہے، اور انھیں ذمہ داری سے بچانا چاہتی ہے، ہم تجھے آخری موقع دے رہے ہیں تاکہ تو اپنے بارے میں اور بالخصوص وفد کے افراد مشیر عامر کے دفتر کے بعض اشخاص ہم تمہارے سامنے حسینی اور فواد سراج الدین کو تمہاری کیا رائے؟ ہم تمہارے سامنے حسینی اور فواد سراج الدین کو تمہاری دونوں آنکھیں نکالنے اور اندھا کر دینے کے بعد لائیں گے۔

میں نے کہا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم دلوں سے دیکھتے ہیں، بیشک نگاہیں اندھی نہیں ہوئیں بلکہ ان دلوں کی بصارت زائل ہو جاتی ہے جو سینوں میں ہیں۔"

شمس بدران اس طرح چیخ پڑا جیسے کسی سانپ نے اسے ڈس لیا۔ صفوت۔ کتے لاؤ! اس کے ایک مصاحب نے اس کو ٹھنڈا کرتے ہوئے مداخلت کی۔ نہیں! پاشا! وہ نہیں

جانتی کہ اس کا مفاد کہاں ہے اور نہ موت کا اندازہ کر رہی ہے۔

میں نے جواب دیا۔ موت اللہ کے ہاتھ میں ہے نہ کہ تمہارے ہاتھوں میں، اللہ ہی کارِ ساز اور قدرت والا ہے۔

شمس بدران کے چاروں طرف بیٹھے افسروں میں سے ایک نے کہا۔ پاشا حسینی کو حاضر کرنے کا حکم دیجئے پھر سبھوں نے صفوت کو پکار کر حسینی کے لانے کا حکم دیا۔ شمس نے متکبرانہ جاہلی لہجہ میں کہا۔ اس لڑکی کو اب ہسپتال لے جاؤ۔

رات کے چمگادڑوں کی طرح ان لوگوں کو تاریکی سے عشق ہے وہ اسی میں متحرک ہوتے ہیں شب ہی میں مجھے لے جاکر شمس کے آفس میں ایک جگہ بٹھایا گیا چند لمحوں بعد حسینی داخل ہوئے ان کا ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا اس پر پٹی بندھی ہوئی اور وہ ان کے سینہ سے لٹکا ہوا تھا، ان کے دونوں پیروں پر دبیز لیپ لگا ہوا تھا، نیز جسم کے ہر حصہ پر وحشیانہ وجاہلانہ عذاب کے آثار نمایاں تھے۔

حسینی نے داخل ہوتے ہی سلام کیا تو میں نے جواباً سلام کیا۔ شمس نے ان کی طرف پُر مذاق انداز سے دیکھ کر غصہ میں پوچھا۔

اے حسینی! تمہارا زینب کے ساتھ کیا قصہ ہے؟

حسینی نے جواب دیا۔ کاغذ میں سب درج ہے۔ تو شمس نے چند کاغذات نکال کر حسینی کو دیئے اور ان کے پڑھنے کا حکم دیا۔

میں حسینی کے سامنے پڑے کاغذات سے کوئی دلچسپی نہ لے رہی تھی بلکہ سوچ رہی تھی کہ اس شیطان کو کس طرح جواب دوں کہ حسینی کے جرم ہلکا ہو جائے یا انہیں تکلیف نہ دی جائے مجھے یقین ہو گیا کہ حسینی کو اس قدر تکلیفیں دی گئیں کہ وہ ان کی مرضی کے مطابق تحریر لکھنے پر مجبور ہو گئے، حسینی ان اوراق کو پڑھنے لگے جو ان کو شمس بدران نے دیئے تھے۔ بہت سی ایسی باتیں تھیں جن کے بارے میں میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ حسینی ایسی باتیں سوچ یا کہہ سکتے جو کچھ انھوں نے پڑھا اس کا واقعہ وحقیقت سے کوئی واسطہ نہ تھا بلکہ وہ بیمار تصور تھا، شمس نے

مجھ سے دریافت کیا۔ تمہاری کیا رائے ہے ؟ میں نے کہا کہ اخوان پر ظلم و زیادتی، دباؤ اور جبر کا نتیجہ ہے کہ وہ تمہاری خواہش کے مطابق باتیں کہہ گئے۔

شمس نے کہا۔ جو کچھ تم نے سنا کیا وہ سچ نہیں ؟

میں نے جواب دیا۔ حسینی جھوٹ نہیں بولتا لیکن مجھے یقین ہے کہ اسے اس قدر اذیتیں پہونچائی گئیں کہ ...... شمس غصہ میں چیخ پڑا تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ وہ بات جو حسینی نے سنائی کیا تم نے اس سے نہیں کہی تھیں ؟

حسن خلیل سے بولا۔ ہم تم سے یہ سننا چاہتے ہیں کہ جو کچھ تم نے حسینی سے سنا وہ ہوا یا نہیں؟

دوسرے نے کہا۔ کیا حسینی کی خاطر تم اپنے آپ کو تباہ کر لو گی جیسا تم نے دوسرے اخوان کے لئے کہا؟

میں نے جواب دیا! میں اپنے آپ کو ختم نہیں کر رہی بلکہ اسے جلا رہی ہوں۔

شمس نے کہا۔ حسینی تم نے زینب کو فواد سراج الدین کا پیغام پہونچایا ؟

تب میں نے حسینی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ حسینی آپ نے مجھے فواد پاشا سراج الدین کا خط پہونچایا تا ؟

حسینی نے جواب دیا۔ فواد سراج الدین صغیر نہ کہ معالی پاشا۔

میں نے کہا۔ میں صرف فواد پاشا سراج الدین کو جانتی ہوں، فواد صغیر کون ہے حسینی ؟

حسینی نے کہا! فواد پاشا کا چچا زاد بھائی، تب میں نے حسینی سے کہا۔ وہ کیا مسئلہ تھا حسینی؟

انھوں نے کہا۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ مسئلہ ایک نکتہ پر مشتمل تھا جسے مجھ سے علی سلیمان نے روایت کیا تھا میں نے وہ نکتہ زینب سے ذکر کر دیا تھا۔

شمس نے حسینی سے کہا! حسینی نکل جاؤ، تو میں نے شمس سے کہا: حسبنا اللہ ونعم الوکیل تم نے نکتہ کو سازش بنا دیا اور فواد پاشا تک تم ظالموں سے نہ بچ سکے۔

شمس۔ صفوت کو پکارا اور از سر نو کوڑے برسنے لگے پھر شمس نے کہا: حمزہ اسے ہسپتال لے جاؤ۔

ہسپتال میں ظلم و عذاب

دوسرے دن ہسپتال کے کمرہ میں حمزہ ایک فوجی آفسر کے ساتھ آیا حمزہ بسیونی نے عبدالمعبود سے کہا، جاؤ ایک کرسی اور چھوٹی سی میز لاؤ۔ چند لمحوں بعد یہ دونوں چیزیں آگئیں۔

حمزہ بسیونی نے میز پر سفید کاغذ رکھ کر عبدالمعبود سے کہا اس میز کے پاس بیٹھ جاؤ اور جو کچھ یہ لڑکی املاء کرائے اسے لکھتے جاؤ۔

صفوت بڑی ضخیم فائلیں لیے ہوئے آیا۔ حمزہ نے ہر فائل سے ایک ورق نکالا اور مجھ سے کہا۔ یہ تمام باتیں تم اپنے بیان میں تحریر کراؤ گی، یہ ہضیبی، سید قطب، عبدالفتاح، ہواش، عبدالمجید وغیرہ کی باتیں ہیں، میں نے اُن سے کہا۔ میں وہی لکھوں گی جو جانتی ہوں، مجھے دوسری باتوں سے کوئی واسطہ نہیں، میں اخوان کے ان اقوال کی نہ تصدیق کرتی ہوں اور نہ ہی انھیں اخوان کی جانب سے تصور کرتی ہوں۔ ان جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے۔

حمزہ نے کہا۔ جیسے چاہو جواب دو، ہم تمہیں شمس کے دفتر بھیج دیں گے جہاں تم انواع و اقسام کی تکلیفوں کا مزا چکھو گی۔

میں نے عبدالمعبود کو وہی املاء کرایا جس سے ہمارا رب راضی ہو وہی ہمارا حامی و مددگار ہے۔

دوسرے دن صبح مجھے شمس بدران کے آفس لے جا کر ایک نشست پر رکھ دیا گیا، شمس نے کچھ کاغذات لے کر انھیں پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا اور انسانوں کے بدتہذیبی و بداخلاقی کے آخری درجہ سے بھی نیچے اتر کر عجیب انداز میں بولا۔ اے ...... لڑکی، تو چاہتی ہے کہ تمام تحقیقات کا ملیامیٹ کر دے اور اخوان کے تمام اقوال کو غلط ثابت کر دے؟ اخوان نے جو باتیں کہی ہیں وہ بہت مستند و معتبر ہیں، اخوان کے جوابات کی تو تم بھی اپنے اقوال میں تائید کرتی رہی ہو، تم اخوان کے اقوال کی پابند ہو۔

میں نے کہا ـــ میں جسے حق سمجھتی ہوں اسے مضبوطی سے اختیار کیے ہوئے ہوں، میں اپنے تصورات کے مطابق ہی بولنے کی پابند ہوں۔ اور اخوان کے اقوال و جوابات کی تصدیق نہ کرنے کی پابندی کروں گی۔ وہ سب میرے سامنے آچکے ہیں، تمہارے کوڑے اور وحشیانہ عذاب نے ان سے وہ...... چھین لیا ہے۔

شمس بدران چلایا۔ حمزہ اسے لے جاؤ میں اس کی لاش چاہتا ہوں جس کی تدفین کے کاغذ پر میں دستخط کروں۔

ان لوگوں نے مجھے ایک کمرہ میں لے جاکر بند کر دیا، اور ایک گھنٹہ بعد مجھے نکال کر ہنٹروں کی مار کے ساتھ میرا چہرہ ایک ایرکنڈیشننگ مشین کے سامنے دیوار کی طرف کر دیا۔ میں چھ گھنٹے تک اسی طرح کھڑی رہی گویا میں آگ میں گرم کیلوں پر کھڑی تھی، ہڈیاں بھی تکلیف کی شدت سے چٹک رہی تھیں دوسرے درد کا کیا بیان۔

آدھی رات ـــ اور زیادہ تر رات ـــ میں مجھے دوبارہ شمس بدران کے آفس لے جایا گیا جس نے مجھ سے کہا۔ زینب ہمارے ساتھ چلو، صدر ناصر تمہیں بخش دیں گے، بیشتر اخوان نے اعتراف جرم کرلیا ہے، اگر تم نے بات مان لی تو کل صبح عبدالناصر سے ملاقات کروگی اور فوراً اپنے گھر واپس لوٹ جاؤگی، اس کے بعد مسلم خواتین کے مرکز پر پابندی کا فیصلہ منسوخ کر دیا جائیگا اور جماعت کی امانت اور نیومصر کی زمین پر تعمیرات کی پہلی قسط کے لئے پچاس ہزار جینہہ تمہیں دیئے جائیں گے۔ اور دس ہزار جینہہ رسالہ کی دوبارہ اشاعت کے لئے ہوں گے۔

آفس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے پوچھا۔ کیا مسلم خواتین کی تنظیم کی نیومصر میں زمین ہے؟

میں نے جواب دیا۔ ہاں چھ ہزار میٹر وہی شخص جس کے متعلق بعد میں معلوم ہوا کہ وہ صلاح نصر ہے ـــ بولا اتنی بڑی زمین پر تنظیم کیا کرتی؟

میں نے کہا ـــ تنظیم مسلم طالبات کی تربیت کے لئے ایک عمارت اور مسلم خواتین کے لئے ایک مہمان خانہ، ایک لکچرہال، مرکزی بلڈنگ ایک مسجد، تحفیظ قرآن سوسائٹی کی عمارت، اور پرائمری و

مڈل و ہائر سکنڈری اسکول اور واعظات کا ایک ادارہ تعمیر کرائے گی۔

اس نے پوچھا۔ تمہارے پاس پیسے کہاں سے آئیں گے؟

میں نے جواب دیا۔ چندے سے، اور کام مرحلہ وار ہوگا۔

وہ بولا۔ تب تو یہ سنہری موقع ہے جو تمہیں صدر ناصر دے رہے ہیں تم اپنے گھر بھی واپس چلی جاؤ گی، جماعت بھی قائم ہو جائے گی، اور صدر کے اعتماد کے بڑے نتائج برآمد ہوں گے۔

میں نے کہا۔ ہم اللہ اکبر پہ اعتماد رکھتے ہیں۔ اللہ ہمارے دلوں میں زمین، مال اور زمین کے ان تمام طاغوت سے جو اللہ اور ان کے بندوں کے حقوق پر دست درازی کرتے ہیں بلند و بالا ہے مجھے تم سے کچھ نہیں چاہئے، مجھے عبدالناصر سے ملاقات قبول نہیں اور نہ میں اس ہاتھ سے مصافحہ کرنا چاہتی ہوں جو اسماعیل فیوحی، رفعت بکر، عبدالقادر عودہ وغیرہ کے خون سے رنگین ہے، ان مبارک خون سے تر ہاتھوں کو میں ہرگز چھونے کے لئے تیار نہیں، بلاشبہ یہ خون سالہا سال تک مسلمانوں کی نئی نسلوں کی قیادت کرتا رہے گا جو اپنے شاندار ماضی کی طرف پلٹے اور اس دنیا میں ذمہ داری کا احساس کیا ___ لات، مکے، گھونسے مجھ پڑنے لگے تو میں زمین پر ڈھیر ہو گئی، شمس بدران نے کہا۔ حمزہ اسے کمرہ ۲۴ میں لے جاؤ۔

مجھے ۲۴ نمبر میں داخل کر دیا گیا جو قبر کی طرح تنگ و تاریک اور وحشتناک سیل تھا، جس میں، دو کتے بھی ڈالے گئے۔ میں نے تیمم کر کے نماز شروع کر دی، مجھے قبلہ کا پتہ نہ چل سکا، میں ایک ایک نماز ختم کرتی تو دوسری شروع کر دیتی اللہ سے تعلق قائم رکھنے کے لئے تاکہ وہ مجھ سے ظالموں کے شر کو دفع فرمائے۔ کتے رکوع و سجود میں میری پیٹھ نوچ رہے تھے اور میرے سر اور چہرہ کو زخمی کر رہے تھے ___ مگر میں نماز میں کھوئی دعوت و ابتہال، تضرع کے عالم میں محو تھی۔

ایک گھنٹہ بعد دروازہ کھلا اور دونوں کتے لے جائے گئے اور مجھے ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔

عشاء کے بعد دوبارہ مجھے شمس کے آفس لے جایا گیا۔

شمس نے کہا ___ زینب، تمہارے گھر میں ایسا اجتماع ہوا جس میں مصر کے تمام علاقوں

سے اخوان کے پچاس افراد سے زیادہ شریک ہوئے، یہ اجتماع تین سال پہلے ہوا تھا اس اجتماع میں کیا ہوا؟

میں نے کہا۔ ہم نے جماعت سے مغرب کی نماز پڑھی، اور عشاء کی نماز پڑھی، پھر تراویح۔

اس نے کہا۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ اس اجتماع کا مقصد کیا تھا؟

میں نے کہا۔ مجھے یاد نہیں۔

اس نے پوچھا۔ ان لوگوں نے تمہارے یہاں ناشتہ کیا۔

میں نے جواب دیا۔ ان کی ایک تعداد نے۔

اس نے پھر سوال کیا۔ اجتماع کیوں ہوا؟

میں نے جواب دیا۔ ہم اسلام کا مطالعہ کرتے تھے تاکہ الحاد کے ان دھاروں کا جسے جاہلی ذرائع ابلاغ و مشنریاں قوت بہم پہونچا رہی ہیں کا مقابلہ کر سکیں۔

وہ بولا۔ تمہارے ہی پاس کیوں؟

میں نے جواب دیا۔ اس لئے کہ میں اللہ کے فضل سے مسلمانوں میں سے ہوں۔

اس نے پوچھا۔ جاہلیت کیا ہے؟ اسلام کیا ہے اور الحاد کیا ہے؟

میں نے کہا اگر تم ملک کا دورہ کرو تو سڑکوں پر الحاد کے میگزین ورسائل اور اباحیت کو پھیلانے والے بلیٹن معمولی قیمت پر کمیونزم کے فروغ کے لئے تقسیم کیے جاتے ہیں۔

والحاد اس نے میری بات تقریباً چیخ کر کاٹ۔ کافی، کافی فضول بکواس، تمہارے پاس جمع ہونے والوں کے نام کیا ہیں۔

میں نے جواب دیا۔ مجھے ان سب کے نام یاد نہیں۔

اس نے پوچھا۔ اجتماع میں شریک ایک فرد نے اجتماع چھوڑ کر ہضیبی سے ملاقات کی پھر دوبارہ وہ ہضیبی کے گھر میں ٹیلی فون پر رابطہ قائم کرنے کے بعد واپس گیا، وہ کون آدمی ہے؟

میں نے کہا۔ مجھے یاد نہیں اور جو کچھ میرے حافظ میں اس سلسلہ میں محفوظ ہے وہ یہ

کہ اس شخص نے مجھ سے ہضیبی سے ملاقات کے لئے اجازت طلب کی تھی تو اس میں کیا ہوا؟

اس نے دریافت کیا۔ تم کیوں جمع ہوتے تھے؟ میں جواب آسان کئے دیتا ہوں، وہ شخص جو ہضیبی کے یہاں گیا تھا ان کا نام عبدالفتاح شریف ہے کیا ایسا نہیں ہے؟ پھر بولا۔ اگر تم نے جواب نہ دیا تو تمہیں لٹکا دوں گا۔ تم لوگوں نے نظام حکومت تبدیل کرنے اور ناصر کو قتل کرنے پر اتفاق کرلیا تھا۔

میں نے کہا۔ ہم نے جاہلیت الحاد، اباحیت پسندی، کمیونزم کے خلاف جنگ کرنے اور قرآنی تعلیمات کو پھیلانے اور مسلمانوں کو قرآن وسنت سے فیصلہ کرنے کے وجوب پر آمادہ کرنے کے لئے اتفاق کیا۔

منہ بنا کر اس نے پوچھا۔ ازہر کا کیا کام ہے؟ بتاؤ، ازہر کی کیا ذمہ داری ہے۔

صفوت اسے لٹکا کر کوڑے لگاؤ۔ اور میں ہنٹروں کے ضرب میں اسم اعظم یا اللہ یا اللہ دہراتی رہی یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئی۔



باب پنجم

باب پنجم

اور فرعون نے سن لیا

مجھے ہوش آیا۔ یا الٰہی۔ میں تو اب تک ان لوگوں کے سامنے زمین پر ٹھنڈے جسم کی طرح پڑی ہوں۔ مجھے طبی امداد دی گئی اور بڑی مشکل سے میں نے حاضرین پر نظر ڈالی کیا دیکھتی ہوں کہ ناصر عبدالحکیم عامر کے شانے پر ہاتھ رکھے سیاہ عینک ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔

ناصر اور عبدالحکیم کو دیکھ کر میں درد بھول گئی اور پورے جسم میں بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی اور مجھ میں عجیب وغریب چستی پیدا ہو گئی۔

مجھے سنترہ کا ایک گلاس عرق دیا گیا جسے میں نے پی لیا لوگوں نے زمین سے اٹھا کر مجھے کرسی پر بٹھا دیا ایک فنجان قہوہ دیا جس کو لینے میں کوئی تردد نہ ہوا۔

مجھے احساس ہونے لگا کہ کوئی اہم بات ہونے والی ہے ماحول اس خیال کو تقویت پہنچا رہا تھا۔ شمس بدران نے کہا۔ زینب! میں چاہتا ہوں کہ تو میرے ہر سوال کا صاف صاف دے ورنہ ۔۔ فرض کرو زینب اخوان المسلمین ہی ملک میں حکومت کر رہے ہیں اور ہم تمہارے سامنے مقدمے میں ماخوذ ہیں تو تم لوگ کیا کرو گے؟

میں نے پوری جرأت وقوت سے جواب دیا۔ ہم ان لوگوں کے مسکنوں میں نہیں رہتے جنھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور نہ ہم اپنے ہاتھوں کو ان سیہ کرتوتوں سے ملوث کرنا چاہتے

ہیں جس سے ظالموں کے ہاتھ ملوث ہیں۔ ہم اپنے ہاتھوں کو خون سے رنگنا نہیں چاہتے اور نہ زمین کے طاغوتوں کی کرسیوں پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔

وہ بولا ۔۔ خاموش! میں پوچھ رہا ہوں کہ اگر تم میری جگہ اس کرسی پر بیٹھ جاؤ تو میرے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟

میں نے کہا۔ ہم سچائی کے طلب گار اور راستے کے متلاشی ہیں ہمارا مقصد حکومت تک پہنچنا نہیں بلکہ لاالہ الااللہ کا علم اٹھانے والے اور اس پر اپنی جان نچھاور کرنے والے ہیں۔

"بیشک اللہ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔"

شمس بدران نے کہا۔ چپ اے لڑکی، میں دوبارہ سوال کر رہا ہوں اگر تمہیں حکومت مل جائے تو ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرو گی؟

میں نے کہا ۔۔ ہم حکومت کے طالب نہیں اور نہ ہمیں اعلیٰ ترین ذمہ داری چاہئے بلکہ خون بہتے وقت اس جادہ کے محافظ رہیں جو عظیم امانت کا بار گراں سنبھالنے والے انسان تک پہنچانے کی راہ ہے۔ اور جس کے ہاتھ پر امت نے بیعت کی اللہ کی عبادت کرنے اور اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے کرتے ہوئے تاکہ یہ ملک اسلامی بیداری و روشنی کا گھر ہو۔

شمس تشنج کی کیفیت میں چلایا ۔ خاموش ۔ خاموش ۔ خاموش

میں ایک جواب چاہتا ہوں فرض کرو کہ تم اس کرسی پر موجب پر ابھی میں بیٹھا ہوں اور میں تمہارے سامنے ملزم کی حیثیت سے کھڑا ہوں تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟

میں نے کہا۔ کبھی اسلامی حکومت کے قیام کے لئے نسلوں پر نسلیں گذر جاتی ہیں ہم کو عجلت میں قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ جسدن اسلام کی حکمرانی ہو گی مسلمان عورت کو اس کی فطری مملکت میں امت کے مردوں کی تربیت کے لئے مواقع ملیں گے۔

شمس صحرا کے طوفان میں بھٹکے انسان کی طرح چلایا ۔۔ اے۔ لڑکی تم فرض کر لو کہ میری جگہ بیٹھی ہو تو میرے ساتھ کیا کرو گی۔

میں نے کہا۔ اسلام عدل و نور اور رحمت ہے نہ ہٹلر و قتل نہ عذاب و جیل، نہ جلاوطنی اور زندوں کی تدفین نہ شہداء کے جسموں کی چیر پھاڑ۔ بچوں کی شہر بدری اور بیواؤں کی تعداد میں اضافہ نہ ہی فرعونیت و وحشیت بلکہ حق و عدل اور دلیل کا جواب دلیل سے دیا جائے گا۔

:: پھاڑے ہوئے انسان کے مانند شمس چلایا ۔ خاموش ۔خاموش صفوت اسے لٹکا کر کوڑے لگاؤ۔

صفوت نے مجھے لٹکا دیا سفید پٹیوں سے پر جسم کے ہر حصہ پر کوڑے پڑنے لگے ،خون بہہ رہا تھا اور کچھ مجھے یاد نہیں ۔ ڈاکٹر نے مجھے اتارنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اس کی حالت خطرناک ہے

:: پاشا وہ مرجائے گی ۔

شمس بولا۔ مکارہ ۔ حرافہ

ایک افسر نے کہا۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ زندہ رہے تا کہ عدالت کے سامنے کھڑی ہو سکے۔

شمس نے جواب دیا ۔ ہاں ! ہاں ہم چاہتے ہیں کہ وہ زندہ رہے اور عدالت میں جائے تا کہ قوم اس سے عبرت حاصل کرے۔

ڈاکٹر نے کہا۔ ہمیں بعض دواؤں کی ضرورت ہے جو موجود نہیں ہیں ۔

شمس نے کہا ۔ مشیر عامر کے میڈیکل اسٹور سے منگالو۔

مجھے اسپتال لے جایا گیا مجھے اس رات کے واقعات یاد نہیں البتہ اپنی بے ہوشی اور ہوش کے وقت درد کا احساس نیز ناصر عبدالحکیم کی موجودگی میں شمس بدران سے بات چیت یاد آئی اور میں نے جو کچھ اسے سنانا چاہا وہ کہہ دیا۔

اصل سازش ــــ نکتہ

مجھے طبی امداد فراہم کی گئی اس لئے کہ وہ مجھے زندہ رکھنا چاہتے تھے ۔میں افراد کے نزدیک ملزمہ تھی جو جھوٹے مقدمے تیار کر کے اس کے ہیرو بناتے اور اس کے جزئیات وضع کرتے ہیں

تب کورٹ میں حاضری دینے کے لئے مجھے دوائیں دینے میں کوئی تعجب کی بات نہیں میں نے تین دن بے ہوشی کے عالم میں گذارے ایک دن شام کو میں نے مراد وصفوت کی آواز بھائی احمد کی کوٹھری سے نکلتے سنی، وہ ان سے سیف الاسلام البنا، کا پتہ پوچھ رہے تھے انھوں نے دونوں کو پتہ دیدیا تقریباً تین گھنٹہ بعد دونوں احمد کمال کے پاس واپس آئے اور سیف الاسلام البنا، کے آفس کا پتہ دریافت کیا۔

سیف البنا، امام حسن البنا شہید کے بیٹے ہیں میں ان کے اور ان کی ماؤں بہنوں کے لئے دعائیں کرنے لگی۔ کیونکہ ان کی ماں دل کی مریضہ ہیں اور سیف گھر و خاندان کے تنہا دیکھ بھال کرنے والے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ سے ان کے مکر و فریب کی ناکامی کی دعائیں کرنے لگی۔

مجھے اسٹریچر پر شمس بدران کے دفتر لے جایا گیا۔ شمس نے مجھ سے ایک سوال پوچھا جس سے مجھے سیف الاسلام کے سجن حربی میں قید ہونے کا یقین ہوگیا۔ جس سے مجھے بڑی فکر لاحق ہوئی۔

شمس نے حمزہ سے کہا کہ میں تجھ سے کہہ چکا ہوں کہ یہ لڑکی میرے آفس میں زندہ نہ آئے۔ تم اسے لے آئے ابھی اس کی سانسیں چل رہی ہیں؟ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولا ـــــ ابتک تو بقید حیات ہے؟ کیوں؟ میں نے کہا۔ تیرے ارادہ سے نہیں؟ اور نہ میرا ارادہ زندہ رہنے یا مرنے کا ہے۔ بلکہ اللہ اپنے ارادہ سے جلاتا و مارتا ہے۔

تب وہ دھاڑا۔ زبان بند کر ـــ صرف میرے سوال کا جواب دے۔ فوج کے کون لوگ۔ سکندریہ کے راستہ میں ناصر کو قتل کرنا چاہتے تھے؟

حسن خلیل نے کہا مجھے بات سمجھانے کی اجازت دیجیے۔ شمس نے سر سے اشارہ کیا تو وہ بولا۔ ایک شخص نے تم سے بتایا کہ ایک گروپ ناصر کی گھات میں صحرا میں اس وقت تھا جب وہ موٹر سے اسکندریہ جارہے تھے۔ یہ واقعہ تم سے کس نے بیان کیا اور جیپ میں ناصر کو قتل کرنے کے لئے کون تھا؟ شمس بدران نے کہا کہ اب جلدی جواب دو۔

میں نے بتایا کہ ـ کتنی حقیر چیز کے لئے لوگوں کو تم اذیتیں پہونچاتے ہو تمہیں اللہ تباہ کرے پھر

تاریخ ہلاک کرے پھر تمام عوام کی جانب سے تم پر لعنت ہو ۔ اس پر مجھے جو سخت بدلہ ملا وہ رواں خون اور چٹختی ہڈیاں تھیں ۔

شمس کہہ رہا تھا ۔ ہم تجھے لٹکا دیں تو تو گر جائے گی ۔ لیکن تیرے واقعہ بیان کرنے کی صورت میں تجھے معاف کر دیں گے حقیقت ابتداء سے بتاؤ ۔ اے لڑکی وہ واقعہ جو سیف البناء نے تم سے کہا ۔ میں نے کہا وہ ..... سیف کا بنایا ہوا نکتہ ! بس شمس بڑی تیزی سے مجھے پیروں سے ٹھوکریں مارتا ہوا کہنے لگا ہاں ۔ وہی نکتہ ۔

میں بولی ۔ میں شہید البناء کے گھر میں تھی تو سیف نے بتایا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ ناصر جب موٹر سے اسکندریہ جاتے ہوئے صحراء سے گذرنے والے تھے تو چند فوجی ان کو قتل کر دینے کے لئے جیپ پر وہاں چھپے تھے لیکن آخری لمحہ میں ناصر کے سفر کا نظام بدل گیا ۔ اور انھوں نے ٹرین سے سفر کیا دلچسپ بات یہ ہے کہ جیپ بھاگ نکلی اور اسے نیز اس پر سوار لوگوں کو پکڑا نہ جا سکا ۔

میں نے سیف سے کہا کہ حقیقت میں یہ نکتہ ہے ، میں نہیں سمجھتی تھی کہ کوئی جیپ رہی ہوگی ۔ بلکہ سارا معاملہ خفیہ محکمہ کا تیار کردہ ہے روزانہ ہی ناصر کے قتل کی سازش ہوا کرتی ہے ۔ کبھی فوج اور کبھی عوام کی جانب سے اور ہزاروں لوگوں کے گرفتار کئے جانے کی خبر بھی ہم سنتے ہیں ۔ سیف نے کہا نہیں ۔ نہیں ۔ یہ صرف نکتہ ہی ہے ، اور اس کو لوگوں نے بس یونہی سمجھا ہے ۔

میں نے جواب دیا ۔ لوگ اس کو قتل کرنے کے بارے میں نہیں سوچتے ۔ ظالم حکمراں کا قتل مسائل کا خاتمہ نہیں کرتا ۔ ۔ مسئلہ ناصر کے قتل سے زیادہ بڑا ہے ۔ مسئلہ ملک کو ایک جاہل ، سرکش ، جابر کے اقتدار سے نجات دلانے کا ہے ۔

سیف نے کہا ۔ لوگوں کے لئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذاتی مصالح اور تربیت ذات میں مشغول رکھیں ۔ تب میں بولی ۔ بہر حال نکتوں کے علاوہ اس ملک کو کس نے تباہ نہیں کیا لوگ نکتہ ہی کی بنیاد پر سینوں میں سانس لے سکتے ہیں اور اس بناء پر مردانگی و ذمہ داری کا خون ہوا ۔

اور پھر سیف الاسلام سے گفتگو ختم ہوگئی ۔ شمس بدران نے کہا ۔ اس واقعہ کے متعلق تمہارے

اور عبد الفتاح نیز علی عشماوی کے درمیان تمہارے گھر میں گفتگو ہوئی تھی اور تم لوگوں نے اس سازشی منصوبہ نیز اس کی غلطیوں کا جائزہ لیا۔ کیوں؟ میں نے جواب دیا۔ ایسا نہیں ہوا۔ میں نے سیف الاسلام کے واسطہ سے عبد الفتاح کو یہ واقعہ بتایا۔ یہ نکتہ... مجھ پہ گالیوں اور گھونسوں کی بوچھار ہوگئی۔

شمس بدران نے کہا تم نے یہ واقعہ حسن حسیفبی سے کیوں بیان کیا؟ لوگوں کی باتیں اور قصے تم بتاتی ہو۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، لوگوں کو اس کی کیا ضرورت! بس ہنٹر اپنا کام کرنے لگے۔

شمس نے کہا۔ مناسب۔ ہم اب سیف کے موضوع کو چھوڑ کر دوسرا موضوع لیتے ہیں۔ عبد العزیز علی جیل سے سید قطب کے نکلنے تک اخوان کی تنظیم کے ذمہ دار تھے، مجھے بتاؤ یہ کیسے ہوا، میں نے کہا یہ صحیح نہیں۔ تو بولا کیسے؟۔ عبد العزیز علی عشماوی، عبد الفتاح، ضیاء، یحیٰی، شاذلی، مجدی کے ساتھ میٹنگیں کرتے تھے۔ اور وہ متعدد بار سید قطب کے جیل سے نکلنے کے بعد ان سے مل چکے ہیں۔

زینب۔ میں ان اجتماعات کے بارے میں نہیں جانتی۔ تو شمس بولا۔ تمہارے علاوہ کون جانتا ہے، تو اچھی طرح واقف ہے کہ وہاں نشستیں ہوا کرتی تھیں۔

زینب۔ یہ بہتان ہے۔

شمس دھمکی دیتے ہوئے۔ ہم ابھی بتاتے ہیں تو نہ اپنا مفاد دیکھتی ہے اور نہ عقل سے کام لیتی ہے، بیٹھے ہوئے لوگوں میں ایک نے دلال کے انداز میں کہا۔ ایک گرم ایک نرم، پاشا ایک منٹ رک گئے ہیں کوشش کرتا ہوں۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔ زینب! ہضیبی اور عبد العزیز دونوں اقرار کر چکے ہیں اب انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ ناصر کو قتل کرنے کے لئے عبد العزیز کا تیار کردہ جو زہر اسماعیل استعمال کرنے والا تھا۔ وہ کیسا ہے، زہر کا واقعہ کیا ہے اور اس پر کیسے اتفاق ہوا؟

زینب چلا کر۔ تم سب ناصر کے قتل کے نام پر پاگل ہو گئے ہو اگر تم اسے مارنا ہی چاہتے ہو تو ختم کر کے ہمیں راحت دو اور ہم عبد العزیز اور استاد حسیفبی کو ملاؤ۔

ان لوگوں نے کہا ۔ نہیں ۔ ہم پہلے تمہیں علی عشماوی سے ہی ملائیں گے ۔

زینب ۔ علی عشماوی بدترین جھوٹا انسان ہے ، میں اس کے منہ پر تھوک دوں گی کیونکہ وہ کرایہ کا آدمی ہے ۔

شمس بدران ۔ کیا علی عشماوی تمہارا ہی ایک فرد نہیں ؛

زینب ۔ تجھ سے شریف و بزرگ افراد عبدالعزیز حسن ہضیبی کو ملاؤ ۔

حسن خلیلی ۔ کوئی حرج نہیں ۔ ہم تم کو ان دونوں سے ملائیں گے ۔

شمس بدران ۔ سنو تم نے عبدالعزیز کو اخوان کی قیادت کا ذمہ دار بنانے کے لئے کب حسن ہضیبی سے ان کی موجودگی میں مشورہ کیا ۔ زینب ۔ یہ نہیں ہوا ۔

شمس ۔ صفوت ! علی عشماوی کو ملاؤ ۔

علی عشماوی وہی باریک ریشمی لباس پہنے ۔ بال سنوارے ہوئے آیا ۔ اس سے حسن سلوک کی سی علامتیں نمایاں تھیں ۔ شمس نے اس سے نرمی سے کہا ۔ علی اسوقت کیا بات ہوئی جب زینب کا پیر ٹوٹا ہوا تھا ۔ وہ گاڑی سے نہ اتری تھی ۔ تو تم ہضیبی کے یہاں ان کی بیٹی کے پاس گئے تھے ، تاکہ وہ اپنے اپنے باپ کی رائے معلوم کر سکے ؟

علی عشماوی ۔ ہاں ۔ میں نے ہضیبی کی صاحبزادی سے کہا کہ وہ اپنے والد عبدالعزیز پر اعتماد کے متعلق دریافت کریں ۔

چنانچہ قائمقامی کے لیئے عبدالعزیز کی اُمیدواری کے بارے میں وہ حضیضی کی موافقت و تائید لے کر آئیں ۔

شمس ۔ اب تمہارا کیا خیال ہے ... اے ... لڑکی ، زینب ۔ علی عشماوی سے مخاطب ہو کر ۔ تو جھوٹا ہے ۔ حقیقت میں تو نے مجھ سے کہا کہ ایک اخوانی عبدالعزیز کی پوتی کو پیغام دینا چاہتے ہیں اس لئے وہ حضیضی کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں ۔ اتفاق سے میں گھر سے باہر نکل رہی تھی تو عشماوی بھی میرے ساتھ بیٹھ گیا ، میں نے اس سے کہا کہ میں ہضیبی کے گھر تک زخمی پیر کی وجہ سے نہیں جا سکتی

بہتر یہ ہے کہ تم میرے ساتھ چلو۔ استاد ہضیبی نے جواب دیا کہ عبدالعزیز کے خاندان کے بارے میں کیا پوچھنا ہے وہ عمدہ مسلمان گھرانہ ہے۔ اللہ برکت دے گا۔

شمس ۔ کیا یہ سچ ہے علی؟

علی عشماوی ۔ بادشاہ یہ سب اصطلاحات ہیں، زینب اس سے خوب واقف ہے۔

زینب ۔ (علی عشماوی سے مخاطب ہوکر) تو بدترین جھوٹا ہے، تیری صورت ہی رسوا کریگی۔ اخوان دار پر لٹکے ہوئے ہیں ان کے جسم ہنٹروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جا رہے ہیں، کتے انھیں نوچ رہے ہیں۔ وہ قسم قسم کی اذیتوں سے دوچار ہیں مگر تو اس حیثیت میں ہے تو گرایہ کا ٹیپ ریکارڈ ہے تو جھوٹا ایجنٹ ہے اس لئے تیری بات سنی بھی جاتی ہے۔

شمس ۔ علی تم جاؤ ۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوکر دھمکی آمیز لہجہ میں بولا ۔ زینب ہم تم کو آخری موقع دے رہے ہیں۔

ہم سے عبدالعزیز کا تنظیم سے تعلقات کی تفصیل بتاؤ؟ تمہارے واسطہ سے ہضیبی و عبدالعزیز کے درمیان ہونے والی مراسلت کیا تھی؟

زینب ۔ میں عبدالعزیز علی اور ہضیبی کو سامنے لانے پر اصرار کرتی ہوں۔

شمس بدران ۔ صفوت اسے لے جاؤ تاکہ عبدالعزیز اور ہضیبی کو لایا جائے۔ میں شمس بدران کے ساتھ نکلی۔ صفوت نے مجھے دیوار کی طرف رُخ کر کے کھڑا کر دیا پھر دوبارہ شمس کے آفس لے گیا۔ لیکن عبدالعزیز و ہضیبی موجود نہ تھے۔

زینب ۔ ہضیبی اور عبدالعزیز کہاں ہیں۔

شمس بدران ۔ تیز لہجہ میں بولا۔ کیا یہ تیری خواہش کے مطابق کام کریں گے۔ ہم جیسے مناسب سمجھیں اور جس وقت سمجھیں گے بلائیں گے۔ تجھے پہلی والی سزا دینا مفید رہے گا۔

زینب ۔ جب تم اللہ سے نہیں ڈرتے تو مخلوق سے کیا شرماؤ گے؟ حسن خلیل ۔ اے لڑکی مجھ سے کام لے، پاشا تجھے دیوان عدالت کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔

زینب ۔ عدالت؟ کیسی عدالت؟ تم لوگ کون ہو؟

شمس ۔ ہم تجھے عدالت کے لیئے تیار کریں گے ۔

ہاں عدالت کے لئے تیاری! کوڑے، کتے، آگ پانی کا سل، ذبیحہ جانوروں کی طرح بانس کی بلیوں پر لٹکانا، گندے الفاظ اور فحش مغلظات سے دل کو مجروح کرنا۔ بھوکا و پیاسا رکھنا، طویل مدت تک استنجا خانہ نہ جانے دینا، تحقیقات کے نام پر صبح و شام دفاتر میں مختلف عذاب دینا۔ وحشیانہ سزاؤں کے آلات سے اعصاب کو اذیتیں دینا۔ کیا یہ سب مصری ایوانِ عدالت کے سامنے حاضر کرنے کی تیاریاں ہیں؟

محمد قطب

شمس کے دفتر میں حسن خلیل نے کہا۔ ہم عدالتی کاروائی سے پہلے محمد قطب کی تنظیم کا موضوع ختم کرنا چاہتے ہیں تاکہ ڈاکٹر مسعود کا مسئلہ دیکھ سکیں۔

شمس ۔ جیسے اسے کوئی بھولی بات یاد آگئی یا کوئی بھولی بات یاد آگئی یا کوئی گمشدہ چیز مل گئی ہو ۔ ہاں ہاں قطب کی تنظیم؟

زینب ۔ میں پہلے اس سلسلے میں جواب دے چکی ہوں کہ محمد قطب نے کسی تنظیم کی بنیاد نہیں رکھی وہ تو اسلامی ادیب ہیں، ان کے ہر کام کا مقصد سیدھے راستہ کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرنا ہے، وہ کونسا دائرہ ہے جس میں مسلمان کھڑے ہیں۔ لوگوں کو اس کے بعد اپنے خیال و فکر کے مطابق تصرف کا حق حاصل ہے۔

شمس بدران ۔ حمزہ! اسے لیجاؤ، محسوس ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ پانی، کتے، آگ اور کوڑے کی طرف جانا چاہتی ہے۔

حمزہ نے مجھے شمس کے کمرہ سے کچھ دور لیجا کر ایک کمرہ میں بند کر دیا اور واپس چلا گیا۔

حسن خلیل ۔ آدھے گھنٹے بعد واپس آکر ۔ زینب سنو! میں تمہیں نصیحت کرنے آیا

ہوں کیونکہ تم خود جس طرح اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہی ہو اس پر تشویش ہے ۔" تمام اخونیوں نے سلامتی کے لئے راستہ اختیار کر لیا ۔ ہم نے ایک لاکھ افراد گرفتار کے لئے مگر اب ہمارے پاس صرف بیس ہزار موجود ہیں ، ان میں سے ہر ایک نے اقرار جرم کر لیا اور جس نے اعتراف کر لیا اور معذرت بھی کی ہم نے اس کے عذر کو قبول کیا اور انہیں رہا کر دیا ۔ یہاں تک کہ مرشد حسن ہضیبی عبدالفتاح اسماعیل اور سید قطب سبھوں نے اقرار و معذرت کی ۔ مگر تم مرشد کو بچانے کی کوشش کر رہی ہو ، حالانکہ انھوں نے تم سے بہت سی باتیں منسوب کیں ۔ تم اپنی جان کو ایسے افراد کے لئے ہلاکت میں ڈال رہی ہو جو تمہارے مخالف ہیں ۔ تمہیں اپنا موقف تبدیل کر لینا چاہیئے کیونکہ ان لوگوں نے تمام واقعات کا ذمہ دار تم کو قرار دیا ہے ۔ ہضیبی ، سید قطب ، عبدالفتاح محمد قطب اور تمام اخوان نے تمہاری برائی کی ہے ۔ تمہارا موقف ہمارے لئے ستائش کا موجب ہے ۔ پاشا ، حمزہ اور صفوت کو گالیاں بکنے دو ۔

اخوان نے جب تمہیں گالیاں دیں تو ہم نے ان کو حقیر سمجھا اور تمہارا احترام زیادہ کیا ۔ پاشا از سر نو اذیتیں دینے پر اصرار کر رہا ہے ۔ تم سے سمجھوتہ کرنے کی ذمہ داری میں نے لے لی ہے تاکہ میں پاشا کے پاس ایسی رائے لے کر جاؤں جو تمہیں اس دلدل سے نکال دے ۔

وہ استفہامیہ لہجے میں بولا ۔ تم ہفتہ میں دو بار یا کم از کم ایک دفعہ پابندی سے دوپہر کا کھانا ہضیبی کے ساتھ کھاتی تھیں ؟ ۔ اس ہضیبی نے بھی اعتراف کیا ہے اور تم احکامات و ہدایات عبدالفتاح اسماعیل کو پہنچایا کرتی تھیں ۔ مجھے توقع ہے کہ تم ان ہدایات کا نمونہ فراہم کرو گی ۔ عبدالفتاح ہضیبی دونوں نے اس کا اقرار کر لیا ہے ۔ سید قطب جب جیل سے رہا ہوئے تو تم ان کے اور ہضیبی کے درمیان رابطہ کی کڑی تھیں ، ہم بے بنیاد باتیں نہیں کرتے زینب ! ۔ اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جسے دیکھ کر وہ باتیں کر رہا تھا ۔ مجھ پر نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے کہا مثلاً تنظیم کی رقم تمہارے گھر میں تھی جسے تم نے ہضیبی کے یہاں منتقل کر دیا ۔ پھر وہ اموال دوبارہ تمہارے گھر واپس آ گئے ، مگر اس کے بعد وہ دوسری بار ہضیبی کے گھر پہنچا اور آخر میں تمہارے

پاس آئے جس کا تذکرہ ھضیبی نے کیا ہے۔ تمہارے لئے انکار کی کیا گنجائش ہے۔؟

تمام رازہائے سربستہ سے پردہ اٹھ چکا ہے، زینب بس حروف پر تمہارے نقطے رکھنے کی دیر ہے۔ یقیناً تم یہ اور دوسری چیزیں لکھوگی ہی۔ پھر ہم تمہیں عدالت لے جائیں گے جہاں اس حد تک تحقیق ہوگی۔ دو دنوں بعد تمہاری رہائی ہو جائے گی۔ پھر تم سماجی امور کی وزیر بنادی جاؤگی، حکمت ابوزید کو اب پسند نہیں کیا جا رہا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے گھنٹی بجائی تو فوراً ایک فوجی آکھڑا ہوگیا جس کو نارنگی کا رس لانے کے لئے کہا۔ اور وہ میرے سامنے دوسرے موضوعات پر گفتگو کرنے لگا۔

فوجی دو گلاس لیمن لے کر آیا تو اس نے کہا "شربت لیجئے" پھر فوجی کو دو فنجان قہوہ لانے کا حکم دے کر باتیں کرنے لگا۔ میں خاموش رہی . . . . وہ اپنی گفتگو سے مطمئن ہو کر فوجی سے کہنے لگا۔ تم زینب کے ماتحت ہو، اور مجھ سے بولا کہ ایک گھنٹہ بعد ہم تمہیں پاشا کے یہاں بلائیں گے۔ جب تک تم اپنے بھلے برے پر اچھی طرح غور کرلو۔

میں لکھنے کے لئے بیٹھی اور میرا قلم چلنے لگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور شکر بجا لانے سے میری زبان قاصر ہے کہ اس نے مجھے (گرچہ میں مستحق نہ تھی) اپنے اس راستہ کے لئے منتخب کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا، قرآن و سنت کی راہ، حق کی راہ، جس کی طرف پوری انسانیت کو یہ کہہ کر دعوت دی۔" اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے وہ چیز آگئی ہے جو دلوں کے لئے شعار اور نصیحت ہے"۔ اور فرمایا" اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا"۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے اس قول کے مطابق نوازا۔" ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو ایمان کے لئے پکارتے سنا کہ "لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ! چنانچہ ہم ایمان

لے آئے"۔ اس اللہ کی حمد کرتی ہوں جس نے مجھے اپنے اس قول کے سایہ میں رکھا۔" بیشک اللہ نے مومنین کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے"۔ اس خدا کا شکر بجالاتی ہوں جس نے مجھے مومن مرد و عورتوں کے درمیان رکھا اور مجھے مومن خواتین و افراد کے ساتھ منتخب کیا تاکہ مجھے اللہ کے پیغام کو پھیلانے، اس کی طرف بلانے، اس کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے زندگی وقف کرنے کی اللہ کے اس قول کے مطابق شہادت دے سکوں"۔ اللہ نے مومنین سے ان کی جان و مال کے عوض جنت خرید لی ہے، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے ہیں اور شہید ہوتے ہیں" اور ... تم بہترین امت ہو تمہیں اس لئے پیدا کیا گیا تاکہ تم معروف کا حکم دو اور منکرات سے روکو"۔

میں مکرر تاکید کرتی ہوں کہ ہم لا الہ اللہ وحدہ لاشریک لہٗ اور محمد عبداللہ و رسولہٗ کی شہادت دے رہے ہیں۔ ہم شہادت کے دو پہلو سنبھال رہے ہیں کتاب اللہ، اس کے احکام و حدود کی حفاظت اور اللہ کے اس قول کی طرف دعوت کہ" ہم نے تم پر کتاب نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کر سکے"۔ ہم پاسبان و محافظ ہیں اور محمد رسول اللہ نے اپنے وائین کے لئے جو بات کہی اس کو سمجھتے بھی ہیں کہ" اللہ نے جو تمہیں دکھایا اس سے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو"۔ تو ہم رسول اور دین کے امین ہیں۔

اے اللہ تو گواہ رہ کہ ہم راستہ پر ثابت قدم رہے کوئی تغیر و تبدیلی نہ کی پس تو ہماری ہر اس ظالم کے خلاف مدد فرما جو تیرے ساتھ شرک کرے، تیری کتاب کو معطل کر دے، تیرے دین سے دشمنی کرے اور تیرے دین والوں اور تیری کتاب کے نگہبانوں اور تیرے رسولوں کی سنت کے حامیوں سے جنگ کرے۔

اے اللہ! میں اسی حال میں زندگی گزاروں گی اور اسی طرح تجھ سے ملوں گی۔ انشاءاللہ۔ اے خدا! تو مجھے اہلِ توحید میں سچے کلمہ گو اور تجھ سے ڈرنے اور تجھ سے حیاء کرنے والوں میں شامل کر لے۔

اے اللہ تو مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیرے لئے محبت کروں اور تیرے ہی لئے نفرت کروں، اور تیری راہ میں جہاد کروں ،۔

لوگو !۔ یہی میرا راستہ ہے۔ تو تم جو چاہو کرو۔

میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتی ہوں۔ تو اپنی کمزوریوں میں ہمیں شریک کرنے، اور شرک و فجور کی تاریکیوں میں گم ہو جانے، اور اسلام و اہل اسلام سے جنگ کرنے کے لئے تم سر توڑ کوششیں نہ کرو۔

ہم تم اور تمہارے کرتوتوں سے بری ہیں، اور تمہارے باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم تیار ہیں، یہاں تک کہ ہمیں موت آجائے۔

دستخط

(زینب الغزالی الجبیلی)

حمزہ ۔۔ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ۔ واہ زینب ! اگر اللہ نے چاہا تو ہمارا آقا تمہاری رہنمائی کرے گا، بس شرط یہ ہے کہ مفادات کا خیال کرو۔ تمہارا شوہر سالم بہترین آدمی ہے اور میرا با اخلاق دوست بھی۔ مجھے نہیں معلوم تم کس طرح اخوان کے چنگل میں پھنس گئی ۔ کیا تم لکھ چکیں ؟ ۔ اس نے اوراق لپیٹتے ہوئے کہا آؤ میرے ساتھ پاشا کے پاس چلو ۔ اور ہم شمس کے آفس کی طرف چل پڑے۔

شمس بدران ۔ زینب ! بیٹھو، ذرا قہوہ اور شربت منگاؤ۔ پھر وہ کاغذات پڑھنے لگا۔ چہرہ کا اتار چڑھاؤ احساسات کی ترجمانی کر رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ عنقریب پھٹ پڑے گا۔ شمس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں وہ دانت پیس کر بولا۔ یہ کیا ہے ؟ صفوت ! ایک ہزار کوڑے۔ لڑکی نے ہم سب کا مذاق اڑایا ہے۔ تم سب کہاں تھے ؟ ۔ ہنٹر حسب دستور پڑنے لگے۔ وہ کاغذات زمین پر پھینکتے ہوئے بولا۔ "لڑکی ہم سب کی عقلوں سے کھیل رہی ہے۔ یہ کچھ زیادہ ہی مقررہ و خطیبہ ہے۔"

میرے دونوں مجروح پیر پٹیوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ میرے جسم کا ہر حصہ اپنے حصہ سے زیادہ کوڑے اور دوسرے عذاب سہ چکا تھا، لیکن اس کے باوجود ایجنٹوں نے مجھے ذبیحہ کی طرح لٹکا دیا۔ اور غصہ میں مدہوش پاشا کے حکم کی تعمیل میں کوڑے فضا میں لہرا کر کمزور وناتواں بدن کو نشانہ بناتے رہے۔

پٹیوں سے بھی خون بہ نکلا تو ڈاکٹر نے مجھے آتارنے کا حکم دیا۔ مجھے شمس کے کمرہ کے باہر ڈال دیا گیا، جہاں میں ایک گھنٹہ تک پڑی رہی پھر اسٹریچر پر ہسپتال لے جائی گئی۔

مراد وحمزہ ۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ موت تجھ سے بہت قریب ہے، لیکن تجھے کورٹ میں جانا ضروری ہے تاکہ اپنے کانوں سے عمل کا نتیجہ پھانسی کے فیصلہ کی صورت میں سُن سکے ہم تجھے وزارت عدل وانصاف صبح بھیج دیں گے۔ خوب یاد رکھو اگر وزارت انصاف کے طے کردہ امور کا جواب نہ دیا تو پھر دوبارہ یہاں واپس آنا پڑے گا۔

پھر حمزہ نے صفوت سے کہا "اسے صبح نو بجے ایوان عدالت لے جاؤ ۔ اور سب واپس چلے گئے۔

تحقیقاتی کاروائی

میں تکلیف وتعذیب کے ہر مرحلہ سے دوچار ہوئی۔ شعلہ بارو دیوانہ وار ہنٹروں سے پیٹی گئی اور تربیت یافتہ کتوں سے نچوائی گئی، پھر پانی وآگ کے سل، اور ذبح کئے ہوئے جانوروں کی طرح لٹکا کر پھانسی دینے، بار بار کوڑے لگانے سے لے کر اعصاب وروح تک کو اذیتیں پہونچائی گئیں۔ اس کے بعد وزارتِ عدل وانصاف نے بیہودگی کو مکمل کرنے کی کوشش کی چنانچہ مظلوموں مجبوروں کو انصاف وقانون کے سایہ میں سزائیں دی گئیں۔

میں عدالت کے تفتیش وتحقیق کرنے والے افراد کے خیموں میں داخل ہوئی۔ جو سب ایک منصوبہ کے تحت کام کر رہے تھے۔ تحقیقات کے خیمہ میں تفتیش کرنے والے کی طرف سے مسلسل

دھمکیاں دیتے ہوئے ملزم سے مطالبہ کیا جاتا کہ وہ جھوٹ و بہتان پر مشتمل مرتب بیانات پر پر دستخط کر دے جو تحقیقات کی نگرانی کرنے والے اعلیٰ مشیروں اور ججوں کی آنکھوں اور کانوں کے سامنے تیار کئے گئے۔

سچ مچ اس اُمت کی تمام جاندار و بے جان چیزیں مسخ ہو جائیں گی، حتیٰ کہ قانون و قضا کے وہ افراد بھی جن کی شجاعت و دیانت اور غیر جانبداری و دو ٹوک فیصلہ کی قوت ہر دور میں ضرب المثل رہی ہے۔ ان میں سے چند کو میں نے سجن حربی میں اعلانیہ جھوٹ بولتے اور ہٹ دھرمی کے ساتھ غلط باتیں تحریر کرتے اور ملزم کو اُن کی مرتب کردہ تحریر پر دستخط نہ کرنے پر دھمکیاں دیتے دیکھا۔

دوبارہ جیل کے تحقیقاتی دفاتر واپس بھیجنے پر اٹارنی نے مجھے دیکھا سفید پٹیاں مجھے ڈھانپے ہوئے تھیں اور مجھ پر ضعف و بیہوشی کا غلبہ تھا، آواز ہونٹوں سے باہر نہیں نکل پا رہی تھی۔ اور اٹارنی فائلوں کے پہاڑ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا جس کے سامنے لکھے ہوئے کاغذات تھے۔ اٹارنی کا سکریٹری ایک چھوٹی سی میز کے پاس بیٹھا ہوا تھا جس کے نزدیک سفید کاغذات کے ڈھیر تھے اور وہ ہاتھ میں قلم لئے تعمیل حکم کے لئے تیار تھا۔ اٹارنی نے اسے میرا نام، عمر، وطن اور گھر کا پتہ لکھا۔

اٹارنی سپاٹ و بے تاثر چہرہ کے ساتھ میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔" زینب ! ان فائلوں میں تمام اخوان کے اقوال ہیں جس میں تمہارا موقف بالکل واضح ہے۔ میں تمہارے اقوال دفاتر ہی میں چھوڑوں گا۔ میں تم سے حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔ یہ حقائق (فائلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ہضیبی، سید قطب، عبدالفتاح اسماعیل کے اقوال پر مشتمل ہیں۔ زینب میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی ضد سے باز آجاؤ اور غیر مفید کاموں میں ہمارا وقت ضایع نہ کرو ورنہ معاملہ بہت آسان ہوگا تمہیں دفاتر واپس کر دیا جائے گا۔ پھر وہ مجھ سے سوالات کرنے لگا اور میں جوابات دینے لگی۔ لیکن میں نے ایک عجیب بات نوٹ کی وہ یہ کہ جب میں ایک سوال کا

جواب چند جملوں میں دیتی تو وہ پورا ایک صفحہ بھر ڈالتا۔ میں یہ دیکھ کر بھڑک اٹھی اور میں نے اٹارنی سے کہا "استاذ قناوی میں نے تو بس چند جملوں میں ایک سوال کا جواب دیا۔

اٹارنی ۔ میں تمہاری مدد کروں گا، کیونکہ تمہارا ہر لفظ رئیس جمہوریہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ تمہاری باتیں خاص طور پر انہیں روزانہ مطلوب ہیں۔

زینب ۔ مجھے کمی وزیادتی سے سروکار نہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ میرے نام سے صرف میرا ہی بیان لکھا جائے۔

اٹارنی ۔ بعد میں تمام چیزیں تمہیں پڑھ کر سنادوں گا۔

زینب ۔ پُرسکون انداز میں ۔ جب تک آپ اپنی طرف سے لکھتے رہیں گے مجھے بولنے کی ضرورت نہیں آپ کا کلرک آپ کی معلومات تحریر کر سکتا ہے۔ اگر یہاں مقدمہ چلا تو میں صرف اپنی بات کا اعتراف کروں گی۔

اٹارنی نے سوال دہرایا ۔ کیا تم نے صدر ناصر، اس کی حکومت اور موجودہ سماج کو کافر کہا ہے؟

زینب ۔ میں اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتی ۔

اٹارنی ۔ اہل قبلہ کون ہیں ؟

زینب ۔ جو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے اور رسول کے لائے ہوئے خدائی احکامات کی پیروی کرتے ہیں ۔

اٹارنی ۔ اہلِ قبلہ کے صفات کی تشریح کرو ۔

زینب ۔ جو لوگ نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے، رمضان کے روزے رکھتے اور استطاعت کی صورت میں بیت اللہ کا قصد کرتے اور کتاب وسنت کے احکام کی پابندی کرتے ہیں نیز اپنی طرف سے قانون سازی نہیں کرتے اور نہ اس قانون سے حکومت کرتے ہیں جو اللہ نے نہیں اتارا۔

اٹارنی ۔ کیا تم ناصر اور اس کی حکومت نیز سوسائٹی کو اہلِ قبلہ میں مانتی ہو؟

زینب ۔ ناصر کو نہیں مانتی کیونکہ وہ کتاب اللہ کی بنیاد پر حکومت کر سکتا ہے مگر اس نے اس کو معطل کرنے کی کاروائی کی ہے ۔ وہ لوگوں کے لئے قوانین اپنی طرف سے بناتا اور کتاب اللہ کو معطل کرتا ہے ۔ ناصر اعلانیہ کہہ چکا ہے کہ وہ کوئی دینی حکومت قائم نہیں کرے گا ۔

اٹارنی ۔ تم مجھ سے صاف صاف کہو! ۔ عبدالناصر اور حکومت دونوں کافر ہیں ۔

زینب ۔ میں جواب دے چکی ۔ جو اپنی حقیقت جاننا چاہتا ہے وہ اپنی ذات کو کتاب اللہ پر پیش کرے ۔

بس اتنی سی بات اٹارنی پانچ صفحات فل اسکیپ پر پھیلا چکا تھا ۔

اٹارنی ۔ تم لوگ اُم کلثوم اور عبدالحلیم حافظ کو قتل کرنا چاہتے تھے ؟ ۔

زینب ۔ اُمت اسلامیہ کو عوامی زندگی میں واپس لانے اور دعوت اسلامی سے تعلق رکھنے والے ان معمولی باتوں سے دلچسپی نہیں لیتے ۔ جس دن مسلمانوں میں دین کے لئے حقیقی بیداری پیدا ہو گی تو ان تمام رزائل کا خاتمہ ہو جائے گا اور امت کو ذلت سے نجات ملے گی ۔ مختلف شکلوں میں شیطان کی عبادت نے امت کو بہکا دیا ہے گویا وہ پانی کے جھاگ کی مانند بے حقیقت ہو گئی ۔

اٹارنی محمد القناوی ، مجھ سے سنتا کچھ اور لکھتا کچھ اور تھا یا اس میں تحریف کرتا یا سامنے پڑی دوسری فائلوں سے نقل کر لیتا ۔ اس طرح دس دنوں تک وزارت عدل وانصاف کا انوکھے ڈھب سے کام ہوتا رہا اور مشیر عبدالسلام بار بار خیمہ میں آ کر قناوی سے صورتِ حال دریافت کرتے اور کہتے کہ کوشش کرو اور واپس چلے جاتے ۔ خیمہ میں میں نے قناوی سے کہا میں عجیب چیز دیکھ رہی ہوں ۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ عدلیہ و مقننہ کے افراد جنگل کے جانوروں کے ساتھ بسیرا کئے ہوئے ہیں ، جو اپنے جسم کے قضار کے کپڑے اتار دیتے اور اپنے شانوں سے قانون کی چادر پھینک دیتے ہیں ۔

اٹارنی ۔ ہم تمہیں اخوان سے بچانا چاہتے ہیں، ھضیبی، سید قطب اور عبد الفتاح کے بیان کے بعد تمہارے لئے پھانسی کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا ہے۔ ھضیبی، سید قطب اور عبد الفتاح کی باتوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟۔

زینب ۔ تم ان کے خلاف جھوٹ بولتے ہو حالانکہ یہ اسلامی جماعت کے قائدین کسی کے خلاف جھوٹ نہیں بولتے۔

اٹارنی ۔ ہاں! تو سچ نہیں بولتی ہے بلکہ جھوٹی ہے۔

زینب ۔ میں کس کے خلاف جھوٹ بولوں گی؟۔

اٹارنی ۔ حکومت اور ہمارے (وزارت انصاف کے) خلاف۔

زینب ۔ کیا تم تصدیق کر سکتے ہو کہ تم ایوانِ عدالت کے افراد میں سے ہو؟۔

اٹارنی ۔ میں انکوائری بند کر رہا ہوں اور تم کو عذاب کے دفتر واپس بھیج رہا ہوں اس کے بعد تم دوبارہ آؤ گی ۔ اور قہوہ منگا کر پینے لگا۔ قہوہ پینے کے بعد وہ بولا ۔ اے زینب! کیا تو آفس واپس جانا چاہتی ہے؟ عبد الناصر تمہارے کاغذات جلد از جلد دیکھنا چاہتے ہیں۔

اٹارنی نے جو کچھ لکھا تھا اس پر دستخط کرنے کا حکم دیا تو میں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ مجھے دفتر واپس بھیج دیا گیا اور از سرِ نو کوڑے لگا کر میرے تعلق سے تحقیقات کے مذاق کا سلسلہ ختم ہوا۔

عدلیہ کے ساتھ دوسرا دور

دو دن بعد دوسری دفعہ ایوان عدالت میں طلبی ہوئی۔ وہاں میں نے بہت سے نوجوان دیکھے جن کو جسمانی اذیتیں اور تکلیفیں دی گئی تھیں۔ فناوی نے مجھ سے سوال کیا ۔ تو کب ان نوجوانوں سے ملی؟ اور کب ان سے متعارف ہوئی؟ اور ان کے کیا نام ہیں؟۔

میں نے نوجوانوں پر نگاہ ڈالی اور پوچھا ـــ "میں نے تم لوگوں کو کب دیکھا؟ واقعۃً تم مجھ سے کب ملے؟ کیا آج سے پہلے تم مجھے جانتے تھے؟ تمہارے نام کیا ہیں؟ـــ

اٹارنی نے چلا کر اعتراض کیا کہ میں خود ان لوگوں سے سوال کروں گا تو میں نے یہ مطالبہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ وہ ان سے دریافت کرے کہ وہ کب مجھ سے ملے کوئی مجھ سے یہ نہ پوچھے کہ میں ان سے کب ملی؟ ـــ اٹارنی نے یکے بعد دیگرے ان سب سے دریافت کیا تو جواب یہی ملا کہ وہ زینب سے نہیں ملے ـ توفناوی نے کہا ـــ لیکن تم سب نے تو تحقیقات کے دوران کہا تھا کہ زینب سے مل چکے ہو ـــ

ان سب نے جواب دیا ـــ "ہنٹروں کی مار کی وجہ سے ہم سب کچھ کہہ دیتے تھے ـ

پھر ہم سب عذاب کے دفاتر واپس بھیجدیئے گئے ـ

دسیوں یا رہا صابر نوجوان اٹارنی کے خیموں اور عذاب و قہر کے دفاتر کے درمیان میرے پاس سے گزرے ـ

پھر وہی کنج قفس

شمس بدران اور اس کے جیل کے آفس میں نئی ملاقاتیں ہوئیں ـ وہ مجھے رات کو شمس یا اس کے کسی ایجنٹ کے آفس لے جاتے ـ پہلے مجھے دوبارہ اذیتیں دینے کی دھمکیاں دی جاتیں پھر کمسن نوجوان، مرد و بوڑھے میرے سامنے لائے جاتے اور مجھ سے پوچھا جاتا کہ تم کب ان لوگوں سے ملیں؟ ـــ

ان کا جواب یہ ہوتا کہ ان سے پوچھ لو کہ وہ مجھ سے کب ملے ـ دریافت کرو اگر وہ مجھے پہچانتے ہیں ـ

نئی نئی سزائیں اور تکلیفیں دی جانے لگیں، مثلاً ایک تاریک مقام پر کھڑا رکھنا اور کسی فوجی کا پشت پر زمین پر ہنٹر برسانا، اور مجھے حکم دینا کہ مسلسل دوڑتی رہوں ـ جب

میں مسلسل حرکت سے ہوش کھونے لگتی اور چل نہ پاتی کیونکہ پیر زخمی اور سفید پٹیوں سے بندھے ہوئے تھے تو جسم پر دس بیس کوڑے پڑ جاتے۔ پھر ہسپتال کے کمرہ میں پہونچادی جاتی۔

وزارتِ انصاف و عدل کے تحقیقات مکمل کر لینے کے بعد جو تکلیفیں دی گئیں۔ اس کی چند مثالیں دوں گی تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ناصر اس کے معاونین و مصاحبین کیا تھے۔؟

تعذیب

آدھی رات کی تاریکی میں مجھے شمس بدران کے آفس سے متصل ایک دفتر میں لیجایا گیا جہاں جلال الدین نامی ایک شیطان بیٹھا تھا جس نے مجھے دیکھتے ہی سوالات کی بوچھار کر دی۔

جلال ۔ زینب ! خالدہ ہضیبی اور اس کے شوہر احمد ثابت سے اپنے تعلقات کی نوعیت بتاؤ اور یہ بھی کہ تنظیم میں ان دونوں کا کیا رول رہا ؟

زینب ۔ خالدہ ہضیبی کی سرگرمی میرے ساتھ قیدیوں کے خاندان کی امداد تک محدود رہی ۔

جلال ۔ کس طرح کی امداد ؟

زینب ۔ مالی یا عینی امداد (غلہ یا گھریلو استعمال کی چیزیں) وہ مجھ سے خالدہ ہضیبی کے شوہر احمد ثابت کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔ جب میں نے وضاحت کی کہ وہ خواتین کے مرکز مختلف خاندانوں کو دی جانے والی چیزیں خالدہ تک صرف پہونچانے کے لئے آیا کرتے بلکہ گاڑی سے اترتے بھی نہیں تھے۔ اس کے علاوہ انکا کوئی اور کام نہ تھا۔ تو میری تصدیق کرنے سے اس نے انکار کیا اور مجھے صفوت کے حوالے کر دیا۔ جس نے مجھے دیوار کی طرف رُخ کر کے کھڑا کر دیا اور وہی سوال دوبارہ دہرایا۔ جب میرے موقف میں

کوئی تبدیلی نہ آئی اور ایک گھنٹہ گزر گیا تو وہ مجھے کتوں اور ہنٹروں کی دھمکیاں دینے لگا. مگر میں اصرار کرتی رہی۔ حمزہ آیا تو جلال نے مجھے کتوں کے حوالے کرنے کا حکم صادر کیا۔

مجھے ایک تاریک طلبی کمرہ میں ایک کتے کے ساتھ دو گھنٹے سے زیادہ دیر تک بند رکھا گیا پھر ہسپتال بھیج دیا گیا۔

دوسری رات پھر خالدہ اور اس کے شوہر کی تنظیم سے تعلق کے بارے میں سوالات ہونے لگے اور میں اپنے سابق موقف پر قائم رہی پھر جلال نے صفوت کو بلایا جس نے ظلم ڈھانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

مال

دوبارہ میری طلبی شمس بدران کے آفس میں ہوئی۔

شمس بدران ۔ ہم غزہ سے زینی کو لے آئے ہیں مرشد اور مامون ہضیبی اسے پہچانتے ہیں اگر تم نے اسے نہ پہچانا تو ہم دوبارہ تمہیں الف سے یا تک انکوائری کے لئے بھیج دیں گے۔ اہم بات زینی کا اعتراف ہے۔

مجھے ایک کمرہ میں لیجایا گیا جہاں ایک شخص ایسی شکل وصورت کا تھا جسے پہچاننا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ مجھے شمس کے پاس واپس بھیج دیا گیا۔

شمس ۔ کون ہے یہ ؟

زینب ۔ میں نہیں جانتی۔

شمس ۔ ہر شخص اسے پہچانتا ہے کہ یہ صادق زینی ہے۔

جلال نے مداخلت کرتے ہوئے شمس کو مجھ سے مال کے متعلق دریافت کرنے کے لئے کہا کہ وہ کس مقصد کے لئے ہے ؟ ۔ شمس نے جب سوال کیا تو میں نے جواب دیا کہ وہ مختلف خاندانوں کے کھانے، کپڑے، علاج، تعلیم اور ان گھرانوں کے لئے ہے جن کے سرپرست

جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں۔

شمس نے تلملا کر حمزہ کو پکارا۔ حمزہ! اسے لیجا کر کتوں کے نہیں بلکہ سانپوں کے حوالہ کر دو۔ میں حمزہ وصفوت کے ساتھ نکلی جو مجھے ہسپتال لے گیا۔ حمزہ نے ایک کرسی منگائی اور اس بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں تمہیں سانپوں کے ساتھ بند نہیں کروں گا! بتاؤ وہ مال وروپے کس مقصد کے لئے تھے؟

زینب۔ تم لوگ اس کی تفتیش کر چکے ہو۔

جلال الدین بھی پہونچ گیا اور پوچھنے لگا۔ وہ راستہ پر آئی یا نہیں؟

حمزہ نے کہا۔ اسے میرے سپرد کیجئے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ کتوں کی مشتاق ہے۔

کتے۔ میری نظر میں شعور وادراک کے لحاظ سے کہیں زیادہ بلند تھے۔ جب بھی مجھے کتوں کے حوالہ کیا گیا ان لوگوں کی کمینگی اور حقارت زیادہ ہی محسوس ہوئی، اور مجھے کوئی فکر نہ تھی بلکہ میں تو شمس، حمزہ یا جلال کی بہ نسبت کتوں کے ساتھ رہنے کو ترجیح دینے لگی تھی۔

ایک شب عشاء کے بعد مجھے شمس بدران کے دفتر لیجا کر اس قدر کوڑے مارے گئے کہ میں بیہوش ہوگئی تو مجھے انجکشن دے کر ہسپتال بھیجدیا گیا۔ تین دنوں بعد پھر شمس کے آفس لایا گیا جس نے عبدالناصر کی قسم کھا کر کہا کہ اگر تم نے میرے سوالات کے جوابات نہ دیئے تو نمبرا سے نمبر۲۴ تک دوبارہ سزا کے مراحل سے دوچار ہونا پڑے گا۔ میں ان تمام نمبرات کی ہولناک والمناک سزائیں سہہ چکی تھی۔

شمس نے گفتگو کی ابتدا کی۔ زینب! ۔ میں تمہیں دو واقعات یاد دلاتا ہوں۔ ایک میں محمد قطب، ہضیبی کی اہلیہ اور محمد قطب کی بہنیں ہیں۔ دوسرے میں علی عشماوی اور مامون ہضیبی ہیں۔ اگر ہم تجھ سے کہیں کہ ان سب باتوں کا حسن ہضیبی اور ان کی اہلیہ نیز محمد قطب نے اعتراف کرلیا ہے تو تم جھٹلانے لگو گی۔ لیکن ہم اسے کہاں سے جان سکتے تھے؟ ۔ وہ واقعہ جس میں علی عشماوی ہے تم اسے جھوٹا قرار دے سکتی ہو مگر دوسرے میں علی نہیں ہے۔

شمس بدران ۔ جس دن محمد قطب حلوان سے رات میں تمہارے پاس آئے اور تم نے ان کو بات چیت کے بعد سونے کے زیورات کے علاوہ پانچ سو جنیہہ دیتے ہوئے کہا کہ پانچ سو جنیہہ والدہ (ہضیبی کی اہلیہ) کو دیدیجئے گا اور زیورات اخوان کے خاندان کے اخراجات کے لئے امانت لسے بھی لے لیجئے اور مناسب موقع پر والدہ کے حوالہ کر دیجئے۔

زینب ۔ ہاں! ۔ یہ واقعہ پیش آیا ۔ مگر اس سے کیا پریشانی ہے؛ میں اپنے زیورات جسے چاہوں دوں ۔ میں نے اسے ایک نیک کام میں صرف کیا البتہ پیسے اخوان کے تھے میں اسے ذمہ دار کو واپس کرنے کی ذمہ دار تھی۔

شمس ۔ پانچ سو جنیہہ تنظیم کے لئے تھے نہ کہ خاندان کے لئے ؟

زینب ۔ نہیں ۔ خاندانوں کے لئے۔

شمس ۔ علی عشماوی کا بیان ہے کہ وہ تنظیم کے لئے تھے

زینب ۔ عشماوی جھوٹا ہے۔

شمس ۔ محمد قطب نے بتایا کہ پانچ سو جنیہہ کس مقصد کے لئے تھے وہ نہیں جانتے مگر تم نے اسے زیورات کے ساتھ بھیجا اور کہا کہ ہضیبی کی اہلیہ کو دیدیجئے۔

زینب ۔ محمد قطب کو میرے سامنے لائیں میں نے ان سے کہا تھا کہ پانچ سو جنیہہ خاندانوں کی امداد کے لئے ہیں۔

شمس ۔ ٹھیک! مگر یہ آئے کیسے؟

زینب ۔ ایک دن علی عشماوی میرے پاس ایک سعودی بھائی کا رقعہ مانگنے آئے تاکہ مرشد یا مامون سے مل سکیں ۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ بھائی مامون کو کسی واسطہ کی ضرورت نہیں اور مرشد اسکندریہ میں ہیں ۔ البتہ مامون موجود ہیں وہ ان سے ملاقات کر سکتے ہیں ۔ اس کے بعد علی عشماوی میرے پاس آئے اور بولے کہ سعودی برادر کی مامون سے ملاقات ہوئی جنہوں نے متعین رقم بطور چندہ دی اور مامون نے ان سے گذارش کی کہ رقم زینب الغزالی

کو دیدیں ۔ تو اس سعودی بھائی نے علی عشماوی کی روایت کے مطابق عشماوی کو مجھ تک رقم پہونچانے کی ذمہ داری دی اور بتایا کہ رقم اخوان کے خاندانوں کی امداد کے لئے ہے۔

شمس ۔ رقم خاندانوں کے لئے نہ تھی کیونکہ محمد قطب نے یہی بات کہی ۔

زینب ۔ میں تنہا ہی سچائی ثابت کر سکتی ہوں ممکن ہے محمد قطب کو التباس ہو گیا ہو

ان لوگوں نے کہا ۔ ہم تجھے سزائیں دیں گے ۔ بتا ! ورنہ ابھی صفوت کے حوالہ کرتے ہیں ۔

زینب ۔ محمد قطب کو میرے سامنے لاؤ ۔

جب استاذ محمد قطب میرے سامنے آئے تو میں نے کہا کہ جب روپے اور زیورات میں نے والدہ کو دینے کے لئے آپ کے حوالہ کیا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ رقم خاندانوں کے لئے ہے جو میرے پاس ایک امانت تھی ۔ شاید آپ کو یہ بات یاد نہ رہی ۔

تب انہوں نے کہا ۔ اگر زینب کو یقین ہے کہ انھوں نے مجھ سے یہ بتایا تھا تو ان کا ہی بیان صحیح ہے ۔ ان شیطانوں نے مجھے دیوار کی طرف منہہ کر کے صبح تک کھڑا رکھا پھر ہسپتال بھیجدیا ۔

دو دن بعد شمس کے آفس لے جایا گیا، جس نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔ زینب ! ۔ اس تنظیم کا اعتراف کرو جس کی بنیاد محمد قطب نے رکھی ۔

میں نے جواب دیا ۔ اس سلسلہ میں پہلے بھی پوچھا جا چکا ہے اور میں بتا چکی ہوں کہ محمد قطب کسی تنظیم کے موسس نہیں ہیں ۔

تو اس نے صفوت کو مجھے لٹکانے کا حکم دیا جس نے لٹکا کر میرے پیروں پر کوڑے برسائے۔

پھر شمس کے آفس کے قریب ایک دفتر میں مجھے لے جایا گیا جہاں ایک غیر معروف شخص نے مجھ سے کہا ۔ زینب ! ۔ تو بے وقوف ہے، تو اپنی جان بچانا نہیں جانتی ، اخوان نے تمہارے خلاف بہت سی جھوٹی باتیں کہی ہیں ، پھر تو کیوں نہیں ہم سے مفاہمت کر کے محمد قطب کے

بارے میں معلومات فراہم کرتی ؟۔ تمہارے اس بہتر رویہ سے مفاہمت آسان ہو جائے گی۔

زینب ۔ میں تم لوگوں کے ساتھ سمجھوتہ کروں ؟ میں تمہارے طریقوں نیز باطل پرستی کو حقیر تر سمجھتی ہوں۔ تم سب شیطان کے ایجنٹ ہو۔ تم ہمارے درمیان ہرگز نہیں حائل ہو سکتے۔ ہم رحمٰن کے بندے ہیں۔ ہمارا کوئی بھائی بھی دوسروں کی کچھ بھی تصدیق نہ کرے گا چاہے تم کتنی ہی دسیسہ کاریاں نہ کر ڈالو ۔ اطمینان رکھو۔

اس نے کہا ۔ ازسرنو ہم سزائیں دیں گے، اور دیوان عدالت دوبارہ تمہارے بارے میں تحقیقات کرے گی۔

زینب ۔ وزارت عدل وانصاف ، دیوان عدالت تم سے ہے اور تم اس سے ہو۔ اللہ کے راستہ کو تم چھوڑ چکے ہو۔ تم سب گمراہی اور غضب خداوندی کا شکار ہو۔

حمزہ بسیونی ایک پرچہ لے کر آیا اور اس کے سامنے رکھ کر چلا گیا اور وہ دوبارہ محمد قطب کے متعلق بولنے لگا۔ پھر وہ بھی کمرہ سے نکل گیا۔

صفوت آیا اور کوڑے لگا کر لوٹ گیا۔ میرا چہرہ دیوار کی طرف تھا ایک گھنٹہ بعد دوسرا شیطان وارد ہو کر مجھے خاص تنظیم کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے مفید نتائج وانعامات بتانے لگا۔

جب میرا موقف تبدیل نہ ہوا تو مجھے کتوں کے کمرہ میں ڈال دیا گیا۔ اس بار سل میں کتے کے ساتھ ایک آدمی بھی تھا جس سے حمزہ بسیونی نے کہا کہ اگر اسے کتا نہ کھائے، تو تم ضرور کھا لینا۔ دو گھنٹہ تک سل بند رہا۔ اسی دوران میں حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا ورد کرتی رہی۔

دروازہ کھلنے تک کتا اور آدمی دونوں خاموش رہے۔ پھر مجھے ہاسپٹل لے جایا گیا اور دوسرے دن ریاض، ابراہیم کے دفتر پہنچایا گیا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں کرواسہ کے کسی شخص سے ملی ؟

زینب ۔ میں کرواسہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ۔

ریاض ۔ کیا تم سے کبھی وہاں کا کوئی آدمی نہ ملا ۔؟

زینب ۔ تمہیں یاد نہیں کہ احمد عبدالحمید کرواسہ کے ہیں ۔ پھر وہ یہ دھمکی دے کر چلا گیا کہ پاشا کے پاس سے کسی کو مجھ سے نپٹنے کے لئے کھینچے گا ۔ چند لمحوں کے اندر ایک فوجی آیا ۔ اس نے مجھے دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے کا حکم دیا اور کوڑے مارے ۔

طویل وقت گزر جانے کے بعد مجھے دوبارہ ہاسپٹل پہنچا دیا گیا ، اور یہ سب عدالت کی تحقیق کے بعد ہوا ۔ چند دنوں کے بعد ریاض کے دفتر میں دوبارہ طلبی ہوئی اس بار وہاں کئی خواتین بھی موجود تھیں ۔ جن کو میں نے پہلے نہ دیکھا تھا ۔ مجھ سے دریافت کیا گیا کہ ان میں سیسی کی اہلیہ کون ہے ؟ میں نے لاعلمی ظاہر کی ۔ اتنے میں ایک کم عمر نوجوان داخل ہوا ۔ جس کی پشت پر فوجی ہنٹر لئے کھڑا تھا ۔ اس سے پوچھا گیا کہ زینب الغزالی کہاں ہے ؟ نوجوان نے نگاہ دوڑائی ، اور کہا میں نہیں جانتا ۔ جب دوبارہ اس سے عباس سیسی کے متعلق استفسار کیا گیا ۔ تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا پھر اس سے سوال کیا گیا کہ یہاں موجود خواتین میں سے کس سے اس کی ملاقات ہے ؟ تو اس نے ایک بار پھر نفی میں جواب دیا ۔ چنانچہ ہنٹروں سے مارتے ہوئے اسے باہر نکال دیا گیا ۔ پھر اچانک حمیدہ قطب آتی دکھائی دیں ۔ جن کے پیچھے صفوت بھی تھا ۔ ان سے بھی بیگم سیسی ہی کے بارے میں دریافت کیا گیا ۔ تو انھوں نے جواب دیا ۔ کہ میں ان کو نہیں جانتی ۔

اس کے بعد چاروں خواتین اور حمیدہ کو باہر بھیج دیا گیا ۔ البتہ میں ریاض کے ساتھ رہ گئی ۔

ریاض ۔ زینب کیا تم کو پتہ چلا کہ کسی اخوانی نے چار شادیاں کی ہیں ۔

زینب ۔ نہیں ۔

ریاض ۔ کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں ۔ اگر تم نے یہ نہ بتایا کہ وہ کون ہے ، تو پٹائی ہو گی ۔

زینب ۔ جو چاہو کرو ۔ اس نے مجھے چہرہ دیوار کی طرف کرنے کا حکم دیا ۔ کئی درے لگائے ، اور باہر نکل گیا ۔

دو گھنٹے بعد وہ صفوت کے ساتھ پھر واپس آیا اور مجھے ہسپتال بھجوا دیا ۔

قیمہ کا پیکٹ

میری گرتی ہوئی صحت کو دیکھ کر ڈاکٹروں نے فیصلہ کیا کہ گھر کا کھانا کھانے کی اجازت اگر نہ دی گئی تو میری زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ میں عدالت نہیں جا سکتی تھی۔ چنانچہ مجھے گھر سے کھانا منگانے کی اجازت مل گئی، جو صرف پھل اور دودھ پر مشتمل تھا۔

ایک دن میری بہن نے مجھ تک گوشت پہنچانے کی ترکیب کی۔ چنانچہ دودھ کے پاوڈر کا پیکٹ خالی کر کے اس میں قیمہ اس طرح بھر دیا، گویا وہ گوشت نہیں خشک دودھ ہے۔ اس کا پتہ صرف مجھ کو ہی چل سکا۔ اس کے ساتھ کچھ مکھن اور سنترہ بھی تھا۔ میں نے اپنا حصہ لے لیا اور عبدالمعبود اسپتال میں اخوان سے تعلق رکھنے والے بقیہ مریضوں کو بھی کھانا تقسیم کرنے لگا۔ ہمارے ساتھ استاذ عبدالعزیز سابق وزیر بلدیات بھی تھے۔ ہم آپس میں ایک سنترہ اور ہر دو مکھن پیکٹ تقسیم کر لیتے تھے۔

تقسیم کے بعد میں نے ان کو بلایا۔ اور اس پیکٹ سے اخوان کو دودھ بانٹ دینے کی درخواست کی۔ وہ نکلا اور پھر واپس آ کر بولا۔ یہ تمہارے کے لئے مفید رہے گا۔ اس میں قیمہ ہے۔ میں نے اس کو تقسیم کرنے کی گذارش کی، کہ ہر شخص ایک، ایک چمچہ لے لے۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ جب لوٹ کر آیا، تو کچھ قیمہ رہ گیا تھا۔ تب میں نے اس سے مکھن اور بچا ہوا قیمہ استاذ عبدالعزیز تک پہونچانے کی درخواست کی۔ عبدالمعبود نے پوچھا کہ میں تخصیص کیوں کروں۔ تب میں نے جواب دیا کہ شکر ہے۔ خدا کا جو اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے۔ اس نے کہا۔ الحمدللہ وہی رازق وقوت والا ہے۔ جب اسسٹنٹ واپس آیا تو مجھ سے پوچھا کہ کھانا اندر کیسے آیا؟ میں نے کہا کہ ڈاکٹر کی اجازت ہے۔

اخوان چھوٹی موٹی ضروریات کی چیزیں بھی اکٹھا کرتے تھے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے دوسرے پراگندہ حال بھائیوں کی امداد کرتے۔ کیونکہ وہ اچھی غذا اور خصوصی اہتمام کے مستحق

محتاج ہوتے۔ اس وجہ سے جو چیز بھی ہمارے پاس باہر سے آتی ہمیں خوشی ہوتی۔ خواہ وہ زندگی کی معمولی شے ہی کیوں نہ ہو۔ دراصل یہ قہر وظلم کا کرشمہ تھا۔

اسپتال میں فاقہ

میری گرفتاری کو ایک سال گذر چکا تھا۔ لیکن مجھے باہر سے کھانے کی اجازت نہ ملی۔ البتہ مقدمہ شروع ہونے میں تین ۳ ماہ باقی تھے کہ عدالت نے اپنے جھوٹ وبہتان اور غلط بیانیوں کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کے لئے "موت کے اندیشہ کے تحت باہر سے کھانا منگانے کی اجازت دی" زندگی میں یہ انکا طریقہ تھا۔ جو جھوٹ، بہتان اور دھوکہ پر مبنی تھا۔ جب میری بہن اور والدہ نے مقدمہ چلنے سے چند دن پہلے مجھ سے ملاقات کی تو معلوم ہوا کہ صفوت روبی میری گرفتاری کے ابتدائی دنوں میں ان سے بڑے بڑے مطالبے کرتا تھا۔ جس میں دوائیاں، پھل، کپڑے کا مطالبہ ہوتا، اور نئے کپڑوں کی شرط ہوتی۔

یہ مجاہدین کا خون نچوڑنے اور ہمارے خاندان پر دباؤ ڈالنے کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ وہ عدالتی کاروائی کے دوران جن لوگوں کی داخلہ کی اجازت دیتے۔ ان سے ملزموں کے ساتھ ہمارا سلوک بہتر رہا ہے۔ ان کی صحت اچھی ہے کیونکہ کھانا باہر سے لانے کی اجازت ہے۔ دراصل یہ سب ان کی چالیں تھیں۔ حالانکہ قیدیوں کے ساتھ ساتھ مریضوں کو بھی مارنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

ایک دن ایک اخوان نوجوان آیا۔ جو وحشیانہ مظالم کے نتیجے میں بری طرح زخمی تھا۔ ظالموں نے اسے ہسپتال پہنچایا، تو ڈاکٹر شکر کا ٹکڑا تلاش کرنے لگا، لیکن نہ مل سکا۔ میں نے ہنگامہ سنا، شکر کے ٹکڑے کی تلاش کا پتہ چلا۔ تو میں نے اپنے کمرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، جب لوگوں نے کھولا۔ تو میں نے ان سے شہد کا وہ چھوٹا مرتبان لینے کے لئے کہا جو باہر سے کھانے کے ساتھ میرے پاس آیا تھا۔ اسسٹنٹ ڈاکٹر نے شہد لے لیا، اور ڈاکٹر نے اسے مریض کو دینے کا حکم دیا۔

یقیناً یہ واقعہ ایجنٹوں کی نگاہوں سے دور پیش آیا، کیونکہ ہسپتال میں ایسا کرنا ممنوع تھا۔ چند دن گذرے تھے کہ ہم مریضوں پر پانی استعمال کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ بربریت کی انتہا تھی۔ ساری ساری رات گرمی کے زمانے میں ہم ایک قطرہ پانی سے محروم رہے۔ ایک آدھ پیالی پانی وصول کر لینا بھی کسی معجزہ سے کم نہ تھا۔ میں بہت بیمار تھی، اور میری صحت برابر گر رہی تھی۔ چنانچہ مجھ کو کچھ پانی لینے کی اجازت مل گئی۔ میرے کمرے کے برابر بھائی عبدالکریم تھے۔ جن کے ساتھ تھوڑا پانی تقسیم کر لیتی تھی۔ اگر میں ان تک پانی پہنچانے کی تدبیر بتاؤں تو شاید آپ کو یقین نہ آئے۔ میں پانی چشمہ کے کیس میں رکھ کر دیوار کے ایک چھوٹے سے سوراخ کے ذریعہ پہنچاتی تھی۔ تاکہ وہ اپنی پیاس بجھا سکیں۔

خواہ پانی کے چند قطرے ہی سہی۔ ان کا جسم مسلسل ہنٹروں کی مار سے پھٹ پھٹ گیا تھا، اور انھیں اتنے پانی کی بھی سخت ضرورت تھی۔ اذیت رسانی میں بھی ظالموں نے فنکاری دکھائی۔ کوئی نیا یا پرانا طریقہ بغیر استعمال و تجربہ کے نہ چھوڑا۔ بلکہ اس میں اضافہ ہی تھا۔

وحشی تائب ہو گیا

میں ہسپتال ہی میں تھی کہ ایک واقعہ سے قوم کی اچھی صلاحیتوں کا پتہ چلا، اور مجھے یقین ہو گیا کہ اگر ان کی ڈھنگ سے رہنمائی کی جائے تو اس کے یقیناً مثبت نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ یہ قوم ایک بار پھر اپنے رب کی عبادت، عقیدہ کی مدافعت پوری جسمانی و مالی قوت سے کرنے کی اہل ہو سکتی ہے۔ ہمارے ساتھ ہسپتال میں صلاح نامی ایک فوجی اسسٹنٹ تھا، جو مریضوں کو انجکشن دینے، اور کمروں کی نگرانی کا پابند تھا۔ ایک روز میں غسل خانے کی طرف جا رہی تھی کہ ہوا نے اس کمبل کو اٹھا دیا جسے استاد امام سید قطب کے کمرہ کے دروازے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ لکڑی کا کوئی دروازہ بند تھا۔ اسی لمحہ کمرے کے سامنے سے میں گذر رہی تھی۔ بس ایک ہنگامہ

برپا ہوگیا کہ یہ خطرناک جرم کیسے ہوا کہ زینب غزالی نے سید قطب کو کمرہ میں بیٹھا کیسے دیکھ لیا۔ صلاح گالیاں دینے لگا۔ مسئلہ زیادہ ٹیڑھا یوں ہوگیا کہ اسی وقت صفوت ہسپتال میں داخل ہوا تھا۔ چنانچہ فوجیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ احکامات کی پوری طرح تعمیل کر رہے ہیں، اور کسی کو اپنے بھائی کو دیکھنے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں، خواہ ہوا کے جھونکوں سے کمبل اٹھ جانے کی وجہ سے اچانک ہی نظر کیوں نہ پڑ جائے۔

صلاح، انسانیت، عقل، دین سب سے خالی وعاری ایک درندہ صفت انسان تھا۔ استاد سید قطب اس کو بہت نرمی کے ساتھ بتانے لگے کہ کمبل اُٹھ جانے میں ان کا کوئی دخل یا قصور نہیں۔ اور مسلسل ٹھنڈے میٹھے الفاظ میں اُسے سمجھاتے رہے، یہاں تک کہ یہ وحشی شرمندہ ہوکر نرم پڑا اور خاموش ہوگیا۔ کچھ دن بعد میرے پاس آیا اور ندامت کے ساتھ کہنے لگا۔ میں از سرِ نو اسلام لانا چاہتا ہوں۔ مجھے وہ کونسی ذمّہ داریاں انجام دینی ہوں گی۔ جن سے صحیح مسلمان بن سکوں۔

میں نے اس سے دریافت کیا کہا تم اخوان کے ساتھ جو سلوک دیکھتے رہتے ہو۔ اسے برداشت کر سکو گے۔ وہ بولا۔ اگر ان کے جیسا میں اسلام لایا تو اللہ مجھے صبر و قوت دے گا۔ میں نے کہا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اِس نے کلمہ کو کئی بار میرے سامنے دہرایا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ وہی کام کرو جس کا خدا نے تم کو حکم دیا۔ اور انسانی طاغوت کی اللہ کی نافرمانی کی راہ میں اطاعت نہ کرو۔

وہ بولا۔ میں حقیقی اسلام سمجھنا چاہتا ہوں۔ وہ اسلام جس نے تم لوگوں کو اتنا ہولناک عذاب صبر کے ساتھ برداشت کرنے کے قابل بنایا، جو دوسرے انسانوں کے بس کا نہیں۔

میں نے اس کو بتایا کہ جب وہ محترم سید قطب کو انجکشن دینے جائے تو ان سے درخواست کرے کہ وہ اسے اسلام سمجھائیں۔

اس کے ذریعہ میں نے عزیز بھائی کو سلام کہلا بھیجا۔

مقدمہ کے فیصلہ کا وقت قریب آ گیا

کئی دن گذرنے کے بعد مقدمہ شروع ہونے سے پہلے فردِ جرم آئی۔ یہ ایک ایسا المیہ تھا۔ جس کی مثال تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ ہمیں پتہ چلا کہ احکام تو شمس کی دراز میں ہیں، بلکہ اس میں تو حقِ مدافعت اور وکیلوں سے ملاقات کرنے سے بھی محروم کر دیا گیا اور جب میں نے احمد خواجہ کو Mondater بنانا چاہا۔ تو مجھ سے کہا گیا۔ وہ اس کیس میں مدافعت نہیں کر سکتے تب میں نے کہا کہ مجھے کسی وکیل کی ضرورت نہیں۔ میں خود اپنا کیس دیکھوں گی۔

لوگوں نے میرے لئے ایک عیسائی ایڈوکیٹ کو مقرر کیا۔ اور مقدمہ سے پہلے میرے گھر والوں کو ملاقات کے لئے اطلاع دی۔ چنانچہ میری والدہ اور دونوں بہنیں آئیں۔ جو میری بدلی ہوئی حالت اور شدید نقاہت دیکھ کر تقریباً ہوش کھو بیٹھی تھیں۔ میں نے ان کا حوصلہ بڑھایا، اور ان کے ساتھ بیٹھی صفوت و حمزہ دونوں ملاقات کی نگرانی پر مامور کئے گئے۔ میں نے اپنے گھر والوں سے درخواست کی کہ وہ میری طرف سے کوئی وکیل نہ کریں۔ مگر مجھے گھر والوں نے بتایا کہ حسین ابوزید کو وکیل کی حیثیت سے ایک ہزار جنیہہ پر مقرر کیا گیا ہے۔ جس کا نصف کارروائی شروع ہونے سے پہلے ہی دیدیا گیا، تو میں نے معاملہ ختم کرنے کی وصیت کی، لیکن مقدمہ شروع ہونے کے دن اچانک حسین ابوزید دونوں میری طرف سے مدافعت کرتے دکھائی دیئے۔ عدالت میں مقدمہ چلنے کے ایک دن پہلے مجھے شمس بدران کے آفس لے جایا گیا، جس نے مجھ سے کہا۔ توقع کی جاتی ہے کہ تم تحقیقات میں بیان کردہ تفصیلات پر اعتراض نہ اُٹھاؤ گی، اور کاغذات میں درج ہر بات کی تصدیق کرو گی۔ اور اگر تم عدالت سے یہ معذرت کر لو کہ اخوان نے تم کو دھوکہ دیا، اور اپنی حرکتوں پر ندامت کا اظہار کرو، تو کورٹ آسان و ہلکا فیصلہ کرے گا۔ اور ہم بھی تمہاری بڑی خدمت کر سکیں گے۔

میں نے کہا ۔ اللہ تعالیٰ جو پسند کرتا ہے وہی ہونا ہے۔ لوگوں کے اپنے معاملات پر

یہ اختیار نہیں۔

شمس ۔ مجھ سے عربی میں بات کرو، تمہاری بات میری سمجھ میں نہ آئی، البتہ اندازہ ہے کہ تمہاری نیت ٹھیک نہیں ہے۔ ہم واقعتاً تمہاری خدمت کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے جواب دیا "اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جس سے اس کے علاوہ کوئی واقف نہیں خشکی وتری میں جو کچھ ہے، وہ اس سے واقف ہے۔ یہ پتہ جو گرتا ہے اس سے وہ باخبر ہے۔ زمین کی تاریکی میں ایک دانہ رطب ویابس بھی ایسا نہیں، جو کتاب میں مذکور نہ ہو"

شمس ۔حمزہ اسے لے جاؤ ۔ یہ آزاد ہے، اپنے مفاد کا خیال رکھے یا نہ رکھے۔

حمزہ ۔ اسے چھوڑ دیجئے۔ محترم! میں اس سے گفتگو کروں گا۔

میں شمس بدران کے آفس سے نکل کر اس سے متصل ایک دوسرے آفس میں پہنچی۔ حمزہ مجھے اس بات پر آمادہ کرنے لگا کہ عدالت میں میرا موقف اخوان سے برأت کا ہو۔ پھر وہی باتیں دہرانے لگا، جسے سنتے سنتے میں تھک چکی تھی اور وعدے کرنے لگا کہ مجھے ابتدائی ہدیہ کے طور پر وہ روپے دے دیگا جو مجھ سے ضبط کر لئے گئے تھے ۔ اور اگر کورٹ میں اخوان کو دھوکہ دوں، تو جمال عبدالناصر کے لئے وہ تحفہ ہو گا۔ مجھے عقل سے کام لینے، اور شمس کے پاس جا کر اس کی خواہشات مطابق چلنے کی نصیحت کرنے لگا۔

میں نے اس کی تمام باتیں سُنیں، اور کوئی جواب نہ دیا۔ ہاں جب اس نے مجھے پھانسی سے چھٹکارا دلانے کی بات دہرائی، تو میں نے جواب دیا کہ اگر تیرا پیشاب رُک جائے تو، تو اس کے نکالنے پر بھی قادر نہیں ہے۔ بیوقوف ۔ مجھے اس نے کوٹھری میں واپس کر دیا اور ان طاغوتوں نیز عدالت کی تیاری کے متعلق غور کرنے لگی۔

حالانکہ حکومت وعدالت ان کے ہاتھ میں تھی ۔ پھر بھی یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی کہ میں عدالت سے نہ بولوں، اقوال تبدیل نہ کروں۔ زنجیروں میں جکڑی ہوئی قوم کے سامنے جو عدالت کا المیہ پیش ہوا، وہ ڈرامہ کی انتہا ہو گئی۔ گویا وہ کہنا چاہتے تھے کہ دیکھو اخوان ناصر کو قتل کرنا چاہتے

تھے۔ انھوں نے خود اپنے خلاف شہادت دی۔ مگر اللہ نے ان کے خیال کو ناکام بنا دیا۔ کیونکہ نتیجہ ان کے توقعات کے برعکس نکلا اور اس سے بڑی ٹریجڈی کیا ہوگی کہ وہ کرنل وجوی جیسے افراد کو لاتے تھے۔ تاکہ عدالت میں ڈائس پر بیٹھ سکے۔

خوشخبری

اسی ماحول میں میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک میدان میں کھڑی ہوں۔ جس کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ عدالت ہے۔ جس میں ہمارا فیصلہ ہوگا۔ میں ابھی کھڑی ہی تھی کہ دیواریں گرنے لگیں، اور میں نے فوراً ایک بہت بڑے میدان میں پایا۔ جس کی ساخت پوری زمین تھی۔ اور آسمان زمین پر سایہ فگن تھا۔ ایک نور آسمان سے زمین تک پھیلتا چلا گیا۔ میری نظروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ قبلہ رو میرے سامنے کھڑے ہیں، اور میں آپ کی پشت پر کھڑی سُن رہی ہوں، وہ فرما رہے ہیں۔ زینب! حق کی آواز غور سے سنو۔ میں نے آسمان و زمین کو چیرتی ہوئی ایک آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ یہاں باطل کی عدالتیں قائم ہوں گی، جو طاغوت کے فیصلے صادر کریں گی۔ تم امانت کے حامل اور راہبر ہو۔ تم صبر کرو، اور صبر کی تلقین کرو، ایک دوسرے سے ربط رکھو، اور اللہ سے ڈرو شاید کہ تم فلاح پا سکو!

یہ چند کلمات میں نے سُنے جو زمین و آسمان پر بلاغت کی وجہ سے چھا گئے۔ میں ان کو شدتِ تاثیر، احساسات و قلب و نفس پر چھا جانے کی وجہ سے یاد نہ رکھ سکی۔

جب یہ آواز ختم ہوگئی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجّہ ہوئے، اور دائیں جانب اشارہ کیا۔ میں نے نظر ڈالی تو آسمان کی بلندیوں کو چھوتا ہوا چوٹیوں والا ایک پہاڑ نظر آیا۔ مگر وہ سبز فرش کی طرح تھا۔ جس پر ہریالی چھائی ہوئی تھی۔

نبی کریمؐ نے مجھ سے فرمایا۔ زینب اس پہاڑ پر چڑھ جاؤ، چوٹی پر تم کو حسن ہضیبی ملیں گے۔ ان تک یہ باتیں پہنچا دو۔ مجھ پر وہی گہری نظر ڈالی، تو میرے پورے وجود پر چھا گئی۔

اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں کچھ نہ فرمایا۔ مگر مجھے احساس ہوا کہ میں فی الواقع باتیں سن چکی، اور ان کا مقصد بھی سمجھ چکی ہوں۔

رسول اللہ نے اپنا ہاتھ پہاڑ کی طرف اٹھایا، تو میں نے اپنے آپ کو اس پر چڑھتا ہوا پایا۔ چڑھنے کے دوران راستہ میں خالدہ و علیہ ہضیبی ملیں۔ میں نے ان دونوں سے دریافت کیا۔ کیا تم ہماری ہمسفر ہو۔ دونوں نے اثبات میں جواب دیا، میں ان دونوں کو چھوڑ کر چلتی رہی۔ چند میٹر بعد میری ملاقات امیہ و حمیدہ قطب اور ناظمہ عیسیٰ سے ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کیا تم ہمارے ساتھ چل رہی ہو؟ انھوں نے کہا۔ ہاں! میں چڑھتی رہی یہاں تک کہ چوٹی پر پہنچ گئی، اور اس کے درمیان میدان میں فرش بچھا تھا۔ جس پر گاؤ تکئے اور مسند لگی تھی۔ بیچ میں ہضیبی تشریف رکھتے تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھا تو کھڑے ہو کر مجھے سلام کیا، اور میری آمد سے خوش ہوئے، میں نے مصافحہ کرتے ہوئے ان سے کہا۔ میں نبی کریم صلعم کی جانب سے چند باتیں بطور امانت آپ کو پہنچانے کی ذمّہ دار ہوں۔

انھوں نے جواب دیا۔ وہ مجھ تک پہنچ گئیں۔ الحمد للہ ہم بیٹھ گئے۔ گویا یہ باتیں لفظاً نہیں بلکہ معناً روحانی طریقہ پر منتقل کی گئیں، اور ان کی تصویر کشی کر دی گئی۔

میں جب ہضیبی کے پاس بیٹھی تو پہاڑ کے دامن میں زمین پر ایک ٹرین میں دو ننگی عورتوں کو دیکھا۔ میں نے ہضیبی کو متوجہ کیا تو انھوں نے بھی ٹرین دیکھی، میں منظر دیکھ کر سخت رنجیدہ تھی تو مجھ سے ہضیبی نے کہا، کیا تم کو ان پر کوئی اعتراض ہے؟ میں نے جواب دیا۔ ہاں! انھوں نے کہا۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ ہم جہاں پہونچے ہیں وہاں اپنے ہاتھ پیر سے آئے ہیں بلکہ اللہ کا ہم پر فضل ہے، ان دونوں کی فکر میں اپنے آپ کو ملول نہ کرو۔

زینب ۔ ہمارے لئے جدّوجہد ضروری ہے تاکہ ان کو درست کر سکیں۔

ہضیبی ۔ کیا تم ذاتی طور پر کر سکتی ہو۔

زینب ۔ خدا کی مدد سے۔

ہضیبی - اللہ کی عطا کردہ نعمت پر ہمیں شکر بجالانا چاہیئے ، انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا دیئے گویا وہ شکر بجالارہے ہیں تو میں نے بھی اپنے ہاتھ اُٹھا کر ان کے ساتھ اللہ کی حمد وثنا کی اور ہم بار بار الحمد للہ دہرا رہے تھے کہ میری آنکھ کھل گئی ۔

پھر کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے میں ڈرتی بلکہ میں خنکی ، سلامتی ورحمت اور اطمینان محسوس کرنے لگی کیونکہ خواب نے میرے درد اور قلبی حزن کو دور کر دیا تھا ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور میری راہ میں اذیتیں اُٹھائیں ، جنگ کی اور شہید ہوئے ، میں ان کے گناہوں کو بخش دوں گا اور انھیں ضرور ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی ، اللہ کی طرف سے بدلہ کے طور پر اور اللہ کے پاس بہتر جزا ہے ، ان لوگوں کی تبدیلی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے جنہوں نے ملک میں کفر کیا ، اے مومنو ! صبر کرو ، صبر کی تلقین کرو ، ایک دوسرے سے ربط قائم کرو اور اللہ سے ڈرو شاید تم فلاح پاسکو "

یومِ موعود

فیصلہ کے دن ہم بیدار ہوئے تو ہمیں کورٹ لیجانے والی گاڑیوں کے انتظار میں آفس پہونچا دیا گیا ، تقریباً آٹھ بجے جیل کا میدان پولیس ، فوج کے افسروں اور فوجیوں سے بھر گیا گویا وہ محاذِ جنگ پر جارہے ہوں ، ایک گاڑی آئی ، ہم اس پر چڑھ گئے جسے چاروں طرف سے فوجی افسروں اور فوجیوں نے گھیر لیا ، عدالت میں پہونچتے ہی ہمیں کٹہرے میں داخل کر دیا گیا ، ہماری تعداد ۴۳ تھی ۔

۱۔ سیّد قطب
۲۔ محمد یوسف ہواش
۳۔ عبد الفتاح عبدہ اسماعیل
۴۔ احمد عبد المجید عبد السمیع
۵۔ صبری عرفہ ابراہیم الکومی
۶۔ مجدی عبد العزیز متولی
۷۔ عبد المجید یوسف عبد المجید الشاذلی
۸۔ عباس سعید السیسی

۹۔ مبارک عبدالعظیم محمود عیاد

۱۰۔ فاروق احمد علی المنشاوی

۱۱۔ فائز محمد اسماعیل یوسف

۱۲۔ ممدوح درویش مصطفیٰ الدیوی

۱۳۔ محمد احمد محمد عبدالرحمٰن

۱۴۔ جلال الدین بکری دیساوی

۱۵۔ محمد عبدالمعطی ابراہیم الجزار

۱۶۔ محمد المامون یحییٰ ذکریا

۱۷۔ احمد عبدالحلیم السروجی

۱۸۔ صلاح محمد محمد خلیفہ

۱۹۔ سید سعدالدین السید شریف

۲۰۔ محمد عبدالمعطی عبدالرحیم

۲۱۔ امام عبدالطیف عبدالفتاح غیث

۲۲۔ کمال عبدالعزیز العرفی

۲۳۔ فواد حسن علی متولّی

۲۴۔ محمد احمد البحیری

۲۵۔ محمدی حسن صالح

۲۶۔ مصطفیٰ عبدالعزیز الخضیری

۲۷۔ السید نزیلی محمد عوضیہ

۲۸۔ مرسی مصطفیٰ مرسی

۲۹۔ محمد بدیع عبدالمجید محمد سامی

۳۰۔ محمد عبدالمنعم شاہین

۳۱۔ محمود احمد فخری

۳۲۔ محمود عزت ابراہیم

۳۳۔ صلاح محمد عبدالحق

۳۴۔ حلمی محمد صادق حتحوت

۳۵۔ الحصام یحییٰ عبدالمجید بدوی

۳۶۔ عبدالمنعم عبدالرؤف یوسف عرفات

۳۷۔ محمد عبدالفتاح رزق شریف

۳۸۔ زینب الغزالی الجبیل

۳۹۔ حمیدہ خطب ابراہیم

۴۰۔ محیّ الدین ھلال

۴۱۔ عشاوی سلیمان

۴۲۔ مصطفیٰ العالم

ہماری تعداد کو مکمل کرنے والا ”علی عشاوی“ تھا۔ جو دنیا کی ذلیل زندگی کی خاطر دین کو بیچ کر وعدہ معاف گواہ بن گیا تھا۔

جب ہم کٹہرے میں داخل ہوئے، اور انصاف کے دُشمن جج بن کر مسندِ عدالت پر بیٹھ گئے تو ہم میں سے ہر ایک کا نام یکے بعد دیگرے پکارا جاتا، اور پوچھا جاتا کہ کیا ہمیں عدالت کے فیصلے پر کوئی

اعتراض ہے ۔ برادر جواب دیتا ۔ ہمیں اشخاص سے اعتراض نہیں بلکہ ہمیں اس پر یعنی خاتون پر اعتراض ہے ۔جس کے ذریعہ ہمارا فیصلہ کیا جا رہا ہے، کیونکہ وہ جاہلی قانون ہے ، اور ہم صرف اللہ کے قانون و شریعت کو فیصلے کا ذریعہ سمجھتے ہیں ۔

جب ہم سب سے پوچھ لیا گیا، تو بتایا گیا کہ عدالت نے طے کیا ہے کہ زینب الغزالی اور حمیدہ قطب کا فیصلہ الگ سنایا جائے ۔اس کے بعد ہمیں کٹہرے سے باہر نکال دیا گیا ۔ہم نے ہال میں موجود خاندان کے بعض افراد کو اشارہ سے سلام کیا ۔پھر ہمیں ایک کمرے میں عدالت جاری رہنے تک کی مدت کے لئے بند کر دیا گیا ۔پھر گاڑی سے جیل بھیج دیا گیا ۔ یہ اپریل ۶۶ء کی دسویں تاریخ تھی ، اور ہم جیل کی کوٹھریوں میں ۱۷ مئی ۶۶ء تک رہے ، تاکہ عدالت کا ڈرامہ دیکھ سکیں ۔

باب ششم

کورٹ

عظیم تر جاہلیت

فیصلہ سنا دیا گیا

اللہ کی رضا کے لئے چند لمحات

پھانسی سے پہلے آخری بھاؤ تاؤ

اور طاغوت نے فیصلہ نافذ کر دیا

فیصلہ کے بعد جیل کے آخری ایام

میرے شوہر کی وفات

نئے پڑوسی ساتھ آملے

عبدالناصر پر مقدمہ چلنا چاہیئے۔

باب ششم

کورٹ

۱۷ مئی کی صبح کو ہمیں عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا۔ سیشن کی صدارت کرنل وجوی کر رہا تھا۔ جس کی رگیں پھولی ہوئی تھیں۔ جیوری کے بقیہ لوگ اس کے دائیں طرف تھے۔ اٹارنی کے قریب ایک میز پر کئی صحافی اکٹھا تھے جو اجلاس سے پہلے ہی آ گئے تھے۔ وہ لوگ ہماری تصویریں لینے لگے۔ ان کے ساتھ عبدالعظیم نامی ایک صحافی تھے۔ جو کبھی کبھار خواتین کے مرکز میں بعض سرگرمیوں کی تصویریں لینے کے لئے آیا کرتے تھے۔

زینب۔ (عبدالعظیم سے مخاطب ہو کر) اے عبدالعظیم ان تصویروں کو حفاظت سے رکھنا شاید ان کی ہمیں ضرورت پیش آئے۔ اس نے قربت کے خیال سے کہا کہ حاضر ہوں۔ یہ اس کی بہادری تھی۔ مگر جواب دیتے وقت وہ کانپ اٹھا۔ اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا، رنگ بدل گیا، اور چند سکنڈ بعد وہ ہال سے غائب تھا۔

زینب۔ (صحافیوں سے مخاطب ہو کر) کیا کر رہے ہو؟

وجوی نے مقدمہ کی کارروائی میرا نام پکار کر شروع کی۔ میں کٹہرے سے اس کے سوالات کے جوابات دینے کے لئے نکلی، وہاں جتنے بھی سوالات کئے گئے۔ ان کی تفتیش کے دوران میرے بیان سے ان کا کوئی واسطہ بھی نہ تھا۔ میں نے اس سے کہا، یہ باتیں میں نے ان سے نہیں کہیں۔ میں نے صرف دو سوالات کے جوابات دیئے۔

وجوی۔ حسن ہضیبی کا بیان ہے کہ چار ہزار جنیہہ جو تم نے ان کو دیئے وہ اپنے شوہر

سے چوری کئے ہوئے تھے۔

زینب - چار ہزار جنیہ اخوان کے چندے تھے جو قیدیوں کے خاندان، ان کی غذا، کپڑے، تعلیم وغیرہ کے لئے تھے، وہ ہزاروں خاندان جن کو جمال عبدالناصر نے ۱۹۵۴ء کے مقدمات کے بعد منتشر و تباہ کر دیا۔

وجومی - لرزہ براندام ہو کر گویا کسی بچھو نے ڈس لیا ہو۔

جب تمہارا پیر ٹوٹ گیا تھا تو کیوں تمہیں اس رقم کا اندیشہ تھا؟ تمہارے پاس عبدالفتاح اسماعیل ہسپتال میں کیوں آئے تھے؟ جن کو تم نے اپنے گھر کے سیف سے وہ رقم لینے کو بھیجا تاکہ وہ اسے ہضیبی کو دیدیں۔

زینب - چونکہ وہ دعوت اسلامی کا سرمایہ تھا، وہ رقم ان مجاہد قیدیوں کی تھی جن کے خاندانوں کو تم نے منتشر کر دیا، اگر میں مرجاتی تو اسے میرے ورثاء لے لیتے حالانکہ وہ میری ملکیت نہ ہوتی بلکہ دعوت اسلامی کی ملکیت تھی۔

وجومی - وہ تنظیم کی مِلک ہے جس سے تم اسلحے خریدتے، ہضیبی کا بیان ہے کہ وہ اس رقم کی آمد کے بارے میں واقف نہیں، تم نے ضرور شوہر کا مال چرایا ہے؟

اٹارنی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا - سید قطب کے بیان کے مطابق انھوں نے حمیدہ سے بڑے پیمانہ پر اور خوب ٹیکس لینے کے لئے کہا۔

زینب - یہ نہیں ہوا۔

اٹارنی - کیا سید قطب جھوٹ بولتے ہیں؟

زینب - خدا انھیں کذب سے بچائے۔

بس اٹارنی کی زبان سے مغلظات گندی نالی کی طرح رواں ہو گئے، میں سخت حیران تھی، کیونکہ میں جو گندے الفاظ عدالت کے ہال میں سن رہی تھی اس کی توقع نہ تھی۔ کیا طاغوت اس طرح مصر میں شرافت و اخلاق کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے؟

وجوی نے سوال وبحث کا سلسلہ مجھ سے ختم کر دیا، چنانچہ میں کٹہرہ کو لوٹ گئی، پھر حمیدہ سوالات وجوابات کے لئے نکلی، جب وہ جواب سے فارغ ہوئی تو کٹہرہ میں واپس آگئی پھر اٹارنی نے بیان دینا شروع کیا مجھے نہیں معلوم کہ اسے عدالتی کاروائی کہنا درست بھی ہوگا جس میں اٹارنی شرفا کو گالیاں دے۔ تہمتیں لگائے اور مغلظات کے استعمال میں پست تر درجہ سے بھی گر جائے، اٹارنی کے نام سے بولنے والے انسان کے چہرہ پر ایسی سیاہی تھی جو پورعدالت میں پھیلتی جارہی تھی۔ مجسم باطل کو عدالت میں دیکھ کر میرا سینہ اُبلنے لگا چنانچہ میں نے کچھ کہنے کے لئے ہاتھ اٹھا دیا تو وجوی (جو جج ہونے کا مدعی تھا) نے سمجھا کہ شاید میں ان کی دھمکیوں اور اٹارنی کے مجھے پھانسی دیئے جانے کے مطالبہ سے ڈر گئی، وجوی نے میری طرف دیکھا (اس وقت جہالت اس کے چہرہ پر چھا گئی تھی) اور بولا ــ کہو ــ

میں نے ذرا توقف کیا اور پھر کہا ــ بسم اللہ الرحمن الرحیم ، ہم قوم کے امین، کتاب کے وارث اور شریعت کے محافظ ہیں۔ ہمارے لئے رسول اللہ بہترین نمونہ ہیں، راہِ حق پر ہم ثابت قدمی کے ساتھ چلتے رہیں گے حتیٰ کہ توحید ورسالت کا علم بلند کردیں تاکہ امت اسے اختیار کر سکے، ظالموں کے مکر وفریب میں اللہ ہی بہتر وکیل اور ہمارے لئے کافی ہے، اور میں اٹارنی وجج دونوں کی طرف بیک وقت اشارہ کرتی ہوئی دہرانے لگی، اس باطل وبہتان طرازی میں اللہ ہی ہمارے لئے کافی اور بہتر کارساز ہے۔ وجوی پر گویا ہسٹریائی دورہ پڑ گیا وہ چیخنے لگا۔ "خاموش، خاموش یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ اسوہ کے معنی " دی " کے ہیں، اور وہ اس کو دہرانے لگا تب پورا ہال ہنس پڑا کہ جج اسوہ کا معنیٰ بھی نہیں سمجھتا۔ عبدالناصر اس طرح اپنے آدمی منتخب کیا کرتا تھا، کیا اس کے بیکار دوست ومعاونین نقصان دہ ثابت نہ ہوتے، میں بیٹھ کر بولنے لگی کہ جہالت مکمل فساد ہے جو ہر برائی کو لاتی ہے۔ تاریخ آج منصفوں اور قاضیوں کو دیکھ لے۔

اجلاس ختم ہوا اور ہم جیل واپس آگئے، ہم میں سے ہر ایک اپنی کوٹھری کو لوٹ گیا، بعد میں عدالت میں بولنے کے نتیجہ میں خبر لی گئی۔

عظیم تر جاہلیت

میرا گمان تھا کہ عدالتی کارروائی کے ساتھ میری مصیبتوں اور تکلیفوں میں کمی آئے گی، لیکن مجھے دوبارہ تحقیق و تفتیش کے لئے دفاتر میں طلب کیا گیا اور مجھ سے چند افراد کے متعلق دریافت کیا گیا مگر جب میں نے ناواقفیت کا اظہار کیا تو مجھے نئے سرے سے دیوار کی جانب رُخ کر کے کھڑا کر کے سزائیں دی جانے لگیں، اُس طرح اذیتوں کا سلسلہ مقدمہ کے دوران بھی جاری رہا، کیا تاریخ میں کسی عدالت یا تحقیقاتی ادارہ میں ایسا ہوا؟ کیا ابتدائی دعوت اور جاہلیت قریش کی سیہ کاریوں میں ایسا ہوا؟ ـ نہیں، بالکل نہیں ـ تاریخ تو گواہ رہ ـ

فیصلہ سنادیا گیا

فیصلہ سنائے جانے کے دن مجھے اور حمیدہ کو جیل سے نکال کر ایک گاڑی میں بٹھایا گیا جو مردوں کی موٹر کے پیچھے محافظین کی پاسبانی میں ہم فیصلے سننے کے لئے گئے۔

ہم ایک کمرہ میں بیٹھے مردوں کے فیصلے ہونے تک اپنی باری کے منتظر رہے پھر ہمیں ہال میں پہونچایا گیا جہاں ایک افسر نے میرا نام پکار کر کہا ـ " زینب الغزالی کو ۲۵ سال قیدِ بامشقت اور تمام املاک کی ضبطی کی سزا دی جاتی ہے "۔

میں نے کہا ـ اللہ اکبر و للّٰہِ الحمد " اللہ، دعوتِ حق، اور دعوتِ اسلامی کی راہ میں " کمزوری نہ دکھاؤ اور غم نہ کرو تم ہی سربلند رہو گے اگر مومن بن کر رہے "۔

پھر اس نے حمیدہ قطب کا نام پکار کر کہا ـ " دس سال قید بامشقت " بس جلدی سے میں نے اُسے سینہ سے لگا لیا اور میں کہتی جا رہی تھی اللہ اکبر و للّٰہِ الحمد، اس قرآنی حکومت کی راہ میں جہاں قرآن و سنّت کی حکمرانی ہوتی ـ یہی دہراتے دہراتے ہم عدالت کے میدان میں پہونچ گئے، وہاں گاڑیوں میں اخوان کو دیکھا، ہمیں ان کے فیصلے کے متعلق سخت فکر تھی

جیسے ہی ان کی نظر ہم پر پڑی وہ چلا کر پوچھنے لگے ۔ او زینب بہن ؟ ۔ میں نے کہا۔ اسلامی حکومت کی راہ میں ۲۵ سال قید بامشقت ۔

انہوں نے دریافت کیا ، حمیدہ بہن ؟۔میں نے بتایا ۔ دعوتِ اسلامی اور اللہ کے راستہ میں ۱۰ سال قید بامشقت ۔

میں نے ان لوگوں سے برادر سید قطب، برادر عبدالفتاح ، یوسف ہواش اور دیگر اخوان کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا ۔" اللہ کی راہ کے شہید" میں سمجھی کہ پھانسی دیدی گئی ۔ میں نے فوراً کہا ، اے اللہ اسے اس اسلامی حکومت کی راہ میں قبول فرما جہاں قرآن وسنت کی حکمرانی ہوگی ۔ انشاءاللہ ۔

صفوت اور جیل کے دوسرے فوجی آگئے ، انھوں نے مجھے اور حمیدہ کو زبردستی ایک چھوٹی سی گاڑی میں ڈال دیا ، اخبارات کے نامہ نگار ہم لوگوں کی تصویر لینے کے لئے پہونچے تو میں نے ایک کے کیمرہ پر حملہ کر کے اُسے توڑ دینا چاہا ، میں نے چلا کر کہا ۔۔ اے ظالموں کو شاباشیاں دینے والو ! اے طاغوت کے دسترخوان پر حرام کھانے والو، تم لوگ کیا کر رہے ہو؟

ہم جیل واپس پہونچے تو ہمارے اقدام پر خبر لی گئی، فیصلہ سنانے کی اس تاریخ سے حمیدہ اور مجھے دونوں کو ایک کمرہ میں رکھا جانے لگا ۔

اللہ کی رضا کے لئے چند لمحات

فیصلہ ہو جانے کے پانچ دن بعد برادر سید قطب نے کوٹھری کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کھول کر اندر آئے ان کے ساتھ جیل کا افسر انچارج بھی تھا ۔ افسر واپس چلا گیا اور صفوت و سید قطب دونوں رہ گئے ۔ میں نے کہا ۔ بھائی سید خوش آمدید، ہمارے لئے یہ بہت ہی قیمتی اور مسرت افزا لمحات ہیں جو خدا کی جانب سے ہیں تاکہ آپ ہمارے پاس بیٹھیں ۔

وہ ہم سے موت اور اس کے وقت کے متعلق گفتگو کرنے لگے کہ وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور خدا کے سوا کوئی اس کے بارے میں فیصلہ نہیں کر سکتا، انھوں نے ہمیں خدا کی رضا جوئی اور خود سپردگی کا حکم دیا اور گفتگو ہی اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنے سے متعلق تھی، انھوں نے حمیدہ سے بعض باتیں آہستگی سے کہیں اور مجھ سے بھی چپکے سے چند کلمات کہے، تب صفوت غصہ میں ڈانٹنے لگا اور ملاقات ختم ہوگئی۔

سرکش وظالم اس طرح زندگی کے ہر لمحہ میں بھی بھلائی کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں، امام شہید نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا۔ کوئی پرواہ نہیں، ہمیں اپنے دلوں میں صبر کو جگہ دینی چاہیئے اور سلام کر کے واپس چلے گئے۔

پھانسی سے پہلے آخری بھاؤتاؤ

سرکشوں نے پھانسی دینے کی رات حمیدہ کو بلایا اور اس سے گفتگو کی جو آپ خود اسی کی زبان سے سنیئے۔

حمیدہ نے بتایا کہ حمزہ نے مجھے اپنے آفس طلب کر کے پھانسی کا حکم مع تصدیق دکھاتے ہوئے بولا۔ حکومت اس حکم میں تخفیف کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ تمہارا بھائی ہماری مرضی کے مطابق جوابات دے۔ پھر کہنے لگا۔ تمہارے بھائی کی پھانسی پورے ملک مصر کا خسارہ ہے، مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ چند گھنٹوں بعد اس انسان کو ہم کھودیں گے، ہم ہر طریقہ اور ہر صورت میں پھانسی سے بچانے کے لئے تیار ہیں، وہ چند باتیں کہہ دیں بس پھانسی کی سزا سے بچ جائیں گے چونکہ ان پر تمہارے علاوہ کوئی اثر انداز نہیں ہو سکتا، اس لئے تنہا تم ان سے یہ باتیں کہنے کی ذمہ دار ہو، میں یقیناً گفت وشنید کا مکلف ہوں، مگر اس معاملہ میں تم سے زیادہ بہتر کوئی اور نہیں، چند باتیں وہ کہہ دیں اور سارا مسئلہ حل۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ یہ کہیں کہ اس تحریک کا اصل تعلق کہیں اور سے ہے پھر وہ خرابی صحت کی بنیاد پر رہا کر دیئے جائیں گے۔

زینب ۔ مگر تم جانتے ہو (عبدالناصر بھی واقف ہوں گے) کہ اس تحریک کا تعلق کسی اور ملک یا طاقت سے نہیں۔

حمزہ ۔ ہر شخص جانتا ہے کہ صرف تم ہی لوگ مصر میں عقیدہ اسلامی کی خاطر کام کر رہے ہو، اور تم ملک کے بہترین لوگوں میں ہو لیکن ہم تو سید قطب کو پھانسی سے بچانا چاہتے ہیں۔

زینب ۔ اگر تمہارا ہائی کمان یہ بات پہونچانے پر مُصر ہی ہے تو کوئی حرج نہیں۔

حمزہ ۔ صفوت کی جانب نگاہ اٹھا کر ۔ صفوت اسے اس کے بھائی کے پاس لے جاؤ۔

میں اپنے بھائی (سید قطب) کے پاس گئی اور سلام کے بعد جیل کے افسر کی بات پہونچا دی۔ انھوں نے میری طرف غور سے دیکھنا اور چہرہ کے تاثرات کا جائزہ لینا شروع کیا، گویا وہ کہہ رہے تھے ۔ کیا یہ تمہارا مطالبہ ہے؟ یا ان کا؟ میں نے اشارہ سے بتایا کہ یہ میری بات نہیں تب انھوں نے مجھ پر گہری نظر ڈالتے ہوئے کہا، خدا کی قسم جو باتیں میں نے کہیں وہ سچ ہیں تو روئے زمین کی کوئی طاقت بھی مجھے اس کے کہنے سے نہیں یا زرکھ سکتی مگر ایسا نہ ہوا میں نے کوئی غلط بات نہیں کہی۔

صفوت نے پوچھا ۔ کیا یہ تمہاری رائے ہے؟

تب صفوت نے ہم لوگوں کو وہاں چھوڑ کر واپس جاتے ہوئے کہا، بہرحال تھوڑی دیر بیٹھو اور کوشش کرو۔

میں نے اپنے عزیز تر بھائی کو ابتداء سے پورا واقعہ بتایا اور کہا کہ حمزہ نے مجھے بلا کر پھانسی کا حکمنامہ دکھایا اور مجھ سے درخواست کی کہ آپ سے یہ مطالبہ کروں۔

بھائی نے پوچھا ۔ کیا تم اس پر خوش ہو گی، میں نے کہا، نہیں وہ بولے، نفع و نقصان لوگوں کے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے بلکہ عمریں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، لوگ میری زندگی. عمر بڑھانے یا گھٹانے کا فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے، وہی تمام چیزوں پر محیط ہے۔

اور طاغوت نے فیصلہ نافذ کر دیا

چند دنوں بعد ہم نے امام شہید سید قطب، شہید عبدالفتاح اسماعیل، شہید محمد ہواش کو پھانسی دیئے جانے کی خبر سُنی جو ہم پر بجلی بن کر گری، ان میں سے ہر ایک کریم النفس، عالی ظرف عزیز و مجاہد تھا اور سید کی بہن جیل کی کوٹھڑی میں میرے ساتھ ہے، میں کیسے اس کی غمخواری کروں، کیسے اس کا حُزن و ملال کم کروں؟ میں کر ہی کیا سکتی ہوں، میں اپنا غم کیسے ہلکا کروں، بڑا دلدوز و المناک سانحہ ہے، زخم گہرا ہے، سید قطب اور اخوان کا اللہ کی راہ میں جہاد اور اسی کے راستہ میں پھانسی کوئی معمولی بات نہیں۔

سیّد قطب بلند پایہ مفسر قرآن اور داعی اسلام ہیں، کتاب اللہ کے فہم و شرح اور قوتِ استدلال و زورِ بیان میں یکتائے روزگار ہیں، اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑنے والے اور خدا کی مدد کرنے والے ہیں۔

کیا وہ اس عظیم تفسیر ”فی ظلال القرآن“ کے مصنّف نہیں، جس نے کتاب اللہ میں غور و فکر اور اس کے احکام سے واقفیت کا نیا دروازہ کھولا اور وضاحت سے بتایا کہ ان کو کیسے نافذ کیا جا سکتا ہے۔

یہ وہی سید قطب ہیں جنھوں نے سورہ انعام کے مقدمہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ راستہ کہاں اور کیا ہے؟

سید قطب، اسلام میں عدل اجتماعی، اسلام کا روشن مستقبل، مناظرِ قیامت، التصویر الفنی فی القرآن ھذا الدین کے علاوہ مختلف قرآنی علوم میں ۲۰ سے زائد کتابوں کے مصنّف ہیں۔

اس جیسے حادثہ میں یہ خیالاتِ غم کا مداوا نہیں کر سکتے۔ جادۂ منزل کا مطالعہ کیجیے تاکہ شہید قطب کو پھانسی دیئے جانے کا سبب معلوم ہو۔

امام قطب نے دونوں بڑی طاقتوں میں اسلامی بیداری کے لئے پوری توجہ مرکوز

کردی تاکہ دونوں Super Power کی حکمرانی کا خاتمہ ہو اور دنیا پر جاہلیت کے بجائے اسلامی شریعت کا بول بالا ہو۔

ہاں! اسلامی بیداری اور احیاءِ اسلام کا مفہوم ہی یہ ہے کہ امیریکہ و روس کی طاقت کا زوال و خاتمہ ہو اور عالم میں شریعت اسلامی قوت بن کر حکمرانی کے لئے اُبھرے تاکہ "خیرامتہ اخرجت للناس" کا مصداق سامنے آئے اور انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا" اور اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا چاہے کفّار کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

فیصلہ کے بعد جیل کے آخری ایّام

فیصلہ کے نفاذ کے دن میں نے سیّد قطب کو نماز فجر کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں، سن لو! میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہوں ہا میں نبی کریم صلعم کے ساتھ مدینہ میں ہوں کہ میری آنکھ کھل گئی۔ چنانچہ میں نے حمیدہ سے خواب بیان کیا۔

پھانسی کے دوسرے دن صبح نماز فجر کے بعد مجھے خاتم صلوٰۃ کے اذکار پڑھتے پڑھتے پھر نیند آگئی، کہ میں نے ایک آواز سنی" سید فردوس اعلیٰ میں اور ان کے ساتھی علّیین میں ہیں" میری نیند ٹوٹ گئی تو میں نے حمیدہ سے بتایا، چنانچہ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور وہ بولی مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ وہ فردوس اعلیٰ میں ہوں گے، میں نے اس سے کہا یہ خواب اللہ سبحانہ کی جانب سے مواساۃ و اثبات حقیقت ہے۔

ہاں اللہ کا حکم نافذ ہو کر رہا اور ہم نے ایسی سختیوں میں زندگی گذاری جس کے برداشت کی قوت انسان میں نہیں بلکہ ہمیں خیال ہوا کہ ہم خاموش زخموں پر پٹیاں باندھ کر تفتیش و تحقیق کے نام پر ظلم و زیادتی سہتے ہوئے زندگی گذاریں گے، فیصلے کے نفاذ کے بعد معرکہ ختم ہو گیا۔ مگر کہاں؟ کیسے؟ فاجر مجھے آفس میں بلاتے اور میں حمیدہ کو غم و الم اور میری واپسی تک تشویشناک انتظار میں تڑپتا چھوڑ کر جاتی اور جب لوٹ کر آتی تو بتاتی

کہ ظالموں نے مزید مسلمانوں کو گرفتار کرلیا ہے، مجھ سے غیر معروف اشخاص کے بارے میں دریافت کیا جاتا، دراصل کسی دوسرے کیس میں پھانسنے کی کوشش کی جاتی کیونکہ ۲۵ سال قید بامشقت کی سزا شیطانوں کے خیال میں کافی نہ تھی۔

ہاں! ہم فیصلے کے نفاذ کے بعد بھی دھمکیوں سے گھٹتی فضا میں جیل کی زندگی کے دن گنتے رہے اور اذیت و مصیبت سے چھٹکارا پل بھر کے لئے بھی نہ مل سکا، البتہ قرآن سے ہمیں بہتر سکون ملا کیونکہ اللہ نے سچ کہا۔" سنو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو صبر و اطمینان حاصل ہوتا ہے" ہم نے اخبارات کا مطالعہ کیا چنانچہ حمزہ نے جیل میں موجود ہماری امانت رقم کے عوض لاکر دینے کا وعدہ کیا، اخبار کی آمد سے شدید بے تعلقی کا احساس کم ہوا کیونکہ چہار دیواری کے باہر زندہ افراد کی خبریں ملنے لگیں۔

ہم نے سجن حربی میں شدید تکلیف و مصیبت کے دن گذارے کیونکہ عبدالناصر کی حکومت کے خلاف سازشوں کا سلسلہ رُکتا نہ تھا اور جب کسی فوجی سازش کا انکشاف ہوتا زینب سے پوچھ تاچھ کے لئے تشدد و دھمکی کی ہر ممکنہ صورت اختیار کی جاتی، ہر دن کوئی نہ کوئی سازش ہوا کرتی اور نزلہ زینب پر گرتا۔

میرے شوہر کی وفات

فیصلہ سن کر میں واپس آئی میں نے تو حمزہ بسیونی سے کہا وہ میرے شوہر کو بلا بھیجے کیونکہ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔ جب وہ نہ آئے تو میں نے دوبارہ مطالبہ کیا چنانچہ مجھے جیل کے آفس میں بلا کر میرے اصرار کی وجہ دریافت کی گئی تو میں نے جواب دیا" میں ۲۵ سال ان کو رشتہ زوجیت سے بندھے رہنے کے سلسلہ میں چھوٹ دینا چاہتی ہوں تاکہ وہ اس کے بعد اپنے تصرفات میں آزاد ہیں۔

حمزہ نے سختی سے جواب دیا ۔۔۔ عبدالناصر اپنا کام کریں گے۔ وہ تمہیں پھانسی نہ دیں گے

بلکہ دھیرے دھیرے مار ڈالیں گے۔

میں نے جواب دیا۔ اللہ کارساز ہے عبدالناصر، تم اور پوری دنیا مل کر بھی درخت کا ایک پتہ نہیں گرا سکتی اگر اللہ نہ چاہے۔

حمزہ ۔ ہم عنقریب تمہارے پاس طلاق نامہ لے آئیں گے۔

میں یہ کہتی ہوئی باہر نکل گئی ۔ تم لوگ جانور ہو۔

میں سیل واپس آگئی، بڑے جان گسل دن گذرے، ایک دن فجر کی نماز میں تلاوت کے دوران اونگھ آگئی تو خواب میں اپنے شوہر کی تصویر وفات پا جانے والوں کے صفحہ میں نظر آئی جسے میں پڑھ رہی تھی۔ آنکھ کھلی تو میں دہرا رہی تھی۔ اے اللہ میں تجھ سے موت کو واپس کرنے کی درخواست نہیں کرتی بلکہ اس میں نرمی ولطف کی گذارش کرتی ہوں۔

اور میں نے حمیدہ کو بھی یہی دعا دہرانے پایا، مجھے حیرت ہوئی مگر میں نے اس سے خواب کا تذکرہ نہ کیا پھر خواب دوبارہ نظر آیا۔

جمعہ کے دن اخبارات پہونچے تو میں صفحات پلٹنے لگی اچانک میرے شوہر کے انتقال کی خبر نظر آئی، میں نے کلمہ شہادت اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا اے حاجی محمد آپ جنت میں ہوں گے انشاء اللہ۔

پھر میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور بے ہوش ہوگئی، میرے لئے ڈاکٹر بلایا گیا، کئی دن گذر جانے کے بعد خاندان کے لوگ ملاقات کے لئے آئے ان سے معلوم ہوا کہ عبدالناصر اور اس کی فوج نے میرے شریف نیک شوہر حاجی محمد سالم کو دو چیزوں میں کسی ایک کے اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، تیسرے کی کوئی گنجائش ہی نہ رکھی۔

۱ ۔ زینب الغزالی کو طلاق دیدو یا

۲ ۔ جیل جانے کے لئے تیار ہو جاؤ

میرے شوہر نے غور وفکر کے لئے دو ہفتے کی مہلت طلب کی تو انھوں نے فوری جواب

پر اصرار کیا۔ اور ابوالوفاد نے حاجی محمد کو ناصر کے حکم کے نفاذ کی دھمکی دی بلکہ فاجر مأذون تک کو لے آئے تاکہ وہ طلاق کی کارروائیاں مکمل کرا سکے۔

میرے شوہر نے ان کی تحریر پر دستخط کرتے ہوئے کہا: اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں نے اپنی بیوی زینب الغزالی کو طلاق نہیں دی۔ بلکہ انھوں نے یہ بھی کہا — میری موت قریب ہے مجھے عزت و کرامت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہونے دو۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے آخری دم تک وہ مجھ سے وابستہ رہیں۔ اور یہی ہوا بھی۔ میرے شوہر مریض تھے۔ فیصلوں کی تفصیل سن کر وہ نفسیاتی اضمحلال کا شکار ہو گئے اس سے پہلے ہی عبدالناصر کے ان کی کمپنیوں مال و اسباب گھر، زمین پر زبردستی قبضہ کرنے کی وجہ سے ان کو فالج سا ہو گیا تھا۔ اللہ بس باقی ہوس۔

معاملہ زیادہ طول نہ پکڑ سکا، میرے شوہر طلاق نامہ پر دستخط کرنے کے بعد ختم ہو گئے، تب میرے گھر کو خبر ہوئی — میری بہن نے بتایا کہ جب اس نے پورا واقعہ سنا تو غصہ میں اپنے بہنوئی کی تصویر ڈرائنگ روم سے ہٹادی۔

میں نے تصویر ہٹانے پر گذارش کی کیونکہ میرے شوہر، شوہر ہونے سے پہلے اللہ کی راہ میں میرے اسلامی بھائی تھے، جب تک میں زندہ ہوں میرا گھر ان کے گھر کی حیثیت سے باقی رہے گا، ازدواجی تعلق سے پہلے عقیدہ کا رشتہ زیادہ مضبوط بنیادوں پر قائم تھا اور شادی و نکاح تو زندگی گذارنے کا ایک ذریعہ و وسیلہ ہے (اس لئے وہ عرض ہے نہ کہ جوہر) اور اسلامی رشتہ و اخوت قائم و دائم ہے اسے زوال نہیں ہے اور اس کو دنیا و مافیہا کی کسی چیز پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے معلوم ہوا کہ گھر کے لوگ انتقال کے بعد سے آخر تک موجود رہے اور جنازہ و تعزیت میں شرکت کی اور اپنی ذمہ داریاں ادا کیں جس پر مجھے کچھ تسلی ہوئی۔

تنہائی میں مجھے وہ خواب یاد آیا — (جو اللہ کا احسان ہے، جس میں مجھے حضور اکرم کی زیارت ہوئی۔ میں نے اس مصحف کے بین السطور میں خواب کی تاریخ لکھ دی جس سے میں تلاوت کرتی تھی، میں نے تاریخ ملائی تو وہ طلاق کے حادثہ کی تاریخ کے مطابق تھی۔

ہاں! میں نے خواب میں نبی کریم کو سفید لباس میں چلتے دیکھا جن کے معاً پیچھے حسن ہضیبی سفید لباس اور ٹوپی پہنے چل رہے تھے میں کھڑی تھی اور میرے ساتھ حضرت عائشہؓ دوسری متعدد خواتین کے ساتھ موجود تھیں میرے دل میں احساس ہوا کہ شاید وہ ان کی سہیلیاں ہیں مجھے وہ کچھ نصیحتیں کر رہی تھیں کہ حضور اکرم ہمارے برابر آ گئے اور سیدہ عائشہ کو پکار کر کہا۔ عائشہ صبر کرو عائشہ صبر کرو۔ اور سچ مچ حضرت عائشہؓ ہر مرتبہ میرے ہاتھ کو زور سے دباتیں اور صبر کی وصیت کرتیں۔

میں بیدار ہوئی تو حمیدہ سے خواب بیان کیا اور میں اللہ سے دعا کرنے لگی کہ وہ مجھے صبر و برداشت کی قوت دیدے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میرے لئے نئی آزمائش ہونے والی ہے چنانچہ میں اللہ سے تضرع کرنے لگی اے دعاؤں کے سننے والے، مجھے صبر و ثبات اور نصرت عطا فرما!

نئے پڑوسی ساتھ آملے

سرما کی ایک سرد رات میں سامنے والے کمرہ میں سخت ہنگامہ و شور سنائی دیا، ہم نے اپنا کمرہ کھولا، تو صلاح کار آکر قے روکنے کی وہ دوا مانگنے لگا جو اس نے صبح دی تھی، ہم نے اسے دوا دے دی۔

دوسرے دن اسی سے معلوم ہوا کہ سامنے والے کمرہ میں یمن کے وزیر اعظم اور وہاں کی حکومت کے دوسرے بیس افراد قید ہیں۔ اور شیخ ایریانی متصل کمرہ میں ہیں، مجھے ان اطلاعات پر کوئی حیرت نہ ہوئی کیونکہ مثل مشہور ہے۔ "جو رجب میں رہیگا عجائبات دیکھے گا"

کیا عبدالناصر نے یمن آزاد کر دیا جیسا کہ اس کے پروپگنڈہ کے مائیک نے شور مچایا؟

کیا آپ نے سنا کہ انگلینڈ نے جب مصر پر قبضہ کر کے اسے اپنے امپائر میں داخل کیا تو دسیوں مصر کے باشندوں کو لندن کی جیلوں میں لے گیا؟

کیا بونا پارٹ مصر پر حملہ آور ہونے کے بعد مصر کے افراد کو پیرس کے قید خانے لے گیا؟

عبدالناصر پر مقدمہ چلنا چاہیے

کیا مجھے پوچھنے کا حق ہے کہ عبدالناصر پر اس کے جرائم کی پاداش میں مقدمہ کیوں نہیں چلا؟۔ مصر اپنی تاریخ میں اس طرح کیوں نہیں رہا کہ اس کا سر بلند رہتا؟

اگر مصر ان جرائم سے بری نہ ہو سکا جو عبدالناصر کے عہد میں ہوئے تو مسئلہ بڑا سنگین ہو جائے گا؟ وہ دن آئے جس میں مصر اپنے تمام جرائم کا ذمہ دار ہو۔ اخوان المسلمین کی جماعت نے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہوئے جرائم کی مذمت و مخالفت پوری قوت سے آواز بلند کی، ابتدائی تحریک کے زمانہ میں ناصر نے اسے دھوکہ دیا چنانچہ جماعت نے اس کی تائید کی اور جب اسے پتہ چل گیا کہ وہ کون ہے اور کس کا ایجنٹ ہے تو پھر پورے ایمانی عزم کے ساتھ مقابلہ کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۹۵۴ء میں حق و باطل کے درمیان عزت و شرف کی جنگ ہوئی پھر ۱۹۶۵ء میں عزت و مجد کی رزم آرائی ہوئی۔ جی ہاں ۱۹۶۵ء کی محاذ آرائی اسلام کے اجبار و سربلندی کے لئے عزت و شرف کی جنگ تھی جب کہ طاغوت تصور کرنے لگا تھا کہ اخوان کی دعوت تاریخ کا ایک باب بن کر رہ گئی ہے، اور اب پردہ گر چکا ہے، زنداں سلاخوں کے پیچھے چند لوگ اس کی کہانیاں زندہ سلاخوں سنایا کریں گے۔ اور بس۔

۱۹۶۵ کا معرکہ اس دلیر و شیر نوجوان نسل کے حوصلوں کی جلوہ نمائی تھی جو عبدالناصر کے انقلاب کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور جس نے اپنے ذرائع ابلاغ کا زہریلا استعمال اور اپنے اقتدار کا بدترین مظاہرہ کیا۔ وہی نئی نسل جس کی دعوت اسلامی کے لئے تربیت و تنظیم ہم نے کی چنانچہ عبدالناصر پاگل ہوا تھا وہ اپنے حواریوں سے اکثر کہتا کہ میری نئی نسل کو ایک عورت اور مرد نے چھین لیا ہے۔ زینب الغزالی اور عبدالفتاح اسماعیل۔

ہاں! اس کی نئی نسل سے اسلام کے لئے ہم نے باعث فخر نوجوان تیار کیے، اس معرکہ میں ہم نے اپنے قیمتی افراد دیدیئے، امام و فقیہہ سید قطب عبدالفتاح اسماعیل جو اپنی ذات سے

خود ایک امت تھے اور محمد ہواش جو دعوتِ اسلامی کے عظیم تر انسان تھے۔

جنگی قید خانہ کے دن کٹ گئے، اور اخوان جرأت وہمت عزت وشرافت کی بلند چوٹی پر باقی رہے۔ عبد الناصر کی رسوائی اسی روز ہوگئی جب دن اس کی گاڑیوں اور فوجیوں نے پانچ جون کو جنگی قید خانہ سے شہری جیل کو منتقل کیا تاکہ ناصر کی سرکشی کے نتیجہ میں قیدیوں کو کشادہ میدان مل جائے اور اس طرح وہ اپنے عار و ذلت کو مٹا سکیں۔

ہاں! پانچ جون ذلت ونکبت اور رسوائی کا تاج لے کر آیا، حشر کے دن ناصر کلنک کا ٹیکہ لگائے اٹھے گا۔

ہاں! بیسویں صدی کے فرعون کو پانچ جون نے رسوائی و ذلت کی بیڑیاں پہنا دیں۔ کیونکہ جس نے ملک میں سرکشی کی اور فساد زیادہ پھیلایا" آخرت میں وہ رسوا اور ذلیل وخوار ہو کر رہیگا۔

ختم

باب هفتم

قناطر جیل کو منتقلی
نفسیاتی عذاب کی رات
نئے قسم کی کش مکش
شدید دشمنوں میں انسانیت نظر آئی
موت اور باغی
نئی آزمائش
آخری بھاؤ تاؤ

ساتواں باب

قناطر جیل کو منتقلی

اس ناقابل فراموش دن سے پہلے. جو کبھی بھلایا نہ جا سکے گا. ۴٫۳ جون کو کوٹھری کا دروازہ بغیر کسی موقع و مناسبت کے بار بار کھلتا اور ہم سے "ہمیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں" اس کے بعد جنگ، فلسطین و عرب وغیرہ دوسرے موضوع پر گفتگو ہونے لگتی. ہم گم صم رہے. گفتگو میں حصہ لینے والا ایک معالج بھی تھا چنانچہ میں نے اس سے دریافت کیا" کیا واقعی ہم فلسطین کو آزاد کر سکیں گے. تو اس کا چہرہ غیر اللہ کے لئے سرخ ہو گیا اور اس نے دریافت کیا. کیا مطلب؟ ـــ میں نے کہا، نتائج سے عبرت حاصل کرنا اور طاغوت جس قدر اسرائیل کے لئے دشمنی یا محبت یا ایجنٹ بننے کی خواہش رکھتا ہے اور جب تک عالمی صیہونیت دونوں بڑی طاقتوں کو حکومت کرنے کے طریقے سکھاتی رہے گی اس وقت تک حکمرانوں کے لئے بڑی طاقتوں کا حکم ماننے اور نافذ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں فلسطین اسلام ہی سے آزاد ہو گا جس دن اسلام کی حکمرانی ہو گی فلسطین آزاد ہو جائے گا.

پانچ جون کی صبح آئی مگر کمرے نہ کھلے ـ اچانک دروازہ کھلا ایک سیاہ فام فوجی نے کھولا اور چیخ کر کہا.

"عبدالناصر فتحیاب ہو گیا کمبخت" وہ فوراً واپس چلا گیا تاکہ دوسرے گالیاں دینے اور دشمن

کے متعدد جہاز گرا کر کامیابی کی خبریں سنا سکیں۔ اور وہ بھی واپس اسی لئے گیا تاکہ تیسرا عظیم لیڈر کی کامرانیوں، ظفر مندیوں کے قصے سنا سکے اسی طرح چوتھا، پانچواں۔ مگر ہم خاموش رہے۔

عصر کی اذان کے ساتھ ہی کمرہ کھلا اور صفوت آکر مجھے بہت بری طرح موٹے جوتے سے مارنے لگا، وہ میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر دیوار سے دے مارتا پھر میرے جسم پر جوتے اور لات سے ٹوٹ پڑتا اور کہتا جاتا۔ اے لڑکی!۔ ہم غالب رہے حمیدہ گھبرا کر کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی کیوں؟ کیوں؟ لیکن مجرم مجھے ملتا ہی رہا یہاں تک کہ میں بیہوش ہوگئی۔ تب اس نے چھوڑا اور اپنے ساتھ کے فوجیوں کو میری ضرورت کی تمام چیزیں کمرہ سے باہر پھینک دینے کا حکم دیا اور پھر مجھے مارنے لگا۔ اس نے کمرہ سے ہم لوگوں کو نکال کر چلنے کا حکم دیا اور خود آگے آگے گالیاں بکتا ہوا چلنے لگا، وہ کہتا جاتا۔ ہم کامیاب رہے، ہم فتحیاب رہے، وہ پانچ جون ۱۹۶۷ء عصر کا وقت تھا، ان لوگوں نے مجھے اور حمیدہ کو ایک فوجی گاڑی پر سوار کرایا جو فوجیوں اور افسروں سے بھری ہوئی تھی، موٹر سجن حربی سے نکلی، جیل کے افسران ڈرائیور کے پہلو میں بیٹھے تھے اور میں بغیر سوچے سمجھے ظلم کی سختی، مار کی شدت کی وجہ سے حسبنا اللہ ونعم الوکیل بہت بلند آواز سے دہرانے لگی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ زمین و آسمان اور پوری کائنات میرے ساتھ بول رہی اور اللہ سے شکوہ کر رہی ہے، اور جب مجھے حمیدہ خاموش رہنے کو کہتی تو میں حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے معانی میں گم ہو جاتی اور پوری کائنات کو اپنے ساتھ گویا پاتی۔

سیل میں میری پٹائی کے وقت صفوت کے بیان کے مطابق مجھے یقین تھا کہ میں پھانسی کے لئے لے جائی جا رہی ہوں چنانچہ میں اپنے پورے وجود کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہو کر قرآن کی آیت تلاوت کرنے لگی "بے شک اللہ نے مومنین سے ان کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے"

مجھے شاعر کا یہ شعر یاد آیا ؎

ولست أبالی حین أقتل مسلماً   علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی

"اگر میں اسلام کی حالت ماری جاؤں تو مجھے یہ پرواہ نہیں کہ خدا کی راہ میں کس پہلو موت آئے۔"

اور کسی کا یہ کلام ـــ

اقول لها وقد طارت شعاعاً من الابطال ویحك لن تراعی

"اس وقت جب کہ ہیروکرن بکھر اُڑ چکا تھا میں نے اس سے کہا ارے! تو نے بالکل خیال نہ رکھا۔"

فانك إن طلبت بقاء یوم علی الأجل اللذی لك لم تطاعی

"اگر تو موت کے مقرر وقت سے ایک دن زیادہ رہنے کا مطالبہ کرے تو تو نہیں کر سکتی:

فصبراً فی مجال الموت صبراً فما نیل الخلود بمستطاع

"بس موت کی راہ میں صبر کر کیونکہ دوام کا حصول کسی کے بس کی بات نہیں۔"

اچانک موٹر رک گئی اور حمیدہ مجھے زور زور سے ہلانے لگی۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ہم عورتوں کے قناطر جیل کے سامنے کھڑے ہیں۔

نفسیاتی عذاب کی رات

جیل کے پھاٹک نے ہم کو نگل لیا اور ہم جیل کمشنر کے کمرہ میں لے جائے گئے جہاں ہمارے سامانوں کی بہت باریک بینی کے ساتھ چیکنگ کی گئی، یہ رات کا وقت تھا ایک عورت جو جیلر تھی جس کا کمرہ کمشنر کے کمرہ سے متصل تھا۔ وہاں دوبارہ ہماری تلاشی لی گئی اور قیدیوں کے کپڑے پہنا دیئے گئے۔ اور ایسے کمرہ میں پہونچا دیا گیا جہاں لوہے کے مختلف کھمبوں کے علاوہ کوئی دروازہ نہ تھا، اس میں چارپائی تھی جس کا ایک حصہ ٹوٹا ہوا تھا اور دوسرے پر ایک تکیہ پڑا تھا۔ کمرہ ایک بڑے ہال سے جاملتا تھا وہاں تین وارڈ تھے جس میں عورتیں تھیں۔ مجھے پتہ چلا کہ ان کے قید کا فیصلہ چوری، نشہ آور اشیاء کی تجارت اور قتل و بدکاری جیسے جرائم کی وجہ سے ہوا ہے۔

تاریکی گہری ہونے لگی اور عشاء کی اذان سنائی دی تو ہم نے تیمم کیا اور نماز پڑھی اور سونے کی کوشش کی لیکن کافی وقت گذر گیا نیند کا کوسوں پتہ نہ تھا! رات کی سیاہی اپنی تمام تر وحشتا کی کے ساتھ ہر ہر جگہ پھیل چکی تھی۔ دلوں میں کینگی اتار دی گئی تھی، وارڈ کے دروازے اپنی تمام برائیوں کے ساتھ بند کر دیئے گئے تو اخلاقی انحطاط نمایاں ہو گیا۔ چنانچہ انسانیت پستی اور ذلت انتہا کو پہونچ گئی گویا انسان آدمیت سے عاری ہو گیا۔ جو کچھ دیکھا اور سنا اس کی وجہ سے سخت اذیت وکرب اور مجروح احساسات کے ساتھ پوری رات یونہی گذر گئی۔

ہم نے طویل گھنٹے اللہ تعالیٰ کے ذکر وتسبیح میں گذارے۔ کیونکہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان اطمینان حاصل ہوتا ہے؛

صبح کے آثار جونہی ظاہر ہوئے ہمیں سکون حاصل ہوا اور ہم نے خداوند قدوس سے دعا کی کہ وہ ہمارے لئے کشادگی ونجات کی راہ پیدا فرمائے۔

میں اس رات کو ہرگز نہیں بھول سکتی کیونکہ وہ بڑی سخت رات تھی گرچہ جلاد نہ تھے، بیٹی حمیدہ روتے روتے بے ہوش ہو جاتی اور میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتی، اور کہتی کہ ہم جس امانت وپیغام کے حامل ہیں اس راہ میں صبر وتحمل ضروری ہے۔ اللہ ہمیں صبر دے گا۔ سجن حربی میں ہماری ذات کی جو کچھ اہانت کی گئی، اور جسم کے ٹکڑے کئے گئے، کوڑوں سے مارا گیا، بھوکا، پیاسا رکھا گیا یہ سب اس رات میں جو کچھ ہم نے دیکھا اور سنا اس کے مساوی ہرگز نہ تھا اور ہمارے سامنے جاہلیت کے سراب میں انسانی برادری کا ایک بھٹکا گروہ تھا، یہ گروہ صنف نازک کا تھا جس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ آزاد ہو کر شہوت وہوس کی غلام ہو گئی ہے، جرم اس کا پیشہ ہو گیا جس میں وہ غرق ہو گئی چنانچہ وہ اپنی انسانیت، طہارت، عفت کرامت سب کو بھول بیٹھی ۔ تو وہ ایسی جانور بن گئی جو زندگی کا مفہوم زبان اور شرمگاہ کی خواہشات کے علاوہ جانتی ہی نہیں۔ اس اندھے چوپایہ کی طرح جس کی نکیل کوئی نابینا تھامے غلط ٹیڑھے میڑھے راستہ پر چل پڑا ہو۔ چنانچہ چوپایہ کو سیدھا راستہ نہ مل سکا اور اس

کی خواہشات نے اسے رزالت کے غار میں گرا دیا، اس سلسلہ میں اس کی مدد زمین میں فساد برپا کرنے والوں ملحدوں اور اہل باطل نیز شر کی طاقتوں نے کی، خواہشات، مفاسد، ظلم و تاریکی سے بھری فضا میں فجر کی اذان گونجی اور سپیدی سحر تاریک بادلوں کو چیرتی نکل گئی تو ہم نے رحمٰن و رحیم کی طرف متوجہ ہوکر نماز ادا کی اور اس کی خوشنودی کے لئے دعا کی۔

چند گھنٹوں بعد وارڈ کھلنے کا وقت ہوا تو میں نے جیلر سے کمشنر سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، وہ ایک گھنٹہ بعد ہمیں کمشنر کے آفس بلانے کے لئے واپس آئی۔

نئے قسم کی کش مکش

میں اور حمیدہ کمشنر کے پاس پہونچے تو اس نے کہا۔ کینٹین، ملاقات سب ممنوع، تم دونوں کو قیدیوں جیسے بھی حقوق حاصل نہیں تم دونوں اسی حال میں رہوگی یہاں تک کہ ہم دوسرے احکامات دیں، سمجھیں!۔

زینب۔ ہم آپ سے اس لئے ملنے نہیں آئے بلکہ یہ درخواست کرنے آتے ہیں......

کمشنر نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ تم مجھ سے ملنا چاہتی تھی، میں نے کہا ہاں! ہم کوٹھری بدلوانا چاہتے ہیں، حمیدہ نے کہا کہ ہم ایسا کمرہ چاہتے ہیں جس میں دروازہ ہو نہ کہ جانوروں کا پنجرہ۔

کمشنر۔ یہ کیا بات ہوئی؟ ہم تمہیں دوبارہ سجن حربی واپس بھیج دیں گے تو تم وہ سب دیکھو گی جو دیکھ چکی ہو۔

زینب۔ میں ایسی جگہ نہیں رہ سکتی جو جانوروں کے لائق نہ ہو،

کمشنر۔ میں کمشنر ہوں، یہ جیل ہے اور تم سب قیدی ہو۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔ ۔ پھر کھڑے ہوکر چیخا۔ آؤ، ان سب کو نکالو۔

زینب ۔ ہم جیل کے صحن میں رہیں گے لیکن ہرگز اس کمرہ کی طرف نہ جائیں گے، جو ہوگا سو ہوگا۔

کمشنر۔ جیل جیل ہے، اگر تم سننے کے لئے تیار نہ ہو تو ہم تم پر فوراً گولی چلادیں گے۔

زینب۔ قتل اس زندگی سے کم تکلیف دہ ہے اور زندگیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، اور تمہارے ہاتھوں قتل ہونا تو شہادت ہے چنانچہ اس نے اپنے آفس سے نکال کر ہم لوگوں کو جیل کے یارڈ میں چھوڑ دیا۔

تھوڑی دیر بعد کمشنر نے خاتون جیلر کو پکار کر کہا۔ ان سب کو چیکنگ کے لئے بلاؤ معاد! معاد نے کہا۔ ہزار برکتیں ہوں آپ پر کیا چیکنگ کے لئے بیٹھے ہیں۔

چیکنگ کے لئے ہم زینہ سے اوپر پہونچے اور ایک کشادہ وارڈ میں جہاں قیدیوں کیلئے ۲۰ چارپائیاں تھیں داخل ہوئے، ایک گھنٹہ بعد وہ عورت آئی جو چیکنگ کے لئے مخصوص تھی اور بولی۔ آؤ "ایراد" (آمدنی) کتنی ہے، ہم اس کا مطلب نہ سمجھے سوا اس کے کہ اس نے ہمیں پکڑ کر ان عورتوں کے صف میں کھڑا کر دیا جن کو ایراد کہا جاتا تھا، یہ انسانی سماج کا وہ گروہ تھا جس کے سامنے اخلاق واقدار کی کوئی وقعت وحیثیت نہ تھی۔ چنانچہ کمینگی کا ثبوت دے کر جیل کا مستحق بنا۔

کمرہ کے پاس زور سے جیلر کی آواز سنائی دی۔ آج کی آمدنی ۴۵ ہے، ۲۵ بے راہ روی، ۱۵ زناکاری و بد خلق، ۳ چور اور ۲ سیاسی۔ سیاسی سے مراد حمیدہ اور میں تھی۔ میں اس لائن سے نکل گئی، اور حمیدہ بھی نکل پڑی تو جیلر بولی۔ کہاں جارہی ہو؟ اپنی پارٹی کا انتظار کرو۔ میں نے کہا۔ ہم اکیلے کھڑے ہوں گے کیونکہ اس "ایراد" سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، وہ بولی۔ کس بات پر تم اترا رہی ہو؟ میں نے جواب دیا، ہم الگ کھڑے ہوں گے، کیونکہ اس "ایراد" سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، وہ بولی۔ کس بات پر تم اترا رہی ہو؟ میں نے جواب دیا، ہم الگ کھڑے ہوں گے،

اس نے کہا۔ کیوں۔ کیا وہ لوگ پست تر ہیں۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی اختیار کی، جیلر گمراہ انسانیت کو ایک کمرہ میں داخل کرنے لگی پھر ہمارے پاس آکر کہنے لگی، مسٹر ڈاکٹر نے تم سب کو بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ جب وہ

فارغ ہو جائے تب اس کے پاس جانا۔ جب لیڈی ڈاکٹر فارغ ہوئی تو اس نے ہمیں بلایا اور نام وعمر کے ساتھ تکلیف دریافت کیا پھر ایک کمرہ میں لے جاکر دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ چیخ بلند ہوئی اور رونے دھونے کی آوازیں آنے لگیں، ماحول پر غم طاری ہو گیا، ہم نے خبر لینے کے لئے کان لگایا تو پتہ چلا کہ حادثہ ہو گیا۔

میرے دل نے مجھ سے طویل گفتگو کی، کون سا المیہ تم دیکھ رہی ہو؟ آہ! اے بیچاری قوم! تیرا کون ہے، تیرے حادثات والمیے کتنے زیادہ ہو چکے۔ جو عظیم تر، عمیق تر اور شدید تر بھی رہے۔ ہماری قوم کو حادثات پر حادثات کا سامنا کرنا پڑا، اخلاق کا سانحہ، مردوں کا سانحہ ... کا حادثہ۔ اور آخر میں ۵ رجون کا المیہ۔

بڑی قیامت نے بندروں اور سوروں کے پجاریوں اور زمین کے پست تر انسانوں کو جن پر آسمان سے غضب نازل ہوا شیطانوں کا بھائی بنا دیا، حادثہ نے ان کو سرزمین عرب کا غاصب اور اس کے باشندوں کا حاکم نیز ان کو قسم قسم کے عذاب وسزا دینے والا بنا دیا جس سے ذلیل وحقیر یہودیہ کا بھی دل بھر آتا ہے۔ میں دل میں سوچنے لگی۔ یہ کونسی زندگی ہم بسر کر رہے ہیں؟ اسلام اخوت عزت، شرافت سب کا خاتمہ کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کے قتل عام کے ساتھ انھیں زندہ رہنے اور زندگی کی سانسیں لینے، دھیرے دھیرے ترقی کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اسلام اور مسلمان دونوں کو تباہ کیا، افراد، عزت، سرمایہ سب کو ضائع وبرباد کیا۔

واقعتہً اسلام پسند ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے فضل کے ذریعہ باطل اور باطل پرستوں کو مغلوب کرتے ہیں خواہ باطل بھیس بدل کر بھانت بھانت کے رنگ وروپ میں آئے، ان ہی کی وجہ سے عزت وکرامت کا عروج ہوتا ہے نیز انسانیت اپنے پالنہار کے سامنے اطاعت کی عطر بیز ہواؤں میں سانس لیتی اور بندگی کی راہ پر چلتی ہوئی اپنے مولیٰ سے راضی ہو کر حق کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے سر تسلیم خم کر کے منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتی ہے چاہے کتنی ہی قربانیاں دینی پڑیں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

میں اپنے اردگرد کچھ سرگوشیاں سن رہی ہوں، اے راہ حق کے مسافرو! کاناپھوسی نہ کرو اور نہ دھیرے دھیرے چلو بلکہ صاف گوئی اور طاقت و قوت سے کام لو، ذلت و نکبت تو خود تمہاری کارستانیوں کا بھگتان ہے کیونکہ کتاب اللہ سے رہنمائی حاصل کرنا ترک کر دیا گیا، خدا کی قسم اگر ہم اللہ کی مدد کریں تو وہ ہماری مدد کرے گا، اگر قلب و ضمیر کی گہرائیوں سے اسلام کو قبول کر کے، پائندہ و تابندہ شریعت اور سیدھے راستہ کو اپنا کر، منہیات سے اجتناب اور فرضیات کو اختیار کر کے اللہ کی مدد کریں تو ہماری ضرور مدد کرے گا وہ ہم پر اپنی رضا اور رحمت کا سایہ کر کے زمین پر غلبہ و قوت اور خلافت سے سرفراز کر کے، روئے زمین کی راہ حق سے ہٹی ہوئی، خام قوتوں کو شکست دے کر نصرت فرمائے گا۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی سے تم کو زمین میں قوت اور سعادت دارین نیز نصرت خداوندی حاصل ہوگی کیونکہ خدا کی فرمانبرداری ہی میں عزت، سعادت، نصرت، غلبہ و قوت، اور رب کائنات کے فردوس اعلیٰ میں آرام دہ باغات ملتے ہیں۔"

سیدنا عمر کا قول ہے: "مسلمانوں کو نصرت ہی اللہ کے دشمنوں کی اللہ سے معصیت کے نتیجہ میں ملتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں ان کے مقابلہ میں قوت حاصل نہ ہوتی کیونکہ ہماری تعداد اور تیاری اُن کی طرح نہیں ہے چنانچہ ہم اگر معصیت میں بھی مساوی ہو جاتیں تو قوت میں ان کو ہم پر برتری حاصل ہوگی۔

کتاب و سنت سے دوری ہی کے نتیجہ میں تم شکست و ریخت سے دوچار ہوئے اور تمہارے نصیب میں ایک ذلت و نکبت نہیں بلکہ ذلتیں اور بدبختیاں آتی ہیں۔

کیونکہ اللہ کی معصیت میں ذلت، و ہزیمت، کمزوری و ضعف، انحطاط و درماندگی، جہنم مسلسل عذاب حصہ میں آتا ہے۔ "تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی وہ ضلالت و بدنصیبی سے دوچار نہ ہوگا اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو اس کے لئے تنگ زندگی ہے، ہم اسے قیامت کے دن بے بصارت اٹھائیں گے وہ کہے گا، میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں

اٹھایا حالانکہ میں بینا تھا، خدا فرمائے گا، تمہارے پاس ہماری نشانیاں پہونچی مگر تم اسے بھول گئے تو آج تمھیں بھی بھلادیا گیا، ہم ظلم کرنے والوں اور اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان نہ لانے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب باقی رہنے والا اور سخت ترین ہے "۔

میرا ذہن بے شمار مفاہیم میں کھویا ہوا تھا اور المناک حالات، تلخ واقعات ان معانی سے الجھنے میں معاون تھے اور میرے دل میں رنج و غم، سراسیمگی و خوف بھی پیدا کر رہے تھے۔

حمیدہ کی آواز پر میں چونکی تو خود کو بیٹی کے پہلو میں بند کمرہ میں پایا، جس کا دروازہ کبھی کبھار ہی کھلتا، ہمیں ارد گرد کی کوئی واقفیت نہ تھی، ایک دن خاتون پہرہ دار کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے سگریٹ کا ایک پیکیٹ حاصل کیا جو سخت دل خاتون مارڈ کے لئے جادوئی کنجی تھی۔ اسی کے ذریعہ کمرہ کا دروازہ ہمارے لئے طویل مدت تک کھلا رہا اور ہمیں گرد و پیش سے آگاہی ہو سکی۔ ہمارے کمرہ سے متصل کمرہ میں ایک عورت اپنے بچہ کے ساتھ تھی جس کے باپ کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہ تھا، سامنے والے کمرہ میں ایک دوسری عورت اپنی زندگی کے آخری دن اپنے بُرے کرتوتوں کے نتیجہ میں ٹی بی کے مرض میں مبتلا ہو کر کاٹ رہی تھی۔ اس کمرہ کے برابر ایک کشادہ وارڈ میں متعدی امراض والے جمع تھے، عمارت کے ایک حصہ میں استنجا خانہ تھا جس میں ہمیں جانے کی ہدایت کی گئی تاکہ جاہلیت اور متعدی بدنی امراض کے شکار مریض انسانیت سے اختلاط ہو سکے، بلڈنگ کے دوسرے حصہ میں صاف ستھرے سجے سجائے کمروں میں کچھ ایسی عورتیں تھیں جن کی قومیت کے بارے میں علم نہ تھا اس حصہ میں بہتر باتھ روم بھی تھا چونکہ اس حصہ کو ھیلتوں کے نام سے پکارا جاتا اس وجہ سے ہمیں سب واقفیت ہوئی جب ہمیں ایک قیدی خاتون نے تھوڑا سا کھانا دیا تو ہمارے دلوں میں اس کے ہدیہ کا بہت اچھا اثر تھا کیونکہ اس وقت شدید بھوک بھی لگی ہوئی تھی، ہمیں ایسا محسوس ہوا جیسے جنگل اپنی درندگی و حیوانیت کے باوجود انسانیت سے خالی نہیں، ہم نے خاتون گارڈ سے دوسرے صاف اور زخمی کرنے والے الفاظ و جملوں سے خالی استنجا خانہ جانے کی اجازت

طلب کی تو خاتون گارڈ نے جواب دیا کہ دوسرا باتھ روم لیڈی ڈاکٹر اور یہودی عورتوں کے لئے مخصوص ہے، میں نے حیرت سے استفسار کیا۔ کیا تم یہودی کہہ رہی ہو؟

اس نے جواب دیا۔ ہاں! چھ یہودی، مادام مرسیل، مادام لوس، اور وہ سب خوب ٹہلتی گھومتی ہیں کوئی ان سے کچھ نہیں کہتا اور نہ ان کی کسی مطالبہ کی تکمیل، دیر کی جاتی ہے ان کا ٹھ کانہ بھی عمدہ ہے اور کھانا بھی، وہ سب جاسوسی میں گرفتار ہوئی ہیں۔ پھر وہ بولی کہ تم لیڈی ڈاکٹر سے بات کرو شاید وہ ادھر جانے کی تم کو اجازت دیدے۔

اور اس سلسلہ میں جیلر سے خاصی ردو کد کے بعد انکار کی صورت میں جواب ملا کیونکہ وہ یہودیوں کے لئے مخصوص تھا۔

شدید دشمنوں میں انسانیت نظر آئی

میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر کے آیات کریمہ کی تلاوت میں مشغول ہوگئی، میں ان مبارک لمحات میں اپنی بیٹی حمیدہ کے ساتھ تھی کہ ایک طویل القامت گلابی رنگت کی ایک خاتون داخل ہوئیں، انھوں نے سلام کیا تو ہم لوگوں نے جواب دیا، وہ بولیں کیا آپ ہی زینب الغزالی ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو کہنے لگیں میں مرسیل ایک سیاسی قیدی ہوں اور فطری طور پر ہمارے تمہارے درمیان عقیدہ کا اختلاف ہے۔ کیونکہ میں یہودیہ ہوں اور تم مسلمان ہو مگر جان انسانیت سے خالی نہیں خاص طور پر مصائب و مشکلات کے وقت۔ اس لئے جیل میں ہمارے آپ کے درمیان بہتر معاملات میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ البتہ جیل سے باہر ہمارے درمیان جنگ و قتال ہے یا مقاصد کا اختلاف ہے۔ اور اس وقت تو ہم سب مصیبت و پریشانی میں مبتلا ہیں، میں ذمہ داروں کی غفلت سے فائدہ اٹھائے ہوئے تمہارے پاس آگئی ہوں تاکہ ایک دوسرے کی خدمت کے لئے اپنا تعاون پیش کروں، اس پیش کش پر ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ پھر وہ بولی۔

ہمارے پاس کھانے پینے کی چیزیں ہیں اگرچہ کم ہیں مگر ہم اسے آپ لوگوں کے ساتھ تقسیم کریں گے اور اس کا خیال رکھیں گے کہ کھانے میں کوئی حرام چیز نہ ہو ویسے بھی ہم یہودی آپ لوگوں کی طرح سور کا گوشت نہیں کھاتے۔

اور کچھ دن گذرے یہودی مرسیل ہمارے لئے کچھ کھانا لے آتی اور اہم بات یہ تھی کہ اس یہودی عورت نے اپنے مخصوص باتھ روم کو ہم لوگوں کے استعمال کرنے کے لئے ترکیب نکال لی۔

بیٹی حمیدہ نے ان سب باتوں میں کچھ الجھن محسوس کی، تو میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خیر کی جانب رہنمائی کسی کے ذریعہ بھی کرا سکتا ہے۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ان کو مستقل تنگی میں مبتلا رکھتا ہے اور ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم انسانیت کے ساتھ (خواہ وہ کہیں بھی پائی جائے) جب تک کہ وہ اسلامی دائرہ ہو "بقائے باہم" کے تحت زندگی گذار سکیں۔ اور ہم نے تو اس وحشت ناک جنگل اور چٹیل صحرا میں ایک عیسائی لیڈی ڈاکٹر میں انسانیت کو جلوہ نما دیکھا جو وقتاً فوقتاً ہماری مدد کرتی رہتی تھی بلکہ ہمیں ان حالات میں اس نادر انسانی رُخ کو دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اس نے ایک قیدی عورت پیش کی جو گدازی قلب سے خالی نہ تھی، ہم کیسے اس جگہ اس پست انسانیت کے ساتھ برتاؤ کریں اور کیسی زندگی گذاریں، ہر چیز روپے سے خریدی جا سکتی ہے، روپیہ کی بدولت طویل مدت تک سیل کا دروازہ کھلا رکھا جا سکتا ہے اسی طرح ہوا، اور زندگی نیز ستر پوشی کا سامان — ہر چیز نگل جانے کے لئے منہ پھاڑے ہوئے ہیں۔ یہاں قیدی اور جیلر سب برابر ہیں، اور انسان سے مال و محبت کا مطالبہ کیا جاتا ہے کیا یہ آسان بات ہے؟

موت اور باغی

منکبر طاغوت قصداً یا بلا قصد یہ بھول جاتے ہیں کہ انکو جام نوش کرنا ہے، موت کا

جام، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا جام، وہ اسے بھلا کر جبر وظلم کی روش اپنا کر مخلوق کو عذاب میں گرفتار کرتے ہیں حالانکہ زمانہ کی گردش خدائے واحد وقہار کی حکم کے مطابق جاری رہتی ہے، اور لیل ونہار کا یکے بعد آنا، نسلوں کا آنا اور عمروں کا ختم ہونا، جسموں کا پرانا ہونا اور روحوں کا نکالے جانے کا عمل ہوتا رہتا ہے اور اس کے خلاف کچھ نہیں ہوتا۔

فلولا اذا بلغت الحلقوم وانت حینئذ تنظرون ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لاتبصرون فلولا ان کنتم غیر مدینین ترجعونھا ان کنتم صادقین (واقعہ ۸۳-۵۶)

"توجب مرنے والے کی جان حلق تک پہونچ چکی ہوتی ہے اور تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہو کہ وہ مر رہا ہے اس وقت اس کی نکلتی ہوئی جان کو واپس کیوں نہیں لے آتے؟ اس وقت تمہاری بہ نسبت ہم اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم کو نظر نہیں آتے۔"

اس مشغول وبھیڑ بھاڑ والی زندگی کے درمیان انسانی حقیقت کا عکس انحطاط و رذلیت کے اتھاہ گہرائیوں میں گرتا نظر آتا ہے لوگ قناطر جیل میں عبدالناصر کی موت کی خبر افسردگی وگریہ و زاری کے ساتھ بیان کرتے ہیں، خدا گواہ ہے کہ ہم اس دن کسی کی موت پر بھی سب وشتم نہیں کر رہے تھے کیونکہ موت کا اک دن معین ہے وہ کسی روز آکر ہی رہے گی انسان کو اس سے نہ قرار ممکن ہے اور نہ گریز۔ بلاشبہ موت انسانیت کو ڈرانی والی چیز اور فنا رکا اعلان ہے۔ کہ تم اپنی مدہوشی سے ہوش میں آجاؤ اور جبر وسرکشی سے باز آجاؤ کیونکہ ان سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، تم سے تمہاری جاہ وحشمت ومال وشوکت، لاؤ لشکر، آل واولاد سب چھوٹ جائے گی۔ یہ سب چیزیں پیچھے رہ جائے گی اور تم کو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس طرح عریاں اٹھایا جائے گا جیسے ماں اپنے بچہ کو جنتی ہے۔

ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت۔ إلیٰ۔ وضل عنکم ماکنتم تزعمون۔ (انعام)

"کاش تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھ سکو جب کہ وہ سکرات موت میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے اور فرشتے ہاتھ بڑھا بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ لاؤ، نکالو اپنی جان، آج تمھیں ان باتوں کی پاداش میں ذلّت کا عذاب دیا جائے گا جو تم اللہ پر تہمت رکھ کر ناحق بکا کرتے تھے اور اور اس کی آیات کے مقابلہ میں سرکشی دکھاتے تھے (اور اللہ فرمائے گا) لو اب تم ویسے ہی تن تنہا ہمارے سامنے حاضر ہوں گے جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ تمہارے کام بنانے میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے، تمہارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے اور وہ سب تم سے گم ہو گئے جن کا تم زعم رکھتے تھے۔"

وماظلمناهم ولكن ظلموا انفسهم - إلى - ان ربك فعال لما يريد - (هود)
اما الذين سعدوا - إلى - عطاء غير مجذوذ (هود)

"ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا انھوں نے آپ ہی اپنے اوپر ستم ڈھایا اور جب اللہ کا حکم آگیا تو ان کے وہ معبود جنھیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے اُن کے کچھ کام نہ آ سکے اور انھوں نے ہلاکت و بربادی کے سوا انھیں کچھ فائدہ نہ دیا اور تیرا رب جب کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے تو پھر اس کی پکڑ ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ فی الواقع اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہوتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس میں ایک نشانی ہے ہر اس شخص کے لیے جو عذاب آخرت کا خوف کرتے وہ ایک دن ہوگا جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور پھر جو کچھ بھی اس روز ہوگا سب کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔

ہم اس کے لانے میں کچھ بہت زیادہ تاخیر نہیں کر رہے ہیں بس اک گنی چنی مدت اس کے لئے مقرر ہے، جب وہ آئے گا تو کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہوگی الا یہ کہ خدا کی اجازت سے کچھ عرض کرے۔ پھر کچھ لوگ اس روز بدبخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت، جو بدبخت ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے (جہاں گرامی اور پیاس کی شدت سے وہ ہانپیں گے اور پھنکارے ماریں گے اور اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں الا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے بے شک تیرا رب پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے رہے وہ لوگ جو نیک بخت نکلیں گے تو وہ جنت میں جائیں گے اور وہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں الا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے، ایسی بخشش ان کو ملے گی جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔"

لہٰذا کسی شخص کی موت اور رب کائنات کی طرف اس کے جانے کا اللہ تعالیٰ کے مخلص داعیوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ موت برحق ہے اس لئے اس سے کوئی پریشانی نہیں البتہ جس مسئلہ سے ان کو واسطہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رضوان کے سایہ میں زندگی بسر کرنا اور توحید کی سربلندی کی راہ میں بہ نفس نفیس کوشش کرنا ہے۔ جب ان تک یا دوسروں تک اجل آجاتی ہے تو وہ دار حساب کو منتقل ہو جاتے ہیں جہاں سزا و جزاء دونوں ہیں۔

اسلام کا معرکہ فرد یا افراد کا معرکہ نہیں بلکہ حق کا باطل کے ساتھ معرکہ ہے، ایمان کا کفر کے ساتھ معرکہ ہے، اللہ کی عبودیت کا شرک، الحاد، بت پرستی کی طاقتوں کے ساتھ معرکہ ہے۔

موت آنی ہوگی وہ مر جائے گا اور جسے ختم ہونا ہوگا وہ شہید کر دیا جائے گا مگر مومن مقتول جنت کی وسعت و فراخی میں ہوگا وہ مالک حقیقی، مقتدر اعلیٰ کے نزدیک فردوس اعلیٰ میں ہوگا جہاں نہریں و باغات ہوں گے۔ شہداء زندہ ہوتے ہیں۔

یا عباد لا خوف علیکم - الیٰ - فاکھۃ کثیرۃ منھا تاکلون (زخرف)

اے میرے بندو، آج تمہارے لئے کوئی خوف نہیں اور نہ تمھیں کوئی غم لاحق ہوگا، داخل ہوجاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں، تمھیں خوش کر دیا جائے گا، ان کے آگے سونے کی تھال اور ساغر گردش کرائے جائیں گے اور ہر من بھاتی اور نگاہوں کو لذّت دینے والی چیز وہاں موجود ہوگی۔ ان سے کہا جائے گا، تم اب یہاں ہمیشہ رہو گے تم اس جنت کے وارث اپنے ان اعمال کی وجہ سے ہوتے ہو جو تم دنیا میں کرتے رہے تمہارے لئے یہاں بکثرت فواکہ موجود ہیں جنھیں تم کھاؤ گے۔"

کفر و باطل اور الحاد پر مرنے اور مارے جانے والے جہنم میں ہوں گے، اور تم کیا جانو کہ جہنم کیا ہے وہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ چہرے اور بدن کو بھون ڈالے گی، جب جلد پک جائے گی تو ہم دوسری جلد سے اسے بدل دیں گے تا کہ وہ تکلیف سہیں، ان کے اوپر و نیچے آگ ہی آگ ہوگی جس کی لپٹیں اسے گھیر رہی ہوں گی، اگر وہ پانی مانگیں گے تو ایسا ابلتا ہوا پانی دیا جائے گا جو چہرہ کو بھون دے گا اور بُرا ہی بُرا پانی ہوگا اور ذائقہ تلخ ہوگا اس سے بھوک و پیاس کی شدت میں کوئی کمی نہ واقع ہوگی۔

لھم نار جھنم - الی - فما للظالمین من نصیر (فاطر)

"ان کے لئے جہنم کی آگ ہے نہ ان کا قصہ پاک کر دیا جائے گا کہ مر جائیں اور ان کے لئے جہنم کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی، اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں، ہر اس شخص کو جو کفر کرنے والا ہو وہ وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب، ہمیں یہاں سے نکال لے تا کہ ہم نیک عمل کریں، ان اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہے تھے، انھیں جواب دیا جائے گا، کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا اور اب مزا چکھو، ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں۔"

اسی طرح دن گذرتے رہیں گے جیسا اللہ چاہے گا، اور عمریں اور زندگیاں ختم ہوں گی کوئی شخص مشیئت ربانی کو رد نہیں کر سکے گا۔

لوگ عبدالناصر کے موت کی خبریں بیان کرنے لگے چیخ و پکار، آہ و زاری سے فضا بھر گئی دن و رات مرثیہ پڑھا جانے لگا جس کا پڑھنے والا ریاکاری، چاپلوسی اور رونے سے بالکل نہیں اکتاتا تھا۔ میرے کانوں میں شیخ کے کلمات پہونچے جو انھوں نے اسلام کے محافظ کی شہادت کے موقع پر کہے تھے۔ چند سالوں پہلے اس بزرگ نے میرے گھر میں قسم کھا کر کہا تھا کہ جو شخص عبدالناصر کو اسلام کا محافظ تصور کرتا ہے وہ کافر ہے، اس نے اپنی گردن سے اسلام کا طوق اتار دیا وہ دنیا و آخرت میں گھاٹے میں رہا۔

ان حالات میں جو عظیم مرحوم پر غم والم سے لبریز تھے ہم نے واحد قہار کی طرف اس کی روانگی کی خبر کا استقبال کیا جس طرح اس کا استقبال وہ لوگ کرتے جن کے دلوں میں ایمان کا ایک ذرہ بھی ہوتا۔" اور کل ظالم جان لیں گے کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔"

قناطر جیل میں لوگوں نے یہ خبر اڑادی کہ ہم نے نہ گریہ وزاری کی نہ اظہار غم کیا اور نہ ہیرو کے ختم ہونے پر متاثر ہوئے۔ چنانچہ اس سے بیمار دلوں، دم چھلوں اور ان اشخاص کو بڑی بے چینی ہوئی جنھوں نے اپنی پوری زندگی اپنی حرص وہوس کی تکمیل اور آقاؤں کی خدمت میں لگا دینے کا عہد کر رکھا تھا لہٰذا ایسے افراد ہم پر غصہ کا اظہار کرنے کے لئے فوراً متحرک ہو گئے۔ کہ ہم کیسے عبدالناصر پر غم نہ منائیں۔

اور جھاگ میں حرکت ہوئی

" اما الزبد فیذھب جفاءً واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض " (رعد)

" جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لئے نافع ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔"

منافق وریاکار سمجھے" متحرک ہو گئے اور معمولی سی بات کے لئے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اپنی ساری غلامانہ کوشش کر ڈالیں چنانچہ دم چھلوں نے ہمارے ساتھ سختی و درشتگی اور بد اخلاقی کا سلوک شروع کر دیا اور عبد الناصر کی موت کے دوسرے دن صبح سویرے کمرہ کا دروازہ کھلا تو جاتون جیلر کمرہ میں ایک موٹا ڈنڈا لے کر داخل ہوئی اور اچانک میرے سر پر پوری تیزی سے حملہ کیا مگر اللہ نے ہمیں بچالیا اور مجرموں کے مکر سے نجات دی ورنہ سر چور چور ہو جاتا لیکن جیل کا عملہ اسے سزا دینے سے قاصر رہا بلکہ ملامت کرنے سے مجبور رہا اور وہ یہاں وہاں اطمینان سے دندناتی پھرتی گویا اس نے کوئی قصور ہی نہیں کیا۔

اسی دوران میرے خاندان کے افراد ملاقات کو آئے تو میں نے اس ظالمانہ واقعہ سے ان کو آگاہ کیا چنانچہ ان لوگوں نے چھوٹے بڑے تمام ذمہ داروں سے رابطہ قائم کیا اور ان کو ٹیلی گرام بھیجا تب وزارت انصاف میں ہل چل پیدا ہوئی اور تحقیق یہ ہوئی کہ جیلر ہی اس واقعہ کی ذمہ دار ہے اور نفسیاتی امراض میں مبتلا ہے۔

میں نے وزارت انصاف کو باخبر کیا کہ انکوائری نامکمل ہے اس واقعہ کے پس پشت جیلر کا دماغ نہیں بلکہ باطل والحادی قوتوں کی منصوبہ بندی ہے اس لئے اس شخص کو سزا دینے کا کوئی مطلب ہی نہیں نکلتا جو اپنے طور پر کسی اقدام کا ذمہ دار نہ ہو بلکہ دوسروں کے اشارہ پر حرکت کرتا ہو گویا وہ پردہ کے پیچھے سے داعیوں کو دہشت زدہ کرے اور ان کو اکھاڑ پھینکنے کا ایک ذریعہ ہے مگر اللہ ہی غالب ہو کر رہے گا۔ یہ نئے قسم کی معنوی و روحانی سزا میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی جیسے غیر متوقع حالات میں ناصر کے آذروں نے تیار کیا۔ جس قوم کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

نئی آزمائش

۹ اگست ۱۹۷۱ء کی صبح ہمارے لئے نئی آزمائش لے کر آئی جب اچانک خاتون جیلر

میرے پاس دوڑی ہوئی آئی کہ کمشنر اپنے آفس میں ملاقات کے لئے بلا رہے ہیں۔

اس غیر متوقع صورت حال نے ہمارے دل میں قسم قسم کے خیالات پیدا کئے، نہ جانے کیا ہوگا؟ ظالم وطاغوت نے معلوم نہیں کیا تدبیر کی ہے؟ کیا یہ الزام تو نہیں کہ ہم اس جگہ اسلام کی دعوت دیتے ہیں؟ یا گھر والوں کی کوئی خیر ہے؟ دسیوں سوالیہ نشانات ابھرے؟ لیکن ہمارے ذہن میں وہ بات نہ آئی جو قدرت کر گذرنے والی تھی۔

میں کمشنر کے آفس پہونچی تو صرف اپنی رہائی کا حکم پایا، عجیب صورت تھی کیونکہ مجھے تو ہمیشہ ہمیش کی قید باشقت کی سزا پائی تھی میں تو نکل جاؤں مگر بیٹی حمیدہ اس بدترین آلودہ جگہ موجود رہے اور مشکلات و مصائب جھیلتی رہے، میرا دل لرز اٹھا اور میں حزن وحیرت میں ڈوب گئی اور غیر شعوری طور پر چلا اٹھی۔ نہیں، نہیں، یہ ہرگز نہیں ہوگا میں ہرگز اپنی بیٹی کو چھوڑ کر نہیں نکلوں گی۔ تم لوگ فتنہ پرور اور ظالمانہ منصوبہ بندیاں کرنے والے ہو۔ میں غصہ سے بھڑک اٹھی اور پورا وجود، احساس مضطرب ہوگیا۔ کمشنر نے میرے غصہ کو کم کرنے کے لئے کہا کہ ان احکامات کی ہم ادنی مخالفت بھی نہیں کر سکتے تم یہاں احکام بالا سے رکی تھیں اور احکام بالا سے جا رہی ہو۔ ہم اس سلسلہ میں تمہاری طرح بے بس ہیں۔

چند لمحوں بعد میں نے بیٹی حمیدہ کو اپنے سامنے کمشنر کے کمرہ میں کھڑا پایا جسے اسی نے میرے غصہ اور اضطراب کو کم کرنے کے لئے بلا بھیجا تھا، آزمائش بڑی سخت اور دلسوز تھی۔ میں کیسے اپنی بیٹی کو چھوڑ کر جاؤں جس کا پرسکون وروشن چہرہ میرے دل میں نقش ہے اور جس کی دلکش و پرجلال آواز میرے احساس پر چھاگئی ہے، میں اسے کس طرح اس وحشت ناک تاریک جگہ ظالمانہ سلوک برداشت کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دوں۔ میرا احساس پوری شدت سے چیخ اٹھا۔ ہرگز نہیں۔ میں اسے ہرگز اکیلا نہیں چھوڑوں گی، اور میرے اندرون میں کشمکش تیز ہوگئی حمیدہ کہہ رہی تھی، امی! امی، یہ اللہ کا فضل واحسان ہے، سارا حکم اس کی جانب سے ہے اور اللہ اپنے بندوں کو نہیں بھولتا ہے۔ جب اس منظر میں کافی دیر ہوئی تو کمشنر نے بیٹی حمیدہ سے کہا آؤ،

ان کو سلام کرو اور اپنی کوٹھری واپس چلی جاؤ، چند لمحے جو اپنی نوعیت میں منفرد اور احساس میں یکتا تھے بجلی کی طرح گذر گئے، ہم نے ایک دوسرے سے اس طرح معانقہ کیا کہ دل دھڑک رہے تھے، سانسیں تیز تیز چل رہی تھیں اور آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ قلبی اختلاج اور احساسات کے دائمی لمحات میں خود کو کمشنر کے کمرہ میں پایا جس نے رہائی کی کارروائیاں انجام دی۔ اور میں نے بے قرار جان، پاش پاش دل، امڈتے آنسوؤں کے ساتھ گھر کی جانب پہلا قدم اٹھایا۔

آخری بھاؤ تاؤ

میرے گھر کی طرف جانے والی گاڑی نے اچانک راستہ بدل دیا اور پھر میں نے اپنے آپ کو تحقیقات عامہ کے سامنے پایا۔ میں ایک کمرہ میں داخل ہوئی جس کا دروازہ فوراً بند کر دیا گیا جہاں دو بجے دن سے رات ۹ بجے تک۔ یونہی پڑی رہی پھر مجھے ایک آفس میں لے جایا گیا جہاں دو افسر موجود تھے وہ دونوں اسلام کے متعلق مختلف سوالات کرنے لگے، اور یہ کہ کیا اس کے بعد بھی تم اخوان سے ملاقاتیں کروگی؟

میرا ذہن تو حمیدہ میں الجھا ہوا تھا، میں نے ان دونوں سے کہا کہ میں جسے دائمی قید باشقت کی سزا سنائی گئی تمہارا رہائی پاؤں اور میری بیٹی حمیدہ وہاں باقی رہے۔ تم فتنہ پھیلانا چاہتے ہو مگر اللہ ہرگز تمہارے مکر کو کامیاب نہ ہونے دے گا۔

اس نے کہا — زینب پُرسکون رہو

میں نے کہا — تم مکر و فریب دینا چاہتے ہو حالانکہ اللہ تمہاری پشت پر موجود ہے وہی اپنے فیصلہ میں غالب رہے گا مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔

اس نے کہا — زینب — یہ اوپر کے احکامات ہیں ہم اس سے تجاوز بھی نہیں کر سکتے اور نہ جیسے یہ جیسیں ہو سکتے ہیں۔

پھر مجھے اس احمد رشدی کے دفتر لے جایا گیا جو اپنے بیمار دل سے جلادوں کو استعمال کرتا

تھا تاکہ ایمانی رشتہ سے مربوط دلوں کو جنھیں اللہ نے جوڑا ہے فریب و دھوکہ دیے ۔
مگر ہائے افسوس ۔

میں جب اس کے پاس پہونچی تو اس نے اپنے سامنے کی سیٹ پر بیٹھنے کی درخواست کی اور رہائی پر مبارکباد دی پھر میرے اور ان کے درمیان جن احکامات پر مشتمل گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں اسلامی سرگرمیاں ترک کردوں اور میرے اور میرے اسلامی دوستوں اور بھائیوں کے درمیان نہ ملاقاتیں ہوں، نہ کوئی باہمی تعاون ہو اور نہ محبت و مودت کا سلوک۔ اور میں وقتاً فوقتاً اس کے آفس میں حاضری دیتی رہی ۔

جب وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہوا تو میں نے کہا ــــ وہ تمام باتیں جو تم نے مجھ سے کہی ہیں میں کلی اور جزی طور پر اسے ماننے سے انکار کرتی ہوں بلکہ رہائی کے حکم کے فیصلہ کو بھی ماننے سے انکار کرتی ہوں، یہ بات تم ذمہ داروں تک پہونچادو اور میں فوراً القناطر جیل لوٹنے کا مطالبہ کرتی ہوں ۔

احمد رشدی نے بات ختم کردی اور مسکراتے ہوئے کہا: "بہر حال بہت سے اخوانوں نے ان شرطوں پر مجھ سے سمجھوتہ کرلیا ہے ۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا خدا کی قسم میں اخوان کے متعلق خیر ہی کا تصور کرتی ہوں اور جہاں تک بعض اخوان کے تئیں تمہاری باتیں ہیں تو میں کوئی رائے نہیں دے سکتی، اور ان سے اس جیسے عمل کے صادر ہونے کو میں سچ نہیں سمجھتی، بلاشبہ اخوان حق کے وارث ہیں جس کے لئے وہ رات و دن کام کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ کی مدد آجائے یا وہ اس راہ میں ختم ہو جائیں ۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی، احمد رشدی نے جواب دیا مجھ سے بات کرنے دو، پھر بولا' اھلاً و سہلاً استاذ عبد المنعم! آیئے ۔ ہمیں آپ کی ضرورت ہے' پھر ریسیور رکھتے ہوئے مجھ سے کہا، عبد المنعم غزالی یہاں آرہے ہیں، تھوڑی دیر بعد میرے بھائی عبد المنعم آئے انھوں نے روتے ہوئے مجھے سلام کیا۔ ان سے احمد رشدی نے کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے اور

زینب کے درمیان حکم بن جائیں کیونکہ ہم دونوں میں اختلاف ہے۔ میرے بھائی نے جواب دیا۔ زینب مجھ سے بڑی ہے اور میں اس کا چھوٹا بھائی ہوں، میری اس سے مباحثہ کی عادت نہیں اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اتنا اضافہ کردوں کہ وہ صحت استدلال اور زور بیانی میں ممتاز ہیں۔

احمد رشدی نے کہا۔ ٹھیک ہے زینب! مبارک ہو، بس اخوان کی مسلح تنظیم سے دور رہنا اور اس میں کام کرنے کی دعوت سے گریز کرنا۔

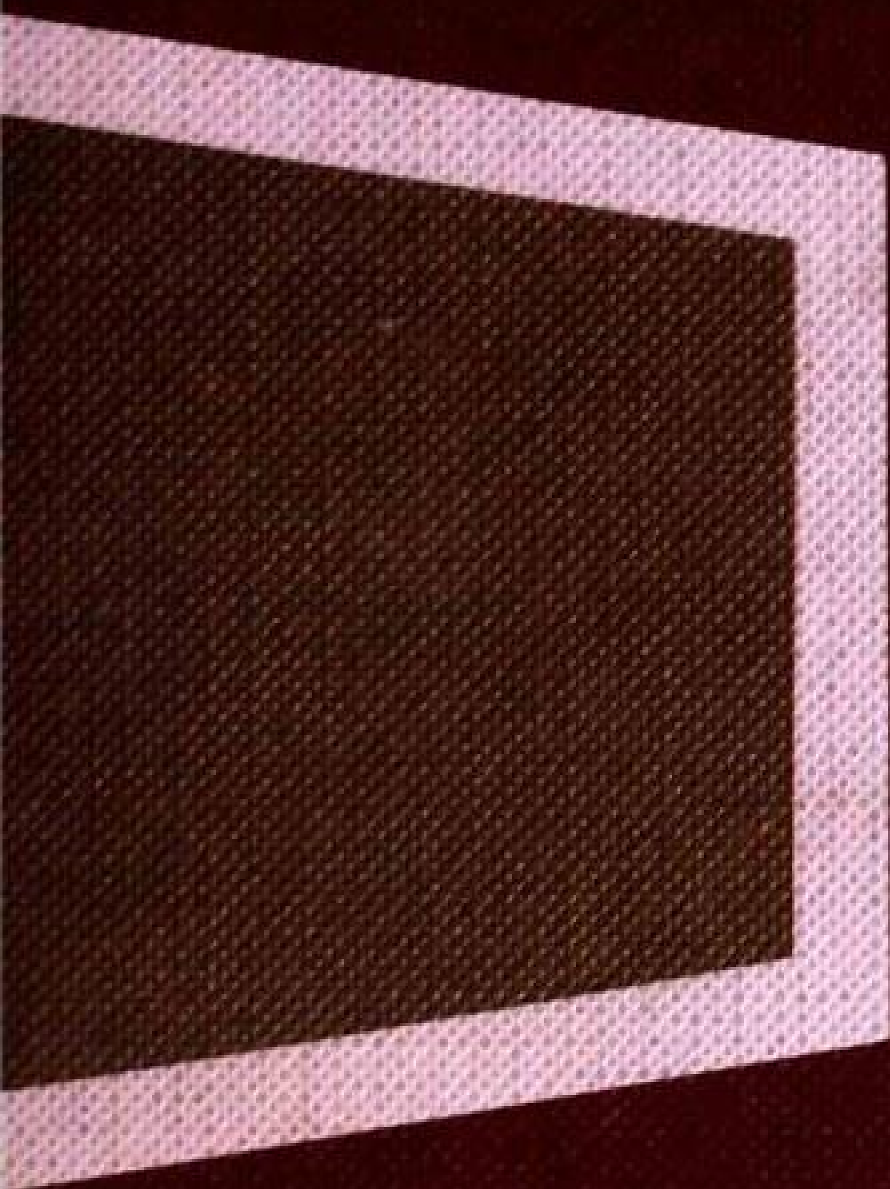
میں نے جواب دیا۔ خفیہ تنظیم کے افسانے تو تم لوگوں کے گھڑے ہوئے ہیں، اسلامی حکومت کا قیام مسلمانوں پر فرض ہے اور اس کی تیاری اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت ہے جیسا کہ رسول اکرم اور صحابہ کرام نے دعوت دی۔ یہ ہر مسلم کا پیغام ہے خواہ وہ اخوانی ہو یا غیر اخوانی۔ پھر میں اپنے بھائی کے ساتھ گھر واپس آگئی اس وقت ۔ اراگست ۱۹۷۱ء کی شب کے ۳ بج رہے تھے۔



International Islamic Federation of Student Organizations

P. O. BOX 8631

KUWAIT - SALIMIAH





واعتصموا بحبل الله جميعا
IIFSO